جملہ حقوق محفوظ

نقل محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور
کہانی سے تعلق رکھنے والے تمام
اداروں کے نام فرضی ہیں

مکمل سیٹ:
(۱) شوگر بینک (۲) تابوت میں چیخ (۳) فضائی ہنگامہ

پبلشر ۔۔۔ سلطان محمد
پرنٹرز ۔۔۔ زاہد بشیر پرنٹرز

مطبوعات اسرار

زیر اہتمام:
کتابی دنیا بیڈن روڈ لاہور

پیشرس

"شوگر بینک" حاضر ہے۔!

اس اتفاق کو کیا کہا جائے کہ جاسوسی دنیا کا سوواں ناول اور عمران کا پچاسواں ناول یکے بعد دیگرے لکھنے پڑے۔ جاسوسی دنیا کا ضخیم ناول "ذو پیکر درندہ" ذہنوں کی تبدیلی کے "امکانات" پر لکھا گیا تھا۔ بعض پڑھنے والوں کو یہ چیز "طلسم ہوشربا" معلوم ہوئی۔

کہانیاں لکھنے والے کسی موضوع پر اجارہ داری نہیں ہوا کرتے ان کا کام بعض امکانات کا جائزہ لینا ہے۔!

آج جب کہ ایک مردہ آدمی کی آنکھیں کسی نابینا کو روشنی بخش سکتی ہیں تو اسے بھی ناممکن نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک ذہن اپنے تمام تر تجربات سمیت کسی دوسرے جسم میں منتقل کیا جاسکے۔!

سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے میں نے "طوفان کا اغوا" نامی ناول میں "فولادی" پیش کیا تھا۔

ابھی حال ہی میں روس سے خبر آئی ہے کہ وہاں "فولادی" تخلیق کر لیا گیا۔ وہ نہ صرف ٹریفک کنٹرول کرتا ہے بلکہ خلاف ورزیوں پر چالان بھی کر دیتا ہے اور اسے کنٹرول کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو میں نے لکھا تھا۔

ماشاء اللہ۔ میں روس والوں پر چوری کا الزام نہیں عائد کرتا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی خیال بیک وقت ایک سائنٹسٹ اور کہانی کار کے ذہن میں جنم لے سکتا ہے۔ کہانی کار قلمی تصویر بناتا ہے، اور سائنٹسٹ اسے جیتی جاگتی دنیا میں مادی شکل دے دیتا ہے۔!

ہوائی جہاز کے عالم وجود میں آنے سے تیس سال قبل ایچ۔ جی ویلز نے ایک پرواز کرنے والی مشین کا تذکرہ اپنے ایک ناول میں کیا تھا۔ ٹھیک تیس سال بعد ہوائی جہاز اسی شکل میں پرواز کرتا نظر آیا۔

"شوگر بینک" میں ایٹمی اور شمسی توانائی کے حیرت انگیز کرشمے ملاحظہ فرمائی

ایک بار پھر گزارش ہے کہ اس "طلسم ہوشربا" کی فرمائش بہت عرصے سے کی جاتی رہی تھی۔ بعض حضرات نے دھمکی دی تھی کہ اگر عمران کا گولڈن جوبلی نمبر اس موضوع پر نہ ہوا تو وہ میری کتابیں پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ آخر میں ان تم حضرات بزرگوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کروں گا، جنہوں نے مجھے خطوط لکھے۔!

ابن صفی

دھوئیں کا بادل پہاڑ کی چوٹی سے اٹھا اور وہ سب اپنے گھروں سے نکل کر دوڑ پڑے۔۔۔

یہ چھوٹا سا گاؤں سمرال کے پہاڑی سلسلے کے دامن میں واقع تھا۔ شمال کی طرف اونچے اونچے سرسبز پہاڑ تھے!۔

اور جنوب میں ایک چھوٹی سی ندی مشرق سے مغرب کی طرف بہتی تھی! علاقہ سرسبز تھا۔ ندی کے کنارے دور تک گیہوں کے کھیت لہلہاتے تھے۔

یہاں ماہی گیری بھی ہوتی تھی۔ گاؤں کے لوگ خوشحال تھے! اکثر گھرانے ایسے تھے جن کے بچے شہر میں تعلیم پاتے تھے! انہیں میں راحیل بھی تھا۔ بائیس تیس سال کا خوبرو نوجوان تھا۔ کھوئی کھوئی سی آنکھوں اور ستواں ناک والا۔ ہونٹ پتلے اور جبڑے بھاری تھے! گفتگو کرتے وقت آنکھوں میں خاص قسم کی چمک پیدا ہوتی تھی! تنہائی پسند اور کم گو تھا۔ شہر سے آتا تو پہاڑیوں میں تنہا بھٹکتا پھرتا۔!

سب سے پہلے اسی نے وہ دھواں پہاڑ کی چوٹی سے نکلتے دیکھا تھا۔

دھوئیں کے چھوٹے چھوٹے مرغولے چوٹی سے نکل کر فضا میں اپنا حجم بڑھاتے اور ایک بہت ہی واضح تصویر بن جاتی۔ ایسا لگتا جیسے کوئی عورت بیٹھی ستار بجا رہی ہو۔

ہر تیسرے چوتھے دن ایسا ضرور ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ پہلے پہل راحیل نے جب یہ دھواں دیکھا تو سخت خائف ہوا تھا۔ جغرافیہ کا شعور تھا۔ سمجھا شاید پہاڑ آتش فشاں پھٹنے والا ہے! اس نے اس کی اطلاع ندی کے پار ریلوے اسٹیشن تک پہنچائی تھی۔ اور اسٹیشن ماسٹر نے اس خبر کو آگے بڑھا دیا تھا۔

جیالوجیکل سروے کرنے والی ایک ٹیم تیسرے ہی دن وہاں پہنچ گئی تھی اور آس پاس کا فضائی اور ارضی جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ گاؤں والوں کا وہم بھی ہو سکتا ہے! یا پھر انھوں نے بادلوں کو دھواں سمجھ لیا ہوگا۔ آتش فشاں کے آثار نہیں ملے تھے۔ ۔ ۔ !

دو تین دن بعد پھر انھوں نے چوٹی سے دھوئیں کے مرغولے اٹھتے دیکھے! اور دیکھتے ہی دیکھتے ویسی ہی تصویر بن گئی!

بعد میں راحیل نے لوگوں کو بتایا کہ اس نے تو ستار کی آواز بھی سنی تھی۔ گاؤں کے لوگوں کی دلچسپی بڑھتی رہی! انہیں ابھی تک اس عجیب و غریب علامت سے کوئی نقصان تو پہنچا نہیں تھا۔ اس لئے اس سے خائف ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔!

راحیل خواب دیکھنے والے نوجوانوں میں سے تھا۔ اس کی قوت تخیل اُس نورانی ہیولے کو طرح طرح کے رنگ دیتی! اُسے قدیم رومانی کہانیو سے دلچسپی تھی! خصوصیت سے رائیڈر ہیگرڈ کے ناول اُسے بہت پسند ایک دن اُسے یاد آیا کہ اس کے دادا کے کباڑ خانے میں بھا

بھانت کی چیزوں کے علاوہ ایک دوربین بھی موجود ہے! اس نے اُسے نکال کر صفائی کرنے کے بعد بہت احتیاط سے سوٹ کیس میں رکھ دیا اور منتظر رہا کہ دھوئیں کی تصویر پھر سامنے والے پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہو!۔

سارا سارا دن ٹکٹکی لگائے چوٹی کی طرف دیکھتا رہتا۔

کبھی سوچتا وہ یقیناً کوئی بے چین روح ہے! اور اُسے رائیڈر ہیگرڈ کے بعض کردار یاد آنے لگتے جو عالم ارواح سے عام اجسام میں آکر اپنے متعلقین کو اپنی پُراسرار جھلکیاں دکھایا کرتے تھے! اور اُسے وہ عورت بھی یاد آئی جو ہزاروں سال سے زندہ اور جوان تھی وہ جو اپنے محبوب کی تلاش میں ہر زمانے میں بھٹکتی پھرتی تھی۔

آج جیسے ہی دھوئیں کے مرغولے چوٹی سے اٹھنے شروع ہوئے اور لوگ گھروں سے نکل کر اسی سمت دوڑ پڑے لیکن راحیل وہیں ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ دوربین اس کے ہاتھوں میں تھی۔ ۔ ۔ !

جب دھوئیں کے مرغولے ستار بجاتی ہوئی عورت کے ہیولے کی شکل اختیار کر چکے تو اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دوربین اوپر اٹھائی اس کے شیشے ایڈجسٹ کئے اور دھوئیں کے ہیولے پر نظر جما دی۔

بل کھاتے ہوئے دھوئیں کی دھندلی چادر میں کوئی۔ ۔ ۔ متحرک چیز دکھائی دی! دل کی دھڑکن بڑھ گئی!—

ستار ہی تھا— سچ مچ کا ستار — اس عورت کی شکل دھندلی تھی، اور دھوئیں کے مرغولے اسی ترتیب کے ساتھ اس کے گرد سمٹتے چلے گئے تھے کہ ایک بڑی تصویر بن گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنی بہت بڑی پرچھائیں کے پس منظر میں بیٹھی ستار بجا رہی ہو۔!

ٹھنڈک کے باوجود بھی، راحیل کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئیں۔ دل اُسے اپنی کھوپڑی میں دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

دوسری بار اُس نے دُوربین اٹھائی اور پھر اُسے دیکھنے لگا۔ زبان خشک ہوکر تالُو سے لگ گئی تھی۔

وہ اُسے دیکھتا رہا حتیٰ کہ آہستہ آہستہ دھوئیں کی تصویر فضا میں تحلیل ہوگئی۔!

اب چوٹی پر کچھ بھی نہیں تھا لیکن راحیل دُوربین آنکھوں ہی سے لگائے رہا . . . لوگ گھروں کی طرف واپس ہونے لگے۔!

دو ایک اُس کے قریب بھی رُکے لیکن اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ دُوربین بدستور آنکھوں ہی سے لگی رہی۔!

پھر کسی نے اُس کا شانہ جھنجھوڑا تھا اور وہ اس طرح چونک پڑا تھا جیسے ابھی تک گہری نیند سوتا رہا ہو۔!

اس نے اس کے ہاتھ میں دُوربین دیکھ کر بات کو آگے بڑھانے کی کوشش کی تھی! لیکن راحیل نے اسے کچھ نہیں بتایا۔!

کسی کو بھی نہیں بتایا کہ اس نے دُوربین سے کیا دیکھا تھا۔

جب وہ لوگ وہاں سے چلے گئے تو وہ پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ راستہ اس کا جانا پہچانا تھا۔ بچپن ہی سے ان پہاڑیوں میں گھومتا پھرتا آیا تھا۔

کچھ دُور چلنے کے بعد اچانک اُسے خیال آیا کہ وہ کیوں اس خبط میں مبتلا ہوگیا ہے۔!

کچھ دیر کھڑا اپنے ذہن کو جھٹکنے کی کوشش کرتا رہا پھر لاپروائی سے شانے جھٹکائے اور آگے چل پڑا۔

پہاڑیاں سنسان پڑی تھیں وہ اسی چوٹی کی سیدھ میں چلتا رہا۔

ایک جگہ پھر رُکا۔ دُوربین اوپر اٹھائی اور چوٹی کی طرف دیکھنے لگا۔ چوٹی پہلے ہی کی طرح سنسان تھی . . .!

آخر وہ اُس چوٹی تک پہنچ کیسے سکے گا۔ اُس نے سوچا۔ یہی کپڑوں کے ذریعے اس کا سرو سے ہوا تھا۔

گاؤں والوں نے اوپر پہنچنے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہے تھے!

اس نے ایک طویل سانس لی اور سوچا ضروری نہیں کہ وہ بھی دوسروں کی طرح ناکامی کا منہ دیکھے۔!

ہوسکتا ہے کہیں نہ کہیں کوئی ایسا راستہ موجود ہی ہو جو اُسے چوٹی تک پہنچا دے۔!

وہ آگے بڑھتا رہا . . . دفعتاً تیز ہوا کے جھکڑ چلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ بادلوں کے پرے پہاڑیوں کی دوسری طرف سے اُمنڈ پڑے تھے۔ ہوا بہت خنک اور نم آلود تھی۔!

راحیل نے مڑ کر دیکھا۔ وہ گاؤں سے بہت دُور نکل آیا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ پوری قوت سے دوڑنا شروع کرے تب بھی گاؤں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اور بارش آئے گی۔ وہ اس قسم کی ہواؤں اور بادلوں کے بارے میں جانتا تھا لہٰذا اُس نے سوچا کہ بارش سے محفوظ رہنے کے لیے یہیں کہیں کوئی پناہ گاہ تلاش کرنی چاہیئے۔

وہ اطراف کے غاروں اور کھنڈروں سے واقف تھا۔!

بچپن سے اب تک انہیں پہاڑوں میں بھٹکتا آیا تھا۔!

جلد ہی وہ ایک غار تلاش کر لینے میں کامیاب ہوگیا۔!

اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ان پہاڑوں میں زہریلے کیڑے مکوڑے نہیں پائے

جاتے۔ اس لیے مطمئن تھا کہ وہاں شب بسری بھی ممکن ہو گی۔!

جھکڑوں کے ساتھ آنے والے بادل بہت برستے تھے! اور کئی کئی دنوں تک بارش کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔!

ابھی وہ بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ بہت تیزی سے بڑی بڑی بوندیں آ گئیں۔ دن کے بارہ بجے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سورج غروب ہو چکا ہو۔۔۔ اور یہ اندھیرا بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ بارش تیز ہو گئی۔!

کوندے کی لپک ایسی لگتی تھی جیسے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے گی۔ بادلوں کی گرج سے راحیل کا غار جھنجھناتا سا محسوس ہوتا تھا۔

وہ خائف نہیں تھا۔! اس کے لیے خوف کی بات ہی کیا تھی — بچپن سے اب تک سیکڑوں بار ایسی بارشوں اور ان پہاڑیوں سے دو چار ہو چکا تھا! ایک بار تو پہاڑیوں کے اس پار والے جنگل میں پھنس گیا تھا۔ دو دن تک وہیں رہا تھا۔ وہاں تو حشرات الارض اور جنگلی جانوروں کا بھی خوف ہونا چاہیئے تھا لیکن اس نے بڑی پامردی سے دو دن اور دو راتیں گزار دی تھیں اور پھر واپسی پر گھر والوں نے اُسے صحیح سلامت دیکھ کر خاصی پشیمانی بھی کی تھی لیکن وہ اپنی افتادِ طبع پر قابو نہ پا سکا تھا۔ گھومنے پھرنے کی خواہش نے سرگرداں ہی رکھتی تھی!

اس وقت تو اُسے اس کی بھی فکر نہیں تھی کہ اگر رات یہیں بسر کرنی پڑی تو کھائے گا کیا — پچھلی بار جب وہ دوسری طرف کے جنگلوں میں جا پھنسا تھا تو اس کے ساتھ کم از کم دن بھر کا کھانا اور پانی تو تھا ہی۔ بارش کا زور بڑھتا ہی رہا۔ اس نے ایک طویل انگڑائی لی اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر ایک پتھر سے ٹک گیا۔!

پتہ نہیں کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آج کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ وہ غار کے دہانے کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ بس اسی حد تک سایہ چاہتا تھا کہ بارش سے محفوظ بھی رہے اور کوندے کی لپکیں بھی اُسے نظر آتی رہیں۔!

بجلی کی لہریں اُسے بڑی حسین لگتی تھیں! اور پھر ان کے بعد جب گرج سنائی دیتی تھی تو اُسے عجیب طرح کی طمانیت محسوس ہوتی تھی!

کچھ عجیب قسم کا ذہن تھا اس کا۔!

آہستہ آہستہ اس پر غنودگی طاری ہوتی رہی! — اور پھر وہ گہری نیند سو گیا۔ اتنی دیر میں اس کا ذہن بادلوں کی گرج اور بارش کے شور کا عادی ہو چکا تھا۔!

پتہ نہیں کب تک سوتا رہا۔!

پھر نیند خود ہی نہیں ٹوٹی تھی۔ کسی نے اُسے جھنجھوڑا تھا — بالکل کاہلوں کے سے انداز میں جاگا کچھ دیر آنکھیں بند کیے ہی بیٹھا جھومتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اس کے بعد تو ایک جھٹکے ہی کے ساتھ ذہن پوری طرح بیدار ہوا تھا۔!

"بندر —!" راحیل متحیرانہ انداز میں بڑبڑایا۔

وہ ایک بندر ہی تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر —! اُس کے ہاتھوں میں دو بوتلیں تھیں! ایک بوتل سے وہ کچھ پی بھی رہا تھا۔!

دوسری بوتل اس نے راحیل کی طرف بڑھائی۔۔۔!

غیر ارادی طور پر راحیل کا ہاتھ بھی آگے بڑھا تھا اور اس نے وہ بوتل پکڑ لی تھی!

"خدا کی پناہ —!" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

وہ بیئر کی سربمہر بوتل تھی! اُس نے بندر کی طرف دیکھا! اُس کے ہاتھ والی بوتل بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ بندر بیئر پی رہا تھا اس نے ایک گھونٹ لے کر راحیل کو بھی پینے کا اشارہ کیا۔ انداز ویسا ہی تھا جیسے کسی آدمی نے دوسرے کو اشارہ کیا ہو "لو پیو بھی سوچ کیا رہے ہو—!"

"ارے واہ—!" راحیل ہنس پڑا— پھر چونکا۔ ان اطراف میں تو اُس نے بندر کبھی نہیں دیکھے تھے! دوسری طرف کے جنگلوں میں بھی بندروں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

اور پھر گولڈن ایگل کی بوتلیں—!

راحیل اٹھ کھڑا ہوا لیکن بندر اس کے اس رویے سے ذرا بھی متاثر نہ ہوا جیسے پہلے کھڑا تھا، اسی طرح کھڑا رہا۔

"اوہ... !" دفعتاً راحیل تفہیمی انداز میں سر ہلا کر بولا "یہ بات ہے! تم کسی شکاری کے پالتو معلوم ہوتے ہو—!"

بندر اپنی بوتل سے گھونٹ پر گھونٹ لیتا رہا۔

راحیل سوچ رہا تھا کہ یہ کسی شکاری ہی کا تربیت یافتہ بندر ہو سکتا ہے ممکن ہے بعض شکاریوں نے بھی بارش سے بچنے کے لیے آس پاس کے کسی دوسرے غار میں پناہ لی ہو—!

"تم اپنے مالکوں کی بیئر ضائع کرتے پھر رہے ہو!" وہ بندر کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

بندر چھلانگیں مارتا ہوا غار کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

"ارے اُدھر کہاں؟ جان دینی ہے؟" راحیل چیختا رہ گیا۔

راحیل جانتا تھا کہ ان غاروں میں بعض جگہوں پر کنوئیں جیسی گہرائیاں

بھی موجود ہیں—!

"مفت میں ضائع ہوا اتنا تربیت یافتہ بندر.... " وہ سوچ رہا تھا۔ روشنی کے بغیر وہ بھی غار کے تاریک حصے کی طرف بڑھنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا!

پھر یک بیک اسے یاد آیا کہ بندر بھیگا ہوا نہیں تھا— اگر وہ باہر سے آیا ہوتا تو اس کا بھیگ جانا یقینی تھا۔ بارش کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کے سونے کے دوران میں بھی وہ ایک پل کے لیے نہ رکی ہوگی—!

اُوہ تو کیا وہ غار کے کسی تاریک گوشے ہی سے آیا تھا۔

راحیل نے متحیرانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیکٹ تلاش کرنے لگا—!

صرف ایک ہی سگریٹ باقی تھا پیکٹ میں! اس نے سوچا پتہ نہیں کب تک وہیں قیام کرنا پڑے—!

بہر حال اس نے سگریٹ سلگا کر دو تین گہرے گہرے کش لیے اور بیئر کی بوتل کا جائزہ لینے لگا— سربمہر بوتل اب بھی اس کے قریب ہی رکھی ہوئی تھی! دفعتاً اس نے بندر کے خرخیانے کی آواز سنی اور بے ساختہ دائیں جانب مُڑا... بندر پھر موجود تھا... !

"خدا کی پناہ—!" راحیل کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا—

اس بار بندر کے ہاتھ میں ایک بڑی سی ٹارچ تھی—!

اچانک راحیل کو خیال آیا۔ کہیں اس کا مالک بیمار نہ پڑ گیا ہو اور وہ اُسے اُس تک لے جانا چاہتا ہو—!

بندر نے ہاتھ اٹھا کر غار کے تاریک حصے کی طرف اشارہ کیا تھا—!

"اچھا بیٹا۔" وہ اٹھتا ہوا سر ہلا کر بولا: "میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ چلو!"

بندر نے ٹارچ کا بٹن دبا کر روشنی کی اور اس کا رخ تاریک گوشے کی طرف کر دیا۔!

وہ بالکل کسی آدمی کی طرح راحیل کو راستہ دکھاتا ہوا چل رہا تھا۔ غار در غار کا سا عالم نظر آتا تھا۔!

آخر کار وہ اُسے ایک صاف ستھری جگہ لایا۔۔۔ یہاں ایسا سامان نظر آیا جو روزمرہ کی ضروریات زندگی سے تعلق رکھتا تھا۔۔۔

لیکن بندر کے علاوہ اور کوئی دکھائی نہ دیا۔ بندر نے ٹارچ اُسے تھمائی اور خود ایک گوشے میں چلا گیا۔

راحیل نے ٹارچ کا رخ اسی کی طرف کر رکھا تھا۔!

بندر نے دیا سلائی جلا کر دو موم بتیاں روشن کر دیں جو ایک پتھر پر جمی ہوئی تھیں۔۔۔!

پھر راحیل کے قریب آکر ٹارچ اس سے واپس لے لی۔!

"ارے خدائی خوار تیرا مالک کہاں ہے؟" راحیل نے آنکھیں پھیلا کر کہا۔

لیکن بندر اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔!

"او پروفیسر۔! تیرا مالک کہاں ہے۔۔۔ میں پوچھتا ہوں۔!"

بندر نے پائپ سلگا کر دو تین کش لیے اور نیم وا آنکھوں سے راحیل کی طرف دیکھنے لگا۔!

"ارے کوئی ہے یہاں۔؟" راحیل نے بلند آواز میں کہا اور صرف بازگشت ہی سنی۔! وہ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑا رہا! پھر وہاں رکھے ہوئے سامان کا جائزہ لینے لگا۔!

ڈبوں میں محفوظ کیے ہوئے پھل۔۔ ٹن کرنڈ۔۔ بیئر کی بوتلیں۔۔ تمباکو کے کئی ڈبے اور کچھ کتابیں بھی تھیں۔!

راحیل نے سوچا ممکن ہے اس کے مالک کو کوئی حادثہ پیش آیا ہو۔!

اس نے کتابوں میں سے ایک اٹھائی۔ وہ اس کے اوراق الٹ ہی رہا تھا کہ بندر نے اس سے وہ کتاب چھین لی اور کتابوں کے ڈھیر سے دوسری کتاب نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔!" راحیل سر ہلا کر بولا: "میں نابالغ تھا۔ اس کتاب کے لیے۔۔۔!"

یہ کتاب موسمیات کے موضوع پر تھی۔۔

بندر نے پھر ٹارچ سنبھالی اور راحیل کو غار کے دہانے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔!

"کیوں انکل! اب کیا ارادے ہیں؟"

راحیل دوبارہ اس کے ساتھ چل پڑا۔ غار کے دہانے کے قریب پہنچ کر بندر نے کتاب راحیل کے ہاتھ سے لے لی اور اس کے صفحات اس طرح الٹنے لگا جیسے کسی خاص موضوع کی تلاش ہو۔

بادلوں کے باب پر رک گیا۔! راحیل بڑے غور سے اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً بندر نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر پھر راحیل کی توجہ کتاب کی طرف مبذول کرائی۔۔۔ اور صفحے پر ایک جگہ انگلی رکھ دی۔

راحیل نے جھک کر غور سے دیکھا۔

بندر عبارت پر سطر بہ سطر انگلی چلا رہا تھا۔!

cumulonimbus(c.b) heavy masses of cloud with great vertical development whose summits rise like mountains, towers or anvils. They are accompanied by sharp showers, squalls, thunder, storm and some times hail.....
........"

راحیل کبھی حیرت سے بندر کی طرف دیکھتا اور کبھی کتاب کی اس عبارت کی طرف۔

یہ بارش "کیومولونمبس" ہی قسم کے بادلوں سے ہو رہی تھی۔ راحیل ان کے بارے میں جانتا تھا اور ان بادلوں کو وہ اپنی آسانی کے لئے "اوبما" کے نام سے یاد رکھتا تھا۔ جب بھی ان بادلوں کا دھیان آتا سب سے پہلے "اوبما" ہی اس کے ذہن میں ابھرتا اور یہ نام "کیومولونمبس" "اوبما" ہی کے سہارے اپنے ذہن میں محفوظ کر سکتا۔!

اس نے ایک طویل سانس لی اور بندر کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا "اگر مجھے اپنی دادی اماں کی سنائی ہوئی کہانیوں پر یقین ہوتا تو میں ابھی تڑ سے گر جاتا اور بے ہوش ہو جاتا۔!"

بندر نے پھر غار کے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ وہاں پہنچ کر دوبارہ اسے بیئر کی بوتل پیش کی اور پھلوں کا ایک ڈبہ ٹن کٹر سمیت اٹھا لایا۔!

"تمہاری اس میزبانی کا شکریہ۔ بھوک لگ رہی ہے۔ پھل کھاؤں گا۔ بیئر نہیں پیتا۔"

بندر پھر اپنے پائپ سے شغل کرنے لگا تھا۔!

کچھ دیر بعد راحیل پھر بولا "تمہارا علم اور تمہاری یادداشت کا مقابلہ میں نہیں کر سکتا کیونکہ میں ان بادلوں کو "اوبما" کے نام سے یاد رکھتا ہوں۔!"

بندر سے جواب کی توقع تو نہیں کی جا سکتی بس وہ خود ہی احمقوں کی طرح اسی قسم کی اوٹ پٹانگ باتیں کرتا رہا تھا۔

بندر نے پھر اشارہ کیا کہ وہ ٹن کاٹ کر اپنے لیے پھل نکالے۔۔۔ لیکن راحیل نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ آخر بندر نے خود ہی اٹھ کر ٹن کٹر سنبھال لیا!

"تو جانی ۔۔!" راحیل ہاتھ اٹھا کر بولا "ہو سکتا ہے کہ تم بیئر پی جاتے ہو لیکن یہ ضروری نہیں کہ تم نے کچھ پڑھ کر اپنے ہاتھ پاک کئے ہوں۔ لاؤ۔ ادھر لاؤ!"

اس نے ٹن کٹر اور ڈبہ اس کے ہاتھ سے لے لیے۔۔۔ ٹن کاٹ کر سیب کے ٹکڑے نکالے اور بندر کا شکریہ ادا کر کے کھانے لگا۔

بندر بجھے ہوئے پائپ کی راکھ جھاڑ رہا تھا۔۔۔!

بندر اب کتابوں کے ڈھیر کو الٹنے پلٹنے لگا تھا۔ اس نے اس میں سے ایک لمبا سا لفافہ نکالا۔۔۔ کچھ دیر تک اس پر نظر جمائے ہوئے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتا رہا پھر راحیل کی طرف بڑھ کر لفافہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

لفافہ سربمہر تھا اور اس پر تحریر تھا۔

"اس کے نام جسے یہ دیا جائے!"

راحیل نے لفافہ چاک کر ڈالا۔!

اس کے اندر ایک پرچہ تھا جس پر تحریر تھا۔

"محترم :-

میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ براہ کرم اس بندر کو اس کے

وارث تک پہنچا دیجئے! بندر ہی سے آپ کو اخراجات کے لیے رقم بھی ملے گی۔۔ لیکن اس بات کو ذہن نشین کر لیجیے کہ اگر آپ نے اس بندر کو کسی قسم کی تکلیف پہنچا کر یہ رقم خُرد بُرد کر دی تو آپ اس سے زیادہ حیرت انگیز حالات سے دوچار ہوں گے جن سے آپ اس وقت ہیں! لیکن وہ حالات خوشگوار نہ ہوں گے۔ البتہ اس بندر کو اس کے وارث تک پہنچا دینے کے بعد جو رقم باقی بچے اس پر آپ کو پورا پورا استحقاق ہوگا۔"

راحیل نے بندر کے وارث کے پتہ پر سرسری نظر ڈالی اور پھر بندر کو گھورنے لگا۔!

ان دنوں عمران پر موسیقی کا "حملہ" ہوا تھا۔ حملہ بھی ایسا کہ آس پاس کے لوگ پاگل سمجھنے لگے تھے۔!

صفدر جو اُسے کافی حد تک سمجھنے لگا تھا اس کا بھی یہی خیال تھا کہ شاید دماغ کا کوئی اسکریو ڈھیلا ہو گیا ہے۔!

بات ستار تانپورے کی ہوتی تو بات بھی تھی۔۔! وہاں تو موسیقی کا تخت ایجاد ہو رہا تھا۔!

تو وہ ساز کا تخت تھا۔ اس پر کیلیں گاڑ کر چھتیس تار کھینچے گئے تھے! اس کا دعویٰ تھا کہ سات سروں کی بجائے چھتیس سر ہوتے ہیں۔ ابھی تک موسیقی پر ظلم ہوتا رہا ہے! اب وہ بقیہ اُنتیس سروں کو بھی آزادی دلائے گا۔!

صفدر نے پوچھا "آخر۔۔۔ اس کا مقصد کیا ہے!"

"ایجاد و اختراع کی ٹہنی میں پھول کھلا رہا ہوں۔!" جواب ملا۔

"تو یہ۔۔۔ بے چاری موسیقی ہی رہ گئی تھی۔!"

"امیر خسرو کے بعد بڑی مشکل سے میں پیدا ہو سکا ہوں۔ مشہور سفر رنگ

کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور وہ طبلوں کی جوڑی کہلاتی تھی۔ میں چھبیس تاروں کا ستار ایجاد کر کے اس کا نام گھپلا رکھ دوں گا کیسی رہی!" عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔!

"طبلہ۔ . . اور . . . گھپلا۔!" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

عمران پھر تاروں کو کسنے اور انہیں بجانے میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔!

اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کسی کا قہقہہ سنائی دیا۔

"ہیلو۔!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

"ہاں — دیکھو جانی — !" دوسری طرف سے آواز آئی "چار ٹن پیاز کی ڈلیوری مل گئی ہے۔ میں تیا جانی بول رہا ہوں۔!"

"اچھا۔ اچھا۔ . . !" عمران سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا "چار ٹن پیاز۔ چھلی ہوئی . . یا چھلکے دار۔!"

"کیا بکتا ہے رے — کون ہے۔!"

"تیس پیاز کی ڈلیوری سے مطلب ہے یا ان سب باتوں سے۔!"

"ابے تم ہے کون — ہمارے آفس میں بیٹھ کر ہم سے مسخری کرتا ہے!"

"آپ کا آفس؟" عمران نے دیدے نچائے۔!

"ہاں۔ ہمارا آفس — سیٹھ تیا جانی تھر جانی کا آفس۔؟"

"اوہ — غلط نمبر ہے صاحب! یہ تو حجام کی دوکان ہے۔؟"

"حرامی — !" کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران نے ریسیور رکھ دیا اور صفدر سے بولا "ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اس ایجاد کی شہرت دور دور تک پہنچے گی۔ ٹھہرو — میں اپنے اسی گھپلے پر چھڑے

ہوئے ایک نغمے کا ریکارڈ سنواتا ہوں۔!"

وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا اور وہاں سے ایک ٹیپ ریکارڈر اٹھا لایا۔!

"تو سنو — !" اس نے بیٹھ کر ٹیپ ریکارڈر کو چلاتے ہوئے کہا۔

نغمہ شروع ہو گیا۔ ہر تار الگ الگ بول رہا تھا اور ان میں کسی قسم کی بھی ترتیب نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"کیا سمجھے۔!" عمران کچھ دیر بعد ٹیپ ریکارڈر بند کرتا ہوا بولا۔

"نہیں — بیکاری کے اور بھی بہت سے مشغلے ہیں۔ آخر گھر بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ۔!"

"باہر چلیں — !" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"میں اسی لیے آیا تھا۔ بہت دنوں سے یہیں پڑے ہیں بیٹھے۔!"

"اماں تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے کوئی مرغی کہہ رہی ہو کہ بہت دنوں سے انڈوں پر نہیں بیٹھی — خیر چلو — تھوڑی شکر ہی پار کر لائیں گے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"سب چلتا ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ اور الماری سے کوٹ نکال کر پہننے لگا — اور پھر اسپورٹس ٹوپی بھی پہننے جا رہا تھا کہ صفدر نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیوں۔!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"نہیں چلے گی۔!"

عمران نے ٹوپی الماری ہی میں پھینک دی اور ٹائی اٹھا کر صفدر سے بولا۔

"باندھ دو۔!"

"کوٹ تو اتاریے۔!"

"اسے چلو۔ یونہی سہی۔۔"

"میں اتنا مشتاق نہیں ہوں۔۔"

"بہتر۔" وہ اس کے ہاتھ سے ٹائی لے کر الماری میں جھٹکتا ہوا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

مطلع ابر آلود تھا۔ کبھی دھوپ اور کبھی چھاؤں۔۔ بعض اوقات ننھی ننھی بوندیں بھی آجاتیں۔ لیکن بس پل بھر کے لیے۔!

صفدر کی گاڑی نیچے موجود تھی۔

"کیا میں اپنی گاڑی میں چلوں۔" عمران نے پوچھا۔

"کیا ضرورت ہے۔" صفدر نے اس کے لیے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ عمران گاڑی میں بیٹھ گیا۔

صفدر ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا جو کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"میں آپ کو فکرمند دیکھ رہا ہوں۔" صفدر نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"یقیناً۔! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ سی پیز جانے سے کیا فائدہ۔!"

"تو پھر آپ ہی کوئی فائدہ مند تدبیر سمجھائیے۔!"

"ایک تسلے میں پانی بھرو۔ اور چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر اس کے قریب بیٹھ جاؤ۔ اور ٹیبل پنکھے کا رخ اپنی طرف کر کے فل اسپیڈ پر چلا دو۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"تسلے بھر پانی سمندر کا بدل۔ پنکھے کی تیز ہوا سمندری ہوا کا بدل۔ اور چائے۔ چائے کا بدل تو آج تک دریافت ہی نہیں ہو سکا۔ ہاں دیکھو وہ آگے ڈسپنسری ہے۔۔۔ اس کے سامنے گاڑی روک دینا اور

بونٹ اٹھانا۔ پھر میں دیکھوں گا کہ انجن میں کیا خرابی واقع ہوئی ہے۔!"

"خرابی۔؟ میری گاڑی کا انجن بالکل ٹھیک ہے۔!"

"نادانی کی بات نہ کرو۔ میں تم سے بڑا مستری ہوں۔ اچھوں۔۔۔ ہوں۔۔ روکو۔ ٹھیک۔۔۔ بالکل ٹھیک۔۔۔ انجن بند نہ کرو چلنے دو۔۔ اور اٹھاؤ بونٹ۔۔۔"

صفدر اسے گھورتا ہوا گاڑی سے اتر گیا۔ پھر وہ بونٹ اٹھا ہی رہا تھا کہ عمران بھی قریب آگیا۔۔۔ اور جھک کر ایکسیلیٹر کے اسپرنگ پر زور آزمائی کرنے لگا۔۔

"کیا کر رہے ہیں آپ۔۔ والوز جل جائیں گے۔!"

"چلو اب۔ انجن بند کر دو۔۔ میں ابھی ٹھیک کیے دیتا ہوں۔!"

"آخر ہوا کیا ہے۔؟"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔ تم انجن بند کر دو۔"

"اچھا خاصا موڈ چوپٹ کر دیا آپ نے۔!" صفدر بڑبڑاتا ہوا ڈیش بورڈ کی طرف آیا اور سوئچ آف کر کے وہیں کھڑا عمران کو گھورتا رہا۔

عمران ڈسٹری بیوٹر کی کیپ اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔؟"

"کرنٹ برابر نہیں ہے۔"

"کمال ہو گیا۔ تو پھر انجن۔!"

"بس بس۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا تم بھی بچے ہو۔!"

"عمران صاحب۔!"

"میرے کان نہ کھاؤ۔ ورنہ... یہ گاڑی کسی دن تمہیں جہنم میں پہنچا دے گی۔"

صفدر دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

کبھی غصہ آتا اور کبھی حیرت ہوتی ہے، اچانک اسے یاد آیا کہ عمران نے گاڑی روکنے کے لیے سگنل بھی تو شاید ہی دیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ ڈیسپیچ کے سامنے گاڑی روک کر، اگر انجن کی آواز سے اس نے کوئی خرابی محسوس کی تھی تو گاڑی اسی جگہ رکوا دیتا۔ ڈیسپیچ تک کیوں آیا۔

اس نے کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے انہماک سے انجن کی طرف متوجہ تھا۔

صفدر نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ ایک سگریٹ منتخب کی اور اسے سلگانے لگا۔

تب ہی ایک گاڑی اور آکر اسی جگہ رک گئی۔ جسے محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض خود ڈرائیو کر رہا تھا۔

وہ انجن بند کر کے گاڑی سے اترا لیکن عمران پر نظر پڑتے ہی اسے ٹھٹک جانا پڑا تھا۔

صفدر نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔

فیاض آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ عمران کی پشت اس کی طرف تھی اور وہ اب بھی انجن پر ہی جھکا ہوا تھا۔

صفدر نے دونوں کو باری باری دیکھا اور گاڑی کی پشت کی طرف کھسک گیا۔

فیاض جیسے کھنکارا تھا اور پھر غصیلی آواز میں بولا تھا۔

"کیا ہو گیا۔؟"

"بٹر فلائی۔" عمران نے اپنی پوزیشن میں کوئی تبدیلی کیے بغیر کہا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" فیاض اس کی کمر تھپتھپا کر بولا۔

"ہائیں۔ اوہو۔ اے... تم کہاں۔" عمران اس کی طرف مڑا۔

اس کے چہرے سے خوشی سی پھوٹ پڑ رہی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔؟"

"بٹر فلائی۔"

"ہوش مندی کی باتیں کرو"

"تمہاری بٹر فلائی گڑبڑ کر رہی ہے۔؟"

"نہیں۔ اسی جگہ گاڑی کی گڑبڑ کا احساس ہوا ہے۔؟"

"پھر کہاں ہوتا۔ سمجھ نہیں۔"

"میں کہتا ہوں اب تم یہ حرکتیں ترک کر دو۔ ورنہ...!"

"آخر میں نے کون سی حرکت کی ہے بٹر فلائی کے ساتھ۔؟"

"تم بار بار بٹر فلائی کا حوالہ کیوں دے رہے ہو۔" فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

"تو پھر تم ہی بتاؤ کیا کہوں۔؟"

"عمران اگر تم نے میرے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہوگا۔"

"مگر اس گاڑی کا کاربوریٹر تمہارا معاملہ ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"مجھے اس پر مجبور نہ کرو کہ میں کسی کٹنگ کر ڈالوں۔"

"خدا کے لیے چلو . جلدی سے — میری سمجھ میں تو نہیں آرہا کہ معاملہ کاربوریٹر کا ہے یا ڈسٹری بیوٹر کا -!"

فیاض کھڑا اپنا ہونٹ چباتا رہا -!

صفدر نے یہی مناسب سمجھا کہ گاڑی کی پشت ہی پر پیرا کرے!

"اچھی بات ہے — میں دیکھوں گا تمہیں -!" فیاض نے کہا اور ہسپتال کے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا -!

صفدر نے اُسے کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھا اور عمران — وہ تو پھر اسی طرح انجن کی طرف متوجہ ہوگیا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو -!

صفدر اُس کے قریب آیا، چند لمحے خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔

"کیا قصہ ہے جناب -؟"

"ارے تم پھر کان کھانے لگے.." عمران نے سیدھے کھڑے ہو کر اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بتانا پڑے گا۔ فیاض بہت غصے میں معلوم ہوتا تھا۔"

"ہم کو غصے پہ.. کیا آتا ہے؟ . بھول گیا۔ اللہ مالک ہے... اب تو یہ گاڑی ...!"

"گاڑی کی بات چھوڑو نہیں چلے گی -!"

عمران تن کر کھڑا ہوگیا۔ کچھ دیر اُسے گھورتا رہا پھر غصیلی آواز میں بولا۔

"بھاگ جاؤ اسی نامعقول کے پیچھے -!"

"عمران صاحب ہم سی بریز جانے کے لیے نکلے تھے -!"

"کچھ دیر اور ٹھہرو تو لائٹ ہی کیسینو بنا کے چلیں گے -!"

"میرا سر چکرا رہا ہے... جلدی سے جلدی چائے پینا چاہتا ہوں -!"

"ارے ... سر چکرا رہا ہے ... قے تو نہیں ہوتی۔ متلی ہوتی ہوگی اور کھٹی چیزوں کے ساتھ ہی بھنی ہوئی مٹی کھانے کو جی چاہتا ہوگا -!"

"عمران صاحب -!"

"عمران صاحب کا اس میں کوئی قصور نہیں ہو سکتا -!"

"اچھا تو آپ یہیں کھڑے رہیے.. میں جا رہا ہوں!" صفدر سڑک پار کر کے دوسری طرف چلے جانے کی دھمکی دیتا ہوا بولا۔

"ارے اپنا یہ جنجال کس پر چھوڑے جا رہے ہو۔" عمران نے گاڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"دلچسپی کا مشغلہ آپ کے ہاتھ آگیا ہے!" صفدر رک کر ناخوشگوار لہجے میں بولا۔ "مجھے تو آپ جانے ہی دیجیے -!"

"یہ ڈھول میں اپنے گلے میں نہیں لٹکا سکوں گا اگر اس نے سچ مچ کسی کیب کو جا ہی لیا تو پھر میں اللہ میاں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤں گا!"

"آپ چاہتے کیا ہیں ؟-"

"اپنی گاڑی سنبھالو — اور رفوچکر ہو جاؤ -!"

"یعنی کہ... کیا مطلب ... !"

"میرے ساتھ ہی تم بھی دھر لیے جاؤ گے، ورنہ چلے جاؤ۔ دیکھا نہیں کپتان صاحب یہاں پیر گاڑے کھڑے ہیں -!"

"کوئی خاص بات -!" صفدر نے مسکرا کر پوچھا۔

عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا "میرے مقدر میں عام باتیں کہاں۔"

"اور مجھے یوں دور تک پھینک جاؤ! واپسی پر شکریہ لوں گا تمہارا بیٹے۔"

صفدر کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آئے۔ غصے اور کھسیاہٹ کا عجیب سا امتزاج تھا۔!

اس نے آگے بڑھ کر بونٹ گرا دیا اور ذرا ہی سی دیر میں [illegible] سنبھال لیا۔!

انجن اسٹارٹ کرتے وقت آنکھ اٹھا کر عمران کی طرف دیکھا تھا۔ جیسے عمران بالکل ہی دوسری گاڑی کے قریب مودب کھڑا تھا جیسے کوئی ادنیٰ سا ملازم صاحب کو رخصت کر رہا ہو۔ گاڑی کے حرکت میں آتے ہی اس نے ہاتھ اٹھا کر صفدر کو سلام بھی کیا تھا۔۔۔!

گاڑی تیزی سے آگے بڑھی اور اگلے ہی چوراہے سے بائیں جانب مڑ گئی۔!

عمران وہیں کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا! پھر وہ فیاض کی گاڑی کی طرف مڑا۔

فیاض خود ہی ڈرائیو کرتا تھا۔!

پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اطمینان سے سیٹ پر بیٹھ کر جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں ڈال کر آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فینسی مارکیٹ کی کیپ ونڈو کا پھاٹک پھر کھلا اور ایک ضعیف بوڑھے سیٹھ احمد علی کو سہارا دیتا ہوا باہر نکلتا دکھائی دیا۔

عمران نے لپک کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور خود بھی نیچے اتر کر اس طرح فیاض کی طرف جھپٹا جیسے اس ضعیف آدمی کو سنبھالنے میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہو۔!

ان دونوں کے پیچھے ایک شعلہ جوالہ تھی۔ نہ جانے بلاؤز اور ساڑھی سرخ میں اس کا دمکتا ہوا چہرہ صحیح معنی میں شعلہ ہی لگ رہا تھا۔ بلاؤز ہی کے رنگ کی [illegible] بے داغ چہرے کو اور زیادہ نمایاں کرنے کا سبب بنی تھی۔!

عمران کو اس طرح اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس کا چہرہ حیرت سے دنگ رہ گیا۔ پھر بھنویں تن گئیں۔۔۔ اس نے بڑی سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے تھے!

عمران نے بائیں جانب سے بوڑھے کو تھام لیا۔!

فیاض کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔

عمران نے گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور بوڑھے کو سہارا دیتے ہوئے خود بھی گاڑی میں گھسا چلا گیا۔ نہایت خاموشی سے بوڑھے کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی اور خود بھی اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ فیاض کا چہرہ غصے کے مارے بینگنی لگنے لگا تھا۔ لیکن وہ خاموشی سے ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے چپ چاپ اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ گیا۔ لڑکی اس کے برابر بیٹھ گئی تھی۔

عمران اس طرح بوڑھے کی طرف دیکھے جا رہا تھا جیسے اسے اس کے تمام کا پورا خیال ہو اور وہاں اس کی موجودگی کا مقصد یہی ہو کہ وہ اسے سنبھالے رہے۔۔۔!

فیاض کی کار تیز رفتاری سے ایئرپورٹ والی سڑک پر دوڑی جا رہی تھی۔ دفعتاً لڑکی نے فیاض سے کہا "صاحب بہتر یہی ہوگا کہ ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں۔!"

"جی ہاں۔۔۔ اوہ۔۔۔" فیاض اس کے علاوہ اور کچھ نہ بولا۔

"لیکن شاید ہم دوسرا راستہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں!" لڑکی نے کہا۔

"ادھر ہی سے چلتے ہیں۔۔۔ بے فکر رہئے!"

مطلع صبح ہی سے ابر آلود رہا تھا۔ اس وقت گہرے سیاہ بادل امنڈے تھے اور کسی گوشے سے بھی آسمان نہیں دکھائی دیتا تھا۔!

دفعتاً بڑی بڑی بوندیں آئیں اور موسلادھار بارش شروع ہو گئی!

عمران نے بڑی پھرتی سے دونوں کھڑکیوں کے شیشے چڑھا دیئے۔!

گاڑی کی رفتار بھی کم کر دی گئی!

"یہ تو بہت برا ہوا۔!" لڑکی مضطربانہ انداز میں بولی۔

"تم خواہ مخواہ کسی وہم میں مبتلا ہو گئی ہو۔ اور ۔۔۔!"

فیاض مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ گاڑی کے پیچھے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور گاڑی سڑک کے نیچے اترتی چلی گئی! فیاض نے بڑی پھرتی سے بریک لگائے لیکن پھر بھی جھٹکا ایسا ہی تھا کہ گاڑی الٹتے، الٹتے رہ گئی۔!

عمران فیاض سے پہلے ہی سنبھلا تھا۔ لیکن بیکار کیونکہ، تھوڑی دیر میں صرف ایک دوسری گاڑی برابر آ کر رکی تھی اور اس کی کھڑکی سے ایک ٹامی گن کی نال جھانکنے لگی تھی۔!

"کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش کی تو فائرنگ شروع کر دی جائے گی۔"

برابر والی گاڑی سے کسی نے چیخ کر کہا۔

بارش تیز دھواں دھار ہو رہی تھی کہ دو چار گز فاصلے کی چیزیں بھی نہیں دکھائی دے رہی تھیں۔ برابر والی گاڑی سے تین آدمی اترے تھے۔ ان میں سے بھی ایک نے ٹامی گن سنبھال رکھی تھی۔ دوسری گاڑی کی کھڑکی سے جھانک رہی تھی!

دو آدمیوں نے بڑھ کر گاڑی سے کھینچ کر نکال لیا۔!

"بھئی۔ رسید تو دیتے جاؤ۔" عمران ہکلا ہکلا کر بولا۔

فیاض بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔!

ٹامی گن والے نے اس کی کھڑکی کے قریب جا کر کہا۔

"پچھلا پہیہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے دانشمندی کا تقاضہ یہی ہونا چاہیے۔۔۔!"

جس دروازے سے لڑکی کو کھینچ کر نکالا گیا تھا وہ ابھی تک کھلا ہی ہوا تھا۔!

عمران نے کنکھیوں سے دوسری گاڑی کی طرف دیکھا، اس کی کھڑکی سے اب تک ٹامی گن کی نال دکھائی دے رہی تھی۔!

اس نے بڑی پھرتی سے باہر چھلانگ لگائی! گولیوں کی بوچھاڑ اس کے اوپر سے دوسری طرف نکل گئی تھی۔!

عمران اس آدمی پر جا پڑا جو فیاض کی کھڑکی کے قریب کھڑا تھا۔ ایسا شدید حملہ تھا کہ وہ عمران کے نیچے ہی دب کر رہ گیا۔ ٹامی گن بھی عمران کے ہاتھ آ گئی۔!

مغلوب کو اسی طرح دبوچے ہوئے اس نے فیاض کی گاڑی کے نیچے سے دوسری گاڑی کے ٹائروں پر فائرنگ شروع کر دی۔!

دفعتاً فیاض عمران پر اور وہ لڑکی فیاض پر گری۔۔۔

"اور اب یہ گاڑی بھی مجھ پہ اوپر رکھ دو۔" عمران نیچے سے کراہا۔

ادھر دوسری گاڑی سے ایک چیخ سنائی دی۔ ایسا لگا جیسے کوئی کسی کو ذبح کر رہا ہو!

عمران بمشکل اس ڈھیر سے نکل سکا۔ دوسری گاڑی سے اب فائر نہیں ہو رہے تھے۔!

عمران نے فیاض سے کہا۔ "اپنے نیچے والے کو سنبھالو ورنہ ہاتھ سے

جائے گا . . . اُوپر والی کی فکر نہ کرو۔ !"

پھر وہ زمین پر گھسٹتا ہوا پھر پیٹ کے بل دوسری گاڑی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ !

فیاض نے مغلوب کی گردن میں قینچی ڈال دی اور لڑکی اب اُس پر سے پسپا ہو کر دوسری طرف جا پڑی تھی۔ !

عمران نے دوسری گاڑی کے دوسری جانب والے پہیوں پر بھی فائرنگ کی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ حملہ آوروں کے اگلے قدم کے بارے میں معلوم ہو سکے لیکن دوسری طرف سناٹا ہی رہا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد اُسے معلوم ہو گیا کہ حملہ آوروں کی گاڑی میں ایک لاش کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وہ فرار ہو چکے تھے۔ ! اور وہ لاش کسی بوڑھے اور علیل غیر ملکی کی تھی جسے فیاض کی گاڑی سے زبردستی اٹھا لیا گیا تھا۔ اُس کی گردن کسی دھار دار آلے سے کاٹ دی گئی تھی۔ !

عمران پھر فیاض کی طرف پلٹ آیا۔ وہ ابھی تک اس حملہ آور سے گتھا ہوا تھا جس سے عمران نے ٹامی گن چھینی تھی۔ اس نے اس کی لگائی ہوئی قینچی کا توڑ کر لیا تھا اور نکل بھاگنے ہی والا تھا کہ عمران نے ٹامی گن کی دو ضربیں اس کے سر پر لگائیں . . . اور وہ فیاض کے بازوؤں میں جھول گیا۔

"پھینک مت۔ !" عمران بولا۔

فیاض اُسے ایک طرف دھکیل کر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا جو گاڑی کے نیچے رینگ گئی تھی۔ !

"وہ بہت آرام سے ہے۔ میری سنو۔ !" عمران نے فیاض کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"ہوں۔ کیا ہے۔ ؟"

"بڈھے کو قتل کر کے . . . وہ فرار ہو گئے۔ !"

"کیا۔ ؟" فیاض بوکھلا کر حملہ آوروں کی گاڑی کی طرف بھاگا۔ اور عمران جھک کر بے ہوش حملہ آور کو اٹھانے لگا۔ !

اُسے فیاض کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالنے کے بعد جھک کر لڑکی سے بولا۔ !

"بارش سے بچنے کے لیے اس سے بہتر تدبیر ممکن نہیں لیکن اب آپ گاڑی کے اوپر ہی آ جائیں تو بہتر ہے۔ !"

دفعتاً فیاض اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولا۔ "یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ ؟"

"ذرا انہیں گاڑی کے نیچے ہی رہنے دو۔ !"

"عمران خدا کے لیے برداشت کرو۔۔ میں اس حادثے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اسے لڑکی کا وہم سمجھا تھا۔ !"

"اب کیا کرو گے۔ ؟"

"میری گاڑی کا وائرلیس سسٹم خراب ہو گیا ہے۔" فیاض بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم یہیں ٹھہرو۔ اسپیئر وہیل موجود ہے۔ !"

"وہ تم ہی لگاؤ۔ !" عمران سر ہلا کر بولا۔

اس کے بعد فیاض نے لڑکی کو گاڑی کے نیچے سے نکالا تھا اور خود ہی فالتو پہیہ لگانے بیٹھ گیا تھا۔

بارش کے بعد کا ہی عالم تھا . . . ! عجیب اتفاق تھا کہ اس دوران میں کوئی اور گاڑی بھی اُدھر سے نہیں گزری تھی۔ !

پہیہ لگانے کے بعد فیاض عمران کے قریب آ کر بولا۔ "میں اس قیدی

میں جا رہا ہوں۔! لڑکی اور لاش کی نگرانی تمہارے ذمے۔۔ تم ان لوگوں کی گاڑی میں بارش سے بھی محفوظ رہ سکو گے۔!"

"لاش سر آنکھوں پر لیکن لڑکی کی ذمہ داری میں نہیں لے سکتا۔" عمران کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"عمران خدا کے لیے سنجیدگی اختیار کرو۔ میں بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔!"

"اچھی بات ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تمہارے لیے یہ بھی سہی۔!" لڑکی بڈھے کی لاش دیکھ کر چکرائی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

"اب دیکھو۔!" عمران مسکین صورت بنا کر بولا۔ پھر جلدی سے سر ہلا کر کہا۔ "یہ بہت ٹھیک ہے۔۔۔ لڑکی اگر ہوش میں ہو تو بھی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔!"

فیاض انہیں حوالداروں کی گاڑی میں چھوڑ کر وہاں سے چل دیا۔ عمران کچھ دیر تو گاڑی میں بیٹھا رہا پھر نیچے اتر آیا۔! ٹامی گن اس نے اپنے کوٹ کے اندر چھپا لی اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے۔!

دس منٹ بعد بارش کم ہو گئی۔ اکا دکا گاڑیاں ادھر سے گزر رہی تھیں لیکن کسی نے اس گاڑی کی طرف دھیان بھی نہ دیا۔

پچیس منٹ کے اندر اندر وہاں پولیس کی کئی گاڑیاں پہنچ گئیں۔ عمران نے دور ہی سے ان گاڑیوں کو دیکھا تھا اور پھرتی سے ٹامی گن کو رومال سے صاف کر کے حوالداروں کی گاڑی میں ڈال دیا تھا۔!

کئی بڑے آفیسر گاڑیوں سے اترے تھے۔ اور فیاض عمران کے پاس آکھڑا ہوا تھا۔!

"ٹامی گن کہاں ہے۔!" اس نے اس سے آہستہ سے پوچھا۔

"کیسی ٹامی گن۔!" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ جو تم نے اس آدمی سے چھینی تھی۔!"

"کیپٹن فیاض۔! تم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔ میں نے کسی سے کوئی ٹامی گن نہیں چھینی تھی۔!"

"عمران بے تکی باتیں مت کرو۔ اچھا ادھر آؤ۔!" وہ اسے بقیہ لوگوں سے کچھ دور لے جاتا ہوا بولا۔

عمران بڑے سعادت مندانہ انداز میں اس کے ساتھ کھنچتا چلا گیا تھا!

"میں بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔!" فیاض بولا۔

"کتنی بار یہی جملہ دہرا چکے ہو۔!"

"میری دشواری کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"ارے سمجھا بھی چکو۔ اب مجھے سردی لگ رہی ہے! خود تو کپڑے بھی بدل آئے ہو اور اب برساتی پہنے کھڑے ہو۔۔۔!"

"بس تم یہ بیان دینا کہ لڑکی تمہاری دوست ہے! اس نے تم سے کہا تھا کہ تم اسے کسی پولیس آفیسر کی حفاظت میں ایئرپورٹ تک پہنچا دو۔!"

"چلو۔ سمجھ گیا۔!"

"لڑکی کا پورا نام ایلا گرین ہے۔ تم تین ماہ سے اسے جانتے ہو۔ ولایتی تھی۔!"

"اور وہ بڈھا۔!"

"اس کا باپ تھا... فورنر گرین — پروفیسر فورنر گرین۔!"

"چلو یہی سمجھ میں آگیا۔؟"

"بس اتنا کافی ہے! تم میرے دوست ہو! تم نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اس سلسلے میں تمہاری مدد کروں۔!"

"اور تم نے مدد کر کے اس لڑکی کو یتیم کر دیا۔!"

"سنجیدگی اختیار کرو — اس کے بعد تم جو کچھ چاہو گے وہی ہو گا۔!"

"ٹھیک ہے۔! لیکن اگر میرے اس بیان کے بعد مزید پوچھ گچھ ہوئی تو؟"

"تم فکر مت کرو — میں سب سنبھال لوں گا۔!"

"بیان تم ہی تو لو گے میرا۔!"

"ہاں... ہاں... لیکن معاملہ چونکہ ایک سفارت خانے کا ہے اس لیے ممکن ہے کہ وہاں کے محکمے کے کچھ لوگ بھی اس وقت موجود رہیں۔!"

"بیان لو گے کب۔؟"

"بس یہاں سے چل کر۔!"

"میرا خیال ہے کہ میں دوسروں سے الگ ہی الگ رہوں۔ جب یہاں سے روانگی ہوگی چپ چاپ تمہاری گاڑی میں بیٹھ جاؤں گا — کیا خیال ہے!؟"

"بہتر یہی سہی... تمہاری گن کہاں ہے؟"

"اسی گاڑی میں ڈال دی تھی۔!"

"اچھی بات ہے..." فیاض نے کہا اور عمران کو وہیں چھوڑ کر پھر گاڑی کی طرف چل پڑا۔

بارش تھم چکی تھی — عمران آہستہ آہستہ سڑک کے دوسرے کنارے کی طرف کھسکتا رہا...!

جیسے ہی دوسرے کنارے پر پہنچا۔ ایک بس ٹھیک اسی جگہ آ رکی۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران بس کے اندر تھا۔

بس چل پڑی اور جب کنڈکٹر اس کے قریب پہنچا تو اس نے یہ معلوم کیے بغیر کہ بس کہاں جائے گی، چونی اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "تین پیسے والا۔!"

صفدر اطمینان سے بیٹھ بھی نہیں پایا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔!

دوسری طرف سے اس کا چیف ایکسٹو بول رہا تھا۔!

"کیپٹن فیاض کو عمران کی تلاش ہے۔ ۔ ۔ دو گھنٹے کے اندر اندر رپورٹ دو کہ اس تلاش کا کیا مقصد ہے۔!"

"میں نے عمران صاحب کو گرینشم لاج کے سامنے چھوڑا تھا!" صفدر نے کہا اور عمران کی کہانی دہرا دی۔

"نعمانی اور خاور کو گرینشم لاج کی نگرانی پر لگادو۔!" ایکسٹو کی آواز آئی۔!

"بہت بہتر جناب۔!"

"کوشش کرو کہ تمہارا اور فیاض کا سامنا ہو جائے۔ وہ اس وقت عمران کے فلیٹ ہی میں موجود ہے۔"

"تو کیا میں وہیں جاؤں۔؟"

"بہتر یہی ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

صفدر نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔

اب پھر کسی قدر بوندا باندی شروع ہوگئی تھی۔

بیس منٹ بعد اس کی گاڑی اس عمارت کے سامنے رکی جس میں عمران کا فلیٹ تھا!

دروازے پر دستک دیتے وقت بھی اس نے کیپٹن فیاض کی غراہٹ سنی تھی۔ سلیمان نے دروازہ کھول کر عمران کی عدم موجودگی کی اطلاع دی! لیکن صفدر اسے پیچھے ہٹاتا ہوا کمرے میں داخل ہوگیا!

"کہاں ہیں وہ حضرت؟ میری گاڑی تباہ کر دی!" اس نے گرج کر سلیمان سے پوچھا۔ پھر فیاض پر نظر پڑتے ہی ساکت رہ جانے کی ایکٹنگ کی۔

"عمران کہاں ہے؟" فیاض نے اسے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔!

"اگر مجھے معلوم ہوتا تو یہاں کیوں آتا؟"

"تم دونوں گرینشم لاج کے سامنے کیوں رکے تھے۔!"

"سب سے پہلے تو میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ اپنا لہجہ اور تخاطب درست کیجئے اس کے بعد ہی کسی قسم کی گفتگو ہو سکے گی۔!"

"جی؟"

"جی ہاں۔!"

"حلقے کے تھانے میں لے جا کر پوچھ گچھ کروں گا۔!"

"اب مجھے اپنے مشیر قانونی کو فون کرنا پڑے گا۔ سلیمان، فون کہاں ہے۔!"

"لائن خراب ہے صاحب۔ ۔ کل سے۔!" سلیمان نے جواب دیا۔

فیاض اُسے گھورتا رہا۔

"تو پھر میں کہیں اور دیکھتا ہوں!" صفدر کہتا ہوا دروازے کی طرف مڑا۔

"ٹھہریے...!" دفعتاً فیاض بولا۔ لہجہ اب بھی تیز ہی تھا۔

صفدر رُک کر اس کی طرف مڑا۔

"یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ ایک غیر ملکی سفارت خانے کے ایک مہمان کا قتل ہو گیا ہے!"

"میں قانون سے تعاون کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہوں!"

"تو پھر مجھے بتایئے کہ عمران کہاں ہے؟"

"میں خود ہی ان کی تلاش میں ہوں... میری گاڑی... !"

"کون ڈرائیو کر رہا تھا اُسے؟"

"میں... !"

"وہیں کیوں رُکی تھی گاڑی... !"

"صاحب انہوں نے روکو روکو کا نعرہ لگایا تھا اور مجھے اضطراری طور پر بریک لگانے پڑے تھے! انہوں نے کہا تھا کہ انجن کی آواز کسی خرابی کا اعلان کر رہی ہے اور پھر بونٹ اٹھا کر... !"

"کہاں جا رہے تھے؟"

"میں انہیں سی بریز لے جانا چاہتا تھا... !"

"کیوں؟"

"بس یونہی تفریحاً... !"

"پھر وہ وہاں تنہا کیوں رہ گیا تھا؟"

"مجھ سے کہا تھا کہ میں گاڑی کو کسی ورکشاپ میں لے جاؤں اور وہ ٹیکسی میں گھر واپس چلے جائیں گے!"

"میں آپ کا تحریری بیان لینا چاہتا ہوں اور ہاں آپ کی گاڑی کس ورکشاپ میں ہے؟"

صفدر نے اُسے ورکشاپ کا پتہ بتاتے ہوئے کہا: "ڈسٹری بیوٹر اور کاربوریٹر میں کچھ خرابیاں تھیں مکینک نے بتایا کہ دو چار میل چلنے کے بعد گاڑی گرم ہو جاتی!"

فیاض نے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس کا بیان لکھتا رہا۔

"مجھے یہیں رُک کر ان کا انتظار کرنا پڑے گا!" صفدر نے اپنے بیان کے نیچے دستخط کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں آپ کو اس کا انتظار کیوں ہے؟"

"یہ نجی معاملہ ہے جناب!"

"خیر... خیر... !"

صفدر نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اُسے پیش کیا۔

"شکریہ! میں اپنا ہی برانڈ پیتا ہوں!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا!

سلیمان بُرا سا منہ بنائے کھڑا تھا۔ صفدر نے اُس سے چائے کے لیے کہا!

"شکر نہیں ہے صاحب!"

"یہ کیا بات ہوئی... !"

"صاحب کہتے ہیں میں ایک شوگر بینک قائم کرنے والا ہوں اس سے

دھار لایا کرنا۔"

"ابے تو کیوں اپنی زندگی برباد کر رہا ہے میاں۔!" فیاض نے اس سے کہا۔

"بس کپتان صاحب یہی نہ کہیے گا!"

اتنے میں جوزف اندر آیا... کہیں باہر سے آیا تھا... اور دونوں کی طرف توجہ دیئے بغیر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

فیاض کی گھورتی ہوئی آنکھیں اس کا تعاقب کرتی رہی تھیں!

"کیا آپ جانور پال سکتے ہیں۔!" وہ صفدر کی طرف دیکھ کر بولا۔

اسی دوران میں صفدر نے سلیمان کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا اور اس نے فوری طور پر تعمیل کی تھی!

"میرا خیال ہے کہ آپ دونوں کی دوستی کافی پرانی ہے!" فیاض نے کچھ دیر بعد صفدر سے کہا۔

"جی ہاں۔!"

"آپ کا مشغلہ کیا ہے۔؟"

"ایک "فارورڈنگ اینڈ کلیئرنگ ایجنسی" چلا رہا ہوں۔!"

"عمران سے کس طرح تعلقات ہوئے تھے!"

"یہ تو یاد نہیں۔!"

"کیا آپ اسے ہر حال میں برداشت کر لیتے ہیں؟"

"آپ کا یہ سوال بھی عجیب ہے۔ ایسے باغ و بہار آدمی کے سلسلے میں لفظ "برداشت" کسی طرح بھی مناسب نہیں۔!"

"کبھی کبھی بور بھی کرتا ہے!"

"مجھے تو اس میں بھی دلچسپی ہی نظر آتی ہے!"

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی!

صفدر نے اٹھ کر دروازہ کھولا!

سامنے ایک وجیہہ نوجوان کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بندر بھی تھا۔

نوجوان نے ایک بڑا سا سوٹ کیس بھی سنبھال رکھا تھا!

"کیا علی عمران صاحب تشریف رکھتے ہیں!" اس نے پوچھا۔

"جی نہیں۔!"

"میں ایک طرح سے ان کا مہمان ہوں!" نوجوان بولا۔

صفدر کچھ نہ بولا۔

"وہ مجھے نہیں جانتے لیکن مجھے امید ہی ہے!" وہ بندر کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ بندر سوٹ کیس پر ہاتھ مار کر کسی قسم کے اشارے کئے جا رہا تھا...!

"ہاں... ہاں...!" نوجوان بندر کو مخاطب کر کے بولا "میں سمجھ رہا ہوں... بیٹھنا بھی تو عجیب ہوا!"

"تو پھر... آپ اندر تشریف لائیے۔" صفدر نے نوجوان سے کہا۔

وہ بندر سمیت اندر داخل ہوا۔ فیاض نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا تھا اور پھر بندر کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

وہاں کئی خالی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک پر بندر بڑے سلیقے سے بیٹھ گیا!

کمرے کی فضا پر گہرا سکوت طاری تھا۔

نوجوان نے سوٹ کیس فرش پر رکھ دیا تھا اور اب اسے کھول رہا تھا۔

اس نے صفدر سے کہا "تمباکو نوشی کا عادی ہے۔ ۔ ۔ دیر سے نہیں ملی۔ مضطرب ہے۔ ۔ ۔!"

صفدر نے دیکھا کہ وہ سوٹ کیس سے پائپ اور تمباکو کی پاؤچ نکال رہا ہے۔!

اس نے وہ چیزیں بندر کی طرف بڑھا دیں۔ ۔ ۔!

بندر، پاؤچ سے تمباکو نکال کر پائپ میں بھرنے لگا — فیاض متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا اُسے دیکھ رہا تھا۔

"میرا نام راحیل ہے۔ ۔ ۔!" نووارد نے کہا۔

"عمران صاحب کو کب سے جانتے ہیں۔!" صفدر نے پوچھا۔

"میں ان سے ذاتی طور پر واقف نہیں ہوں۔!"

"کسی نے بھیجا ہوگا!" صفدر بولا۔

"یہ سب کچھ میں انہیں ہی بتا سکوں گا!"

تھوڑی ہی دیر میں سلیمان اور جوزف بھی وہیں آ پہنچے۔ ۔ ۔ جوزف حیرت سے منہ پھاڑے بندر کو دیکھ رہا تھا!

بندر بڑے اطمینان سے پائپ پیتا رہا۔

پتہ نہیں کیوں فیاض کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے اب وہاں اس کا ٹھہرنا توہین آمیز ہو!

"میں جا رہا ہوں — کہہ دینا۔" اس نے سلیمان سے کہا "جیسے ہی یہاں پہنچے اُسے میرے پاس پہنچنا چاہئیے۔!"

سلیمان نے سر ہلا کر تعمیل حکم کا وعدہ کیا۔

فیاض بڑے غصے کے ساتھ باہر گیا تھا!

"یہ بندر ہے یا۔ ۔ ۔" سلیمان نے کچھ کہنا چاہا لیکن جوزف نے خوفزدہ انداز میں اُسے چپ کرا دیا!

"کیوں۔ ۔ ۔؟ کیا یہ تیرا چچا لگتا ہے؟" سلیمان جھنجھلا کر بولا۔

جوزف اپنا منہ پیٹنے لگا۔ اور — پھر دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ ۔ ۔!

"سچ مچ اس کا چچا ہی معلوم ہوتا ہے!" سلیمان بولا۔

"بڑی اچھی ٹریننگ دی ہے آپ نے۔ ۔ ۔!" صفدر نے راحیل سے کہا۔

"میرے فرشتے بھی نہیں دے سکتے۔!"

"پھر۔۔؟"

"بڑی حیرت انگیز کہانی ہے جناب! لیکن میں عمران صاحب ہی کو سنا سکوں گا!"

"کیا آپ ان سے کسی قسم کی مدد چاہتے ہیں!"

"مدد۔ ۔ ۔ ہرگز نہیں جناب۔ ۔ ۔ بھلا مدد کیوں۔؟"

"تو آپ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔!"

"مجھے بے حد افسوس ہے۔ ۔ ۔ میں اخلاقاً مجبور ہوں!"

"کوئی بات نہیں۔ ۔ ۔ لیکن یہ بتانا دشوار ہے کہ عمران صاحب کب واپس آئیں گے۔!"

"کیا شہر سے باہر گئے ہیں!"

"یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا!"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ مجھے واپس جانا ہے۔!"

"آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟"

"سردار گڑھ کے مضافات سے سمجھئے!"

"کس نے بھیجا ہے آپ کو۔؟"

"کسی نے بھی نہیں! ایک وصیت نامے کے تحت مجھے یہاں آنا پڑا ہے۔!"

"وصیت نامے کے تحت۔!"

"جی ہاں۔!"

صفدر نے اُسے سگریٹ پیش کیا جو شکریے کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

اس کے بعد اُس نے سلیمان کو الگ لے جا کر کہا "یہ بے چارہ بہت دور سے آیا ہے۔۔۔ کم از کم چائے اور کھانے کے لیے ہی کچھ نہ کچھ ضرور پیش کرو۔"

"بہت اچھا صاحب! اور ہاں میں نے فیاض صاحب پر ہی چائے کر رکھی ہے۔۔۔ ورنہ میرا صاحب تو حاتم طائی ہے۔۔۔ اور وہ اس وقت غسل خانے میں ہے۔۔۔!"

"کیا مطلب۔؟"

"فیاض صاحب کی موجودگی میں پچھلی طرف والے زینوں سے آئے تھے اور جیسے ہی میں نے فیاض صاحب کی موجودگی کی اطلاع دی تھی غسل خانے میں چلے گئے تھے اب بھی وہیں مقیم ہیں۔۔۔!"

صفدر جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا اور بڑھ کر غسل خانے کا دروازہ

لیکن اندر سے صرف گنگنانے کی آوازیں آتی رہیں۔!

صفدر دروازہ پیٹتا ہی رہا! آخر اندر سے جھلائی ہوئی آواز آئی!

"کیا اب میں نہا بھی نہ سکوں؟"

"جی نہیں! باہر تشریف لائیے۔ وہ چلا گیا!"

عمران نے باہر نکل کر کہا "الحمد للہ۔۔۔"

"پسند نہیں آئی یہ بات۔!" صفدر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"پولیس والوں سے بات کرنے سے بہتر ہے کہ آدمی غسل خانے میں بیٹھے۔"

"وہ مہمان بھی ہیں۔!" سلیمان نے خشک لہجے میں اطلاع دی۔

"مہمان۔!"

"جی ہاں۔!"

"ابے کیوں مذاق کرتا ہے! مہمانوں کے یہاں بھی کہیں مہمان آیا کرتے ہیں!"

"خود دیکھ لیجئے جا کر۔!"

عمران نے سوالیہ نظروں سے صفدر کی طرف دیکھا۔

"عزرائیل نام ہے۔۔۔ سردار گڑھ کے مضافات سے آیا ہے! ایک ٹرینڈ قسم کا بندر بھی ساتھ ہے۔۔۔!"

"اللہ بڑی قدرت والا ہے!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا "اُود بلاؤ کی میزبانی بھی میرے لیے مقدر کر سکتا ہے۔۔۔ چلئے۔!"

وہ مُردہ چال سے ڈرائنگ روم تک آیا!

بندر نے اُسے دیکھ کر حلق سے عجیب سی آواز نکالی اور جھپٹ کر سامنے والی میز پر احتیاط سے رکھ کر عمران کی طرف بڑھا۔

عمران اُسے بیگانہ انداز میں دیکھے جا رہا تھا!۔۔۔ بالکل بچوں کی سی آنکھیں ہو رہی تھیں! حیرت اور مسرت میں ڈوبی ہوئی آنکھیں۔۔۔۔!

بندر پہلے تو اُسے چاروں طرف سے سونگھتا پھرا۔ پھر ایک مسرت بھری چہکار کے ساتھ اچھل کر اس کی گود میں جا چڑھا۔

"برخوردار . . برخوردار . . . !" کہتا ہوا عمران اس کی پیٹھ سہلا رہا تھا۔ بندر نے اپنی تھوتھنی اُس کے گال پر اسی طرح رکھ دی جیسے پیار کر رہا ہو . . . !

جوزف روٹھنے کے سے انداز میں اپنی مادری زبان میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

"ابے تو کیوں مرا جا رہا ہے . . . میرا منہ چوم رہا ہے نہ تیرا . . ." عمران نے بندر سمیت اس کی طرف مڑ کر کہا۔

جوزف نے چیخ ماری اور گرتا پڑتا وہاں سے بھاگ نکلا۔

سلیمان بے تحاشا ہنس رہا تھا۔

راحیل سے صفدر نے عمران کا تعارف کرایا . . .

"تشریف رکھیے . . . تشریف رکھیے . . . !" عمران بولا۔ "اور اب اس برخوردار کے اظہار محبت سے مجھے نجات دلائیے . . . !"

"میں کیا کر سکتا ہوں جناب اس سلسلے میں . . !"

"کیا مطلب ہے . . "

"یہ آپ کا ہے . . آپ جانیں . . !"

"یا ارحم الراحمین . . !"

"کیا آپ تنہائی میں یہ کہانی سننا چاہتے ہیں یا یہیں سناؤں . . !"

"خدا کی پناہ . . ! کوئی کہانی بھی ہے . . !"

"جی ہاں . . . میں جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہوں !"

"اچھا تو آئیے . . !" عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

صفدر اور سلیمان احمقانہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے

تقریباً بیس یا پچیس منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی۔ عمران بے حد . . . سنجیدہ نظر آ رہا تھا . . .

اس نے راحیل سے کہا "یہاں آپ کا قیام کرنا مناسب نہ ہوگا میں کسی اچھے سے ہوٹل میں آپ کے ٹھہرنے کا انتظام کیے دیتا ہوں . . . !"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں !"

دروازے پر پھر دستک ہوئی !"

"کم ان . . !" عمران نے گونجیلی آواز میں کہا۔

اور فیاض کے محکمے کا ایک انسپکٹر کمرے میں داخل ہوا۔

"صاحب نے بلایا ہے !" اُس نے عمران کی طرف دیکھ کر دھتکارنے کے سے لہجے میں کہا۔

"اُن سے کہہ دینا . . . مہمان آ گئے ہیں . . . !"

"مناسب یہی ہے کہ آپ میرے ساتھ چلے چلیں . . !"

"اگر یہ بات ہے تو وارنٹ لے کر آؤ . . !"

"عمران صاحب . . !"

"تمہارے صاحب آج کل بہت اُداس رہتے ہیں۔ مجھے اس کا احساس ہے ! لیکن میں فی الحال . . !" عمران خاموش ہو کر بندر کی پیٹھ سہلانے لگا۔ جناب بھی اس سے چپٹا ہوا تھا !

"آپ خسارے میں رہیں گے . . !"

"ویسے ہی کون سی کوٹھیاں کھڑی کرا لی ہیں !"

"تو آپ نہیں چلیں گے . . ؟"

"ارے کوئی چودھراہٹ ہے ان کی کہ جب چاہا پکڑ بلایا . . . ."

بس آپ جائیے آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔!"

"ایسی بات ہے!" انسپکٹر نے کہا اور باہر چلا گیا۔

صفدر بولا "اب مجھے بھی اجازت دیجیے۔"

"آپ کی تشریف آوری کا مطلب؟"

"جی بس... یونہی... یہ اطلاع دینی تھی کہ گاڑی کی چابی گیراج میں پہنچ گئی۔!"

"شکریہ۔!"

کچھ دیر تک خاموشی رہی... پھر عمران نے سر اٹھا کر صفدر کی طرف دیکھا اور بولا "آپ تشریف نہیں لے گئے ابھی تک۔!"

"اس مہمان کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں۔!" صفدر نے بندر کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کے بارے میں آپ کیا جاننا چاہتے ہیں۔!"

"کیا پہلے سے بھی اس سے یاد اللہ تھی۔!"

"جناب عالی — فی الحال میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کو کیا جواب دوں۔!"

"یہ جس انداز میں آپ سے چمٹا ہوا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے!" صفدر نے کہہ کر راحیل کی طرف دیکھا اور راحیل نے عجیب انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی اور عمران سے بولا "ایک بات اور — یہ بیئر کی تین بوتلیں روزانہ پیتا ہے۔"

"کون؟" عمران کی آنکھیں اُبل پڑیں۔!

"یہی... یہی..." راحیل نے بندر کی طرف انگلی اٹھائی

"صاحب! کیا میں اسی لیے پیدا ہوا ہوں۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ عمران کسی فکرمند "دلہ برگار" کی طرح بڑبڑاتا رہا۔ "ایک مردود ہے — روزانہ چھ بوتلیں... اس پر بھی منہ سیدھا نہیں ہوتا... اور اب آپ تشریف لائے ہیں۔ چلو اترو۔!"

عمران نے بڑی بیزاری سے بندر کو الگ ہٹا دیا... وہ اس کی گود سے اتر کر پھر اسی کرسی پر جا بیٹھا جس پر پہلے بیٹھا ہوا تھا۔

عمران اب اُسے غضیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً بندر نے پائپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ دیا سلائی بھی ساتھ ہی اٹھائی اور پائپ کو سلگانے لگا۔!

"پروردگار... کیا میرا بیڑا بالکل ہی غرق ہونے والا ہے۔" عمران گڑگڑایا۔ "صاحبزادے تمباکو سے بھی شوق فرماتے ہیں۔!"

"کیپسٹن کا تمباکو۔!" راحیل اس کی حالت سے محظوظ ہوتا ہوا بولا۔

"اے باپ رے۔!" عمران نے دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیا۔ پھر صفدر کو اشارہ کیا کہ وہ اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلے! صفدر تو اسی لیے رُک ہی گیا تھا...!

دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور صفدر کی طرف بڑھا دیا۔

صفدر نے لفافے سے خط نکال کر پڑھنا شروع کیا لیکن اس کے چہرے پر ایسے آثار تھے جیسے کچھ پلے ہی نہ پڑ رہا ہو۔!

آخر کار عمران سے اس نے کہا "میری تو سمجھ ہی میں نہیں آیا۔"

"ان صاحبزادے کو یہ بندر" کو عمران" کے ایک نام میں لاتا تھا... اور یہ خط انہیں بندر نے ہی دیا تھا۔!"

"لیکن خط لکھا کس نے تھا۔۔؟"

"اسے میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔ پتہ نہیں کس نے کب کی کسر نکالی ہے۔"

"لکھنے والے کو کم از کم اپنا نام تو لکھنا ہی چاہیے۔۔۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر فکرمندی کے آثار تھے۔ پھر یک بیک زور سے ہنس پڑا۔

صفدر نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"جوزف سے اس کا جوتا لگا دوں گا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اگر چڑیا گھر والوں کی خدمت میں پیش کر دیں تو کیا حرج ہے!"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہایت شائستہ اور معاملہ فہم بندہ ہے، لڑکیوں کا ایک سکول کھول کر اس کو ہیڈ ماسٹر بنا دوں گا۔!"

"پہلے فیاض کو سنبھالنے کی کوشش کیجئے! پتہ نہیں کیا چکر ہے!"

"فیاض کے ساتھ صرف ایک ہی چکر ہے۔ اور اسی چکر میں کسی دن مارا جائے گا۔۔۔"

"آخر بات کیا ہے۔۔۔؟"

"بات مجھے معلوم ہوتی تو تمہیں ضرور بتا دیتا۔!"

دفعتاً باہر سے پولیس کی گاڑی کے سائرن کی آواز آئی!

"میرا خیال ہے کہ فیاض نے کوئی سخت قدم اٹھایا ہے!" صفدر چونک کر بولا۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی!

اور وہ دونوں پھر ڈرائنگ روم میں واپس آگئے! بندر بدستور پائپ پیے بیٹھا تھا اور راحیل کرسی میں نیم دراز اونگھ رہا تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور عمران کی اجازت سے کیپٹن فیاض نے دوبارہ کمرے میں قدم رکھا۔۔۔!

فیاض کے تیور بہت بُرے تھے! ایمرجنسی اسکواڈ کے ساتھ آیا تھا لیکن کمرے میں تنہا ہی داخل ہوا تھا۔

عمران صفدر سے کہہ رہا تھا "تم راحیل صاحب کو شہر دکھا دو۔ میری ڈیئیر کالیدنہ میں ذرا مصروف ہوں ورنہ میں ہی دکھاتا۔"

صفدر اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی راحیل بھی اٹھ گیا۔ عمران نے اپنی گاڑی کی کنجی صفدر کو دیتے ہوئے کہا "تین چالیس کی رفتار سے زیادہ نہ چلانا بعض اوقات راکٹ ہو جاتی ہے۔!"

وہ دونوں باہر نکل گئے۔ . !

فیاض نے بندر کو تنفر آمیز نظروں سے دیکھا اور عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اس حرکت کا مطلب . . !"

- "اب بندر نچاؤں گا . . . پیشۂ معلمی میں کیا رکھا ہے!"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ تم وہاں سے بھاگ کیوں آئے تھے!"

"ملکاں سے۔" عمران کے لہجے میں حیرت تھی!

"تو بچ نہیں سکو گے! انہی کی فنگر پرنٹ سیکشن کے حوالے کر دی گئی ہے!"

"پھر پینے لگے ہو کیا!"

"عمران۔۔!"

"جاؤ۔۔ تم اس وقت نشے میں معلوم ہوتے ہو۔!"

"اچھا تو پھر وارنٹ ہی کی نوبت آنے والی ہے!" صفدر کا تحریری بیان میرے پاس موجود ہے۔!"

"اسی حد تک نا کہ اس نے مجھے ڈیشمہ لاٹ کے پاس چھوڑ دیا تھا۔!"

فیاض کچھ نہ بولا! خاموشی سے عمران کو گھورتا رہا تھا۔ . . !

"کیپٹن فیاض۔ تمہیں میرا شکرگزار ہونا چاہئے۔ ورنہ شاید تم بھی بڈھے ہی کی طرح ذبح کر دیئے جاتے . . . !

"تمہیں علم کیونکر ہوا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔!"

"یار وہ تو محض اتفاق تھا . . . نہ میرے دوست کی گاڑی کا انجن بے تکی آواز نکالتا اور نہ میں گاڑی وہاں روکتا . . ."

"تم وہاں رک کیوں گئے تھے . . . ؟"

"دوسرے دوست کی گاڑی سے تازہ اٹھانے کے لیے . !"

"جہنم میں جھونکو . . کیا تم میرے کہنے کے مطابق بیان دو گے۔!"

"عقل کے ناخن لو فیاض . کیا وہ لڑکی . اس پر آمادہ ہو جائے گی۔!"

"میں اسے آمادہ کروں گا . . ."

"شاید نہیں . . کہاں گئی ہے . . ."

"تم وقت ضائع کر رہے ہو... تمہیں میرے کہنے پر عمل کرنا ہی پڑے گا... ورنہ بڑی زحمت میں پڑ جاؤ گے...!"

اتنے میں پھر کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کم ان—!" عمران اونچی آواز میں بولا۔

ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا اور بندر کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔!

"ڈرنے کی ضرورت نہیں... نہایت شائستہ بندر ہے۔" عمران بولا۔

آنے والے نے تہہ کیا ہوا کاغذ فیاض کو دیتے ہوئے کہا۔ "رپورٹ ہے جناب...!"

فیاض نے کاغذ کی تہیں کھول کر اس پر نظر جما دی! ساتھ ہی اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار نظر آئے۔ اس نے آنے والے سے کہا۔ "تم جا سکتے ہو—!"

پھر اس نے عمران کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کچا چبا جائے گا—

"شاید گن پر انگلیوں کے نشانات نہیں ہیں..." عمران سر ہلا کر بولا "رپورٹ یہی کہہ رہی ہے نا... لہٰذا اب نئے سرے سے گفتگو شروع کرو—!"

فیاض کے چہرے کے تیکھے نقوش ڈھیلے پڑتے جا رہے تھے۔ آخر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم نے ایسے حالات میں ہمیشہ میری مدد کی ہے!"

"لیکن تمہارے انداز فکر سے کبھی متفق نہیں ہوا—!"

"چلو یہی سہی اب بتاؤ میں کیا کروں۔" "اسے یقینی طور پر قتل ہونا تھا اسی لیے تو لڑکی میرے ساتھ ایئرپورٹ جانا چاہتی تھی—!"

"ملی کیسے تھی۔ کس نے تعارف کرایا تھا۔ بات دوستی ہی کی ہو سکتی ہے تبھی تو تم سندیلے کی گاڑی لیے بغیر اُسے سی آف کرنے جا رہے تھے—!"

"کچھ دنوں پہلے وہ مجھے ایک نائٹ کلب میں ملی تھی—!"

"ہوں... کیا کہتے ہیں... اُسے خاصی دیدہ زیب ہے—!"

"اُس کے حسن کی تعریف سننے نہیں آیا..." فیاض پھر جھنجھلا گیا۔

بندر سوٹ کیس کھول کر کچھ تلاش کر رہا تھا... آخر اس نے کپڑوں کی تہوں کے نیچے سے ایک بوتل اور کارک کھولنے والی کنجی نکالی۔

بیئر کی سربند بوتل تھی.. بوتل کھلتے ہی جوش کھاتا ہوا جھاگ ابل پڑا۔

"یہ کیا بلا ہے...!" فیاض نے اُسے بیئر پیتے دیکھ کر کہا۔

"تم لوگ تو مال اڑاتے پھرتے ہو... اور مجھ پر اللہ ایسی بلائیں نازل کرتا ہے...!"

"یہ تمہارا مہمان کون ہے...؟"

"مہمان صرف مہمان ہوتا ہے... اس کا اور کوئی نام نہیں..."

"خیر... ہاں تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ بعض دشمنوں کے ڈر سے وہ مجھے اپنے ساتھ ایئرپورٹ لے جانا چاہتی ہے..."

"اس سفارت خانے میں اُن دونوں کی کیا حیثیت تھی!"

"سفیر کے مہمان کی حیثیت سے مقیم تھے—!"

"ہوں تو یہ اُن کا نجی معاملہ معلوم ہوتا ہے ورنہ سفارت خانہ باضابطہ طور پر وزارت خارجہ سے مدد کا طالب ہوتا... لیکن فیاض صاحب اب وہ نجی معاملہ نہیں رہے گا—!"

"کیا مطلب ہے"

"مردہ لڑکی کوئی ایسا بیان دینے پر آمادہ نہ ہو گی جیسے تم پسند کرو!"

"وہم ہے تمہارا..."

"کوشش کی تھی تم نے ۔ ۔ ۔ ؟"

"فی الحال اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

"یہ تمہارا وہم ہے۔"

"کیا مطلب ہے ۔"

"میرے اندازے کے مطابق وہ پروفیسر گرین کی بیٹی نہیں ہو سکتی!"

"اندازے کی بنیاد ۔ ۔ ؟" فیاض نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بندر کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ ۔ ۔ بندر نے بوتل خالی کر دی تھی اور اب دوبارہ پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔

اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور منہ چلاتا ہوا فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نے پوچھا تھا تم کس بنا پر کہہ رہے ہو کہ وہ پروفیسر کی بیٹی نہیں ہے ۔ ۔ !"

"بس معلوم نہیں ہوتی ۔ فیاض تم کسی بڑی مصیبت میں پڑنے والے ہو! لہٰذا تمہاری رپورٹ بالکل صحیح ہونی چاہیئے!"

"تم پیچ لگانا چاہتے ہو۔ !" فیاض نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"فیاض ہوش میں آجاؤ ۔ ۔ !"

فیاض کا موڈ تبدیل ہوتا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ آخر عمران نے کہا: "تم پہلے اُسے میرے بیان پر صاد کرنے کو تیار کرلو ۔ ۔ پھر میں انکار کر دوں تو گردن اڑا دینا ۔ ۔ ۔"

فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا: "اچھی بات ہے میں ۔ ۔ دیکھتا ہوں ۔ ۔ !"

فیاض چلا گیا۔

عمران بڑی مسکین سی صورت بنائے بندر کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اندر سے کسی کے دہاڑیں مار مار کر رونے کی آواز آئی اور عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں کرسی سے اٹھ گیا۔

رونے والا جوزف ہی ہو سکتا تھا۔!

وہ اُس کے کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا۔ جوزف فرش پر سر اوندھائے بے ڈھنگی سی آوازوں میں رو رہا تھا اور سلیمان اس کے قریب کھڑا بوکھلائے انداز میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

"ابے ۔ ۔ ابے ۔ ۔ ۔ اُو حماقی ۔ ۔ ۔ کیا کہیں سے کوئی بُری خبر آئی ہے۔ زبان سے بھی تو کچھ بول ۔ ۔ ۔ ؟"

عمران آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوا اور اشارے سے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ سلیمان نے لاعلمی کے اظہار میں شانوں کو جنبش دی اور پھر جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا ۔ ۔ ۔

"جوزف ۔ ۔ ۔ !" دفعتاً عمران گرجا۔

"یاہ ۔ ۔ یاہ ۔ باس ۔ ۔ ۔" جوزف چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا منہ پھیلا ہوا تھا لیکن اب آواز نہیں نکل رہی تھی البتہ موٹے موٹے قطرے اب بھی اس کے گالوں پر ڈھلک رہے تھے ۔ ۔ ۔ !

"کیا بات ہے بے۔"

"تب ۔ ۔ ۔ تب ۔ ۔ ۔ تم ہی باس ۔ ۔ ۔ !"

"کیا کوئی کانی چھچھوندر یا خونخوار مرغ کے حلق میں بھی دیکھ لی ہے ۔ ۔ ؟"

"نہیں ۔ ۔ ۔ باس ۔ ۔ ۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا اور پھر دہاڑیں مار مار کر رونے لگا ۔ ۔ ۔ !

"پانی پلاؤ . اسے پانی پلاؤ...!" عمران نے سلیمان کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"پ پ..پانی..بس..ایسے وقت پانی..ہم..ہم..نہیں پیتے۔"

"کیسے وقت؟" عمران آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

"بب...باس...مجھے سنبھلنے دو...!"

"ابے پانی نہیں لایا...؟" عمران پھر سلیمان کی طرف مڑا۔

"ابھی تو سالے کے لیے دودھ کی شیشی بھی لانی پڑے گی؟" سلیمان جھلا کر بولا اور پیر پٹختا چلا گیا۔

"دروازہ بند کر کے بولٹ کر دو باس...مجھے پانی نہیں چاہیے!"

جوزف روتا ہوا بولا ابھی تک وہ خود پر قابو نہیں پا سکا تھا۔!

"تو اس کے بغیر نہیں بتائے گا؟"

"نہیں باس...!"

"اچھا تو لے...!" عمران نے زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔!

"ارے...ارے — میں پانی لا رہا ہوں؟" باہر سے سلیمان کی آواز آئی۔

"نہیں چاہیے...!" عمران نے کہا اور جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جوزف اب بھی منہ پھاڑ پھاڑ کر اپنی گریہ زاری میں بریک لگانے کی کوشش کیے جا رہا تھا۔

"ابے یوں نہیں...بوتل ٹھونس دوں تیرے منہ میں...!"

"ہاں باس...!"

عمران نے بیچ کی الماری سے بوتل نکال کر اس کے منہ میں ٹھونس دی۔ جوزف نے جلدی جلدی کئی بڑے بڑے گھونٹ لیے اور آدھی بوتل صاف ہو گئی۔!

دفعتاً باہر سے سلیمان کی آواز آئی۔

"اور یہ سالا میاں باورچی خانے کا معائنہ کر رہا ہے۔!"

"کون...!" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"بندر...!"

"ادب سے...سلیمان ادب سے...آغا شائستہ بندر خاص بندر نہیں ہوتا...پروفیسر بندر کہو...!"

پھر وہ جوزف کی طرف مڑ کر بولا۔

"ہاں...بیٹے...حواس بجا ہوتے یا نہیں...!"

"باس...اسے نکال دو...خدا کے لیے نکال دو...!"

"سلیمان کو...!"

"نہیں باس...وہ جو پائپ پیتا ہے...وہ جس نے اینی گاتا کی شاہی کرال میں چمکیلے بادلوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھر دیے تھے! وہ جو تباہی کا نشان ہے۔"

"یہ اینی گاتا کون بزرگوار تھے...!"

"اینی گاتا...دریائے تاریک کے مشرقی کناروں کا مالک تھا...پچھلے ایک ماہ کے سفر پر پھیلی ہوئی تھی...اس کی مملکت لیکن باس! صرف ایک رات میں اس کا سب کچھ تباہ ہو گیا۔!"

عجب کی بات ہے ؟"

"ڈیڑھ سو سال پہلے کی۔۔۔!"

"اور تو نے آج مجھے اطلاع دی ہے۔ نامردوں کھول۔۔۔!"

"باس۔ اسے مذاق میں نہ ٹالو۔۔ خدا کے لیے سنجیدہ ہو جاؤ۔!"

"سنجیدہ ہو جاؤں۔۔۔ اب میں تو دفن ہی ہو جانے کی سوچ رہا ہوں۔ ورنہ بیئر کی تین بوتلیں کس کھاتے میں ڈالوں گا۔۔!"

"کیسی تین بوتلیں؟"

"باپ ہی نہیں بیئر بھی پیتا ہے۔۔"

"تب تو گوشت بھی کھاتا ہوگا باس۔!" جوزف نے بے حد خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔ یہ تو کھانے کی میز ہی پر معلوم ہوگا۔!"

"باس۔۔۔ رحم کیجئے۔۔۔ اپنے اوپر۔۔۔ اُسے نکال باہر کیجئے۔۔ اپن چچا کی کرال میں جو داخل ہوا تھا گوشت کھا رہا تھا۔۔۔!"

"بندر؟"

"ہاں۔ باس۔۔۔ اور اُسی وقت چمکیلے بادل۔۔۔!"

"جوزف۔! اب یہ بکواس ختم کرو۔ بندر میرے کسی نامعلوم دوست کی نشانی ہے۔۔۔!"

"نامعلوم دوست۔۔۔؟"

"ہاں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا۔ زندہ ہے یا مر گیا۔ ننھیال کی طرف سے میرا دوست تھا کہ ددھیال کی طرف۔۔۔ سے۔۔۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔۔۔ ایسی صورت میں کیا ہو سکتا ہے۔۔۔؟"

"باس یہ تمہارے کسی دشمن کی حرکت معلوم ہوتی ہے!"

"دینے والے کا بیان ہے کہ ماہر حیوانیات بھی ہے۔"

"کون۔؟"

"بندر۔!"

"خدا رحم کرے باس! تم اپنی سی کر کے ہی رہتے ہو۔ لیکن میں۔۔۔ مورانڈا کا شیاب اس چھت کے نیچے نہیں رہ سکتا۔!"

"چھت پر چلے جاؤ۔۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"باس۔۔۔ میں کہتا ہوں۔!"

"شٹ اپ۔ اب ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ۔۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔!"

"اب تو تم مجھے مار ہی ڈالو باس۔۔ لیکن یہ۔۔۔ میں اس نحوست کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔!"

"ابے تیرے آگے پیچھے کون ہے جو تجھے نحوست وغیرہ کی فکر پڑ گئی ہے۔!"

"میں اپاہج بن کر زندہ نہیں رہنا چاہتا باس۔۔۔ موت کی فکر کسے ہے۔!"

"اپاہج بن کر کیوں؟"

"اس واقعے کے بعد اپن چچا کے ہاتھ پیر خشک ہو گئے تھے!"

"ابے اُسے سوکھے کی بیماری ہو گئی ہوگی۔۔۔ انڈے کی زردی پھر چڑھا دی جاتی سب ٹھیک ہو جاتا۔!"

"اچھا باس۔۔۔ تمہاری یہی مرضی ہے کہ ہم سب اپاہج ہو جائیں تو ٹھیک ہے۔!"

دفعتاً باہر بندر کے چیخنے کی آواز آئی — اور عمران جلدی سے دروازہ کھول کر کمرے سے نکل گیا۔

سلیمان باورچی خانے کے قریب کھڑا بندر پر ڈنڈے برسا رہا تھا اور بندر اچھل کود کر اس کے وار خالی دیتا ہوا دانت نکال نکال کر چیخے جا رہا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" عمران دہاڑا۔

"سالا چڑاتا ہے مجھے —!"

بندر اُچھل کر عمران کی گود میں جا چڑھا۔

"کیا چڑاتا ہے؟"

"مرچا دکھلاتا ہے... اور ہاتھ دُم کی طرف اشارہ کرتا ہے!"

"اچھا —!" عمران نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بندر کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا "فلسفی بھی معلوم ہوتا ہے... تو سمجھا اس اشارے کا مطلب؟"

"کیسا اشارہ؟"

"یہی مرچے اور ہاتھ دم والا اشارہ —!"

"میں کیا سمجھوں —!" سلیمان کاٹ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مرچے ہی کی وجہ سے تم لوگوں کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت پیش آتی ہے ورنہ تم لوگ بھی کاغذ ہی استعمال کرتے ہوتے —!"

"مار ڈالوں گا سالے کو... !" سلیمان پھر جھپٹا۔

"بیٹھ بے... اپنا کام کر... ایک دانشمند بندر دنیا کی نامعقول غلطیوں پر بھاری ہوتا ہے۔ آج سے مرچے کا استعمال قطعی بند... !"

"ہاں اس سالے کی وجہ سے ہم مرچا چھوڑ دیں —!"

"سلیمان — بکواس بند... جا اپنا کام کر —!" عمران نے کہا۔ اور پھر نشست کے کمرے میں واپس آ گیا۔

راحیل کا سوٹ کیس وہیں پڑا تھا — عمران اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا —!

بندر اس کی گود سے اُتر کر پھر کرسی پر جا بیٹھا تھا — عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر پھاڑنے لگا۔

بندر بھی سوٹ کیس ہی کی طرف متوجہ تھا۔ دفعتاً وہ کرسی سے کُود کر سوٹ کیس کے قریب آیا اور اُسے کھول کر اس کے اندر کچھ تلاش کرنے لگا —!

عمران خاموش بیٹھا دیکھتا رہا —!

بندر نے سوٹ کیس سے ایک موٹی سی مجلد کتاب نکالی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

عمران نے آگے جھک کر دیکھا! کتاب موسمیات سے متعلق تھی۔ بندر نے کھڑکی سے اُسے آسمان دکھاتے ہوئے... کتاب اس کی طرف بڑھا دی اور پھر کھلے ہوئے صفحے پر ایک جگہ انگلی رکھ کر دوبارہ آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

صفحے پر بادلوں کی ایک قسم کا تذکرہ تھا۔

"اوہو — آپ تو واقعی بڑے قابل معلوم ہوتے ہیں جناب!" عمران نے کہا "لیکن یہ قابلیت آپ کے پھیپھڑے تباہ کر کے رکھ دے گی۔ بیڑی بھی ذرا کم پیا کیجئے —!"

بندر اس کی شکل دیکھتا رہا —!

"کیا میں آپ کو بور کر رہا ہوں۔۔؟" عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔
اتنے میں فیاض آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا۔ چہرے کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔

آتے ہی ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا۔ پھر بولا۔

"تمہارا خیال صحیح تھا ۔۔۔ وہ اس پر تیار نہیں ۔۔!"

"اب خود دیکھو ۔۔۔ اگر تم نے میرا بیان لے کر آگے بڑھا دیا ہوتا تو میرا حشر کیا ہوتا ۔۔!"

"ارے اب کیا حشر ہوگا ۔۔!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "جب عشق کا قتل ہو اور معشوق چھپا ہو تو ایسے ہی گھپلے ہو جاتے ہیں! لہٰذا بجلی ہو گی تمہاری طرف اور تم ہکا بکا ہو کر رہ گئے ہو گے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو سفارت خانہ باضابطہ طور پر محکمانہ کارروائی کی درخواست کرتا۔ اُن صاحبزادی سے نہ کہتا کہ فیاض کو پھانس لاؤ۔۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو ۔۔؟"

"یہی کہ قتل سفارت خانے کی ایما پر ہوا ہے اور لڑکی اس سازش میں شریک تھی ۔۔!"

"کیا تمہیں یاد نہیں کہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرنے کو کہہ رہی تھی۔"

"دوسرے راستے پر بھی یہی ہوتا ۔۔۔ وہ تو بالکل ہی ویران رہتا ہے بارش نہ ہو گئی ہوتی تو وہ گولیوں کی بوچھار کرتے ہوئے ہمارے قریب سے گزر جاتے اور ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔ سڑک سنسان ہو جانے کی بنا پر انہوں نے وہی کارروائی اطمینان سے کی۔ اب کیا کہتے ہو ۔۔؟"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا ۔۔!"

"اب میں تمہیں ایک مشورہ دے رہا ہوں!"

"کیا ۔۔؟"

"لڑکی کو کسی طرح غائب کرا دو ۔۔!"

"کیا مطلب ۔۔؟"

"اس کے بعد تم اطمینان سے اپنا بیان درج کر سکتے ہو ۔۔!"

"کس قسم کا بیان ۔۔؟"

"یہی کہ تم نہیں جانتے تھے کہ اس کا تعلق کسی سفارت خانے سے تھا۔ اس نے تمہیں بتایا تھا کہ دونوں باپ بیٹی بغرض سیاحت یہاں آئے تھے۔ تم سے ملاقات ہوئی۔ تم لوگ آپس میں کافی گھل مل گئے تھے۔ جب انہیں جانا ہوا تو تم نے خود ہی انہیں ایئرپورٹ تک پہنچا دینے کی پیشکش کی تھی ۔۔!"

"اس سے کیا ہوگا ۔۔!"

"فیاض ۔۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ پھر نرم لہجے میں کہا۔ "اچھا تم تھوڑی دیر خاموش رہ کر اس مسئلے پر بھی غور کرو ۔۔!"

اس کے بعد وہ چند رسے کھینچنے لگا تھا۔

کئی منٹ گزر گئے۔ آخر فیاض کھنکار کر بولا۔ "تمہاری بات میری سمجھ میں آ گئی ہے لیکن یہ کیونکر ممکن ہے ۔۔!"

"بس دم نکل گیا اُسے تو کیا ہم ہی لوگ رہ گئے ہیں تمہاری دھونس دھڑلے کا شکار ہونے کے لئے ۔۔!"

"عمران سنجیدگی سے سوچو ۔۔!"

"فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا کہ تم کسی طرح اس

غائب کردو۔!"

"اب وہ سفارت خانے کی عمارت میں ہے۔!"

"کہیں بھی ہو — یہ تو تمہیں ہی کرنا ہے۔!"

"قطعی ناممکن۔!"

"تو پھر تمہیں غائب ہونا پڑے گا۔!"

فیاض کچھ نہ بولا۔ عمران کہتا رہا۔ "تم سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا ہو گا کہ اس قیدی کا بیان لے لیا ہو۔"

"وہ ابھی تک ہوش میں نہیں آسکا۔ ۔ ہسپتال میں ہے۔"

"بس تم اتنا ہی کرو کہ وہ مرنے نہ پائے۔"

"اور اگر مر گیا تو۔"

"تو مغفرت کرے گا۔" عمران سنجیدہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"تو آخر آپ کیا چاہتے ہو۔!"

"مطلب —!" عمران اٹھ کر اس کے قریب آیا اور آہستہ سے پوچھا۔ "کیا اب بھی نیچے ایمرجنسی اسکواڈ کی گاڑی موجود ہے۔ ۔ ۔"

"نہیں۔ ۔ ۔ ٹیکسی سے آیا تھا۔!"

"اچھا تو یہ لو۔!" اچانک عمران نے ایک زوردار گھونسہ فیاض کی بائیں کنپٹی پر جڑ دیا۔!"

"ہے۔ ۔ ارے۔ ۔ ۔!" فیاض نے اٹھنا چاہا لیکن منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔ عمران نے نیچے جھک کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔

فیاض بے ہوش ہو چکا تھا۔ ۔ ۔ عمران نے طویل سانس لے کر جوزف کو آواز دی۔

جوزف نے دروازے کے قریب آکر کہا۔ "باس پہلے اس کو کمرے سے ہٹا دو۔!"

"او خبیث۔ ۔ کیوں شامت آئی ہے۔!"

"باس مجھ پر رحم کرو۔!"

عمران اس کی گردن دبوچ کر کمرے میں لایا اور فیاض کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اسے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے چلو۔!"

"بس۔ ۔ باس۔!"

"جوزف۔"

"اسے کیا ہو گیا باس۔" جوزف نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اسے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔!"

جوزف نے خوفزدہ نظروں سے عمران کو دیکھا۔ ایسا لگا جیسے عمران ہی اسے کاٹ کھانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

پھر اس نے جھک کر فیاض کو اٹھایا اور اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ عمران اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

"اب اسے پلنگ ہی پر ڈال دے۔" عمران بولا۔

جوزف نے فوراً تعمیل کی۔ ۔ لیکن عمران سے دور ہٹ کر کھڑا ہوا۔

"اب تم یہاں سے کہیں چلے جاؤ۔ ۔ ۔ یہ اسی کمرے میں بند رہے گا۔ ۔ ۔!"

"ہاں۔ ۔ ۔ باس! تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!"

"میں پوچھ رہا ہوں مجھے کیا ہو گیا ہے۔!"

"باس میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔"

"کیوں ؟"

"پہلے تو تم نے کبھی کسی پولیس والے پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا!"

"اوہ ۔ اچھا ۔ ۔ تو میں پاگل ہو گیا ہوں ۔"

"خدا رحم کرے باس ۔ ۔ !"

"میری دانست میں میرے سر پر تباہی کے بادل منڈلا رہے ہیں ۔"

"میرا یہی خیال ہے باس ۔ ۔"

"اچھا ۔ اب تم کوئی دعا کر کے یہاں سے چلے جاؤ !"

"میرے حق میں یہی اچھا ہو گا باس ۔ ۔ میں پاگل ہو جانے سے بہت ڈرتا ہوں ۔ ۔"

"دفع ہو جاؤ ۔" عمران اُسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا ۔

"شکریہ باس ۔ ۔ میں تمہارے لیے بھی دعا کروں گا ۔ ۔!"

"اچھی بات ہے ۔ ۔ اب کھسکو بھی یہاں سے ۔ ۔!"

"تم پر خدا کی رحمت ہو ۔ ۔!" جوزف پادریوں کے سے انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولا اور تیزی سے دوسری طرف مڑ گیا ۔

کچھ دیر بعد عمران نے فیاض کی نبض دیکھی اور کسی سیال کا ایک اور انجکشن دے کر پُر اطمینان انداز میں سر کو جنبش دی !

پھر وہ ایکس ٹو کے مخصوص فون پر جولیانا فٹز واٹر کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا ۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر اس نے اس سے پوچھا کہ وہ متعلقہ سفارت خانے کی عمارت سے واقف ہے یا نہیں ۔ ۔!"

"میں جانتی ہوں جناب ۔ ۔!" دوسری طرف سے آواز آئی ۔

"ایک لڑکی ہے ایلا گرین ۔ سفارت خانے ہی کی کسی عمارت میں مقیم ہے ۔

اس سے قبل ڈینمور لاج میں تھی ۔ اسے آج ایک حادثہ پیش آیا ہے اس نے علاقے کے تھانے میں رپورٹ درج کرائی ہے اُس کی نقل دو گھنٹے کے اندر اندر فراہم کرو ۔"

"بہت بہتر جناب ۔ ۔"

"نعمانی اور خاور ڈینمور لاج کی نگرانی کر رہے ہیں ۔ ۔ وہ اگر کوئی رپورٹ دیں تو فوری طور پر مجھ تک پہنچائی جائے ۔"

"بہت بہتر جناب ۔ ۔!"

"دیٹس آل !" عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا !

جوزف کے کمرے میں جا کر ایک بار پھر اس نے فیاض کی نبض دیکھی اور اسے وہیں چھوڑ کر نشست کے کمرے میں چلا آیا ۔ بندر سوٹ کیس پر بیٹھا ہوا اپنی پسلیاں کھجا رہا تھا ۔ ۔ ۔

"اب آپ اپنی پسندیدہ غذا کے بارے میں کچھ فرمائیے !" عمران نے اُسے مخاطب کر کے کہا ۔ "یقین فرمائیے ہر لحظہ یہی گمان گزرتا ہے کہ آپ اب بولے اور تب بولے ۔ ۔!"

بندر بدستور اپنے جسم کے مختلف حصے کھجاتا رہا ۔

عمران نے مغموم انداز میں سر کو جنبش دی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا !

مزید دو گھنٹے اُسے فلیٹ ہی میں گزارنے تھے ۔ لڑکی کے متعلق رپورٹ ملے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا !

ٹھیک چار بجے بندر نے سوٹ کیس سے ایک چارٹ نکال کر عمران کے حوالے کیا ۔

چارٹ کے مطابق یہ بندر کی چائے کا وقت تھا ۔ چائے کے ساتھ دو سلائس اور ایک عدد سیب دیے جانے کی ہدایت درج تھی ۔ ۔!

عمران بہت تیزی سے اپنا سر ہلانے لگا لیکن کچھ بولا نہیں! ... سلیمان کو آواز نہیں دی تھی بلکہ خود پہنچ گیا تھا۔ باورچی خانے میں سلیمان چائے ہی کی تیاری میں مصروف تھا۔

"ایک عدد سیب اور دو سلائس بھی۔" عمران نے کہا۔

"دوپہر کا کھانا آپ نے ڈٹ کر کھایا تھا پھر اتنی جلدی سلائس اور سیب کی ضرورت کیوں پیش آگئی! شام کو آپ صرف چائے پیتے ہیں!"

"بحث نہیں۔ ورنہ تجھے جوزف اور بندر کا باورچی بنا دوں گا۔"

"سمجھ گیا... اسی سالے کی مدارات ہو رہی ہے۔ باپ جیتا ہے تو انڈا مرغی بھی اڑاتا ہوگا!"

"سلیمان... کیوں شامت آئی ہے! وہ شب در کا بچہ تو جاگ گیا۔ اب شاید تیری باری ہے۔ سنبھل جا...!"

"بندروں کی خدمت مجھ سے نہیں ہو سکے گی۔ سمجھے جناب...!"

"ابے تجھے تو کھٹملوں کی بھی خدمت کرنی پڑے گی اگر مجھے تاؤ آ گیا۔"

اتنے میں بندر پھر عمران کے قریب آ پہنچا اور سلیمان کو دانت دکھانے لگا!

"تجھ سے بھی مانوس معلوم ہوتا ہے...!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"کیوں نہ ہو! میرا ہی تو چچا زاد بھائی ہے...!"

"ابے تو عورتوں کے سے انداز میں کیوں بولنے لگا ہے؟"

"کھانا پکاتے پکاتے اور کیا حشر ہوگا...!"

"آج کل میرا کون سا موڈ زیر استعمال ہے!"

"مرغی مٹروں والا!" سلیمان نے بیزاری سے جواب دیا۔

"اور میں نے اُسے ایک بار بھی نہیں پیٹا۔"

"ہمیں بچے ہوتے تو میں کیوں پیٹتا!"

"کیا؟"

"ترن پترن سے مجھے دلچسپی نہیں...!"

"ابے بندر... اسے نوچ کھسوٹ کر رکھ دے۔ مجھے غصہ آنے میں دیر لگے گی...!" عمران نے بندر سے کہا اور بندر نے پھر دانت نکال کر سلیمان کو بھپکی دی۔

"دیکھوں گا بیٹا... اگر دو دن بھی یہاں رہ گئے!" سلیمان نے بندر کو گھونسہ دکھا کر کہا اور عمران سے بولا۔ "آج بندر والا مہمان ہوا ہے۔ کل کوئی ریچھ والا آئے گا... آپ اپنی پوزیشن کا خیال تو رکھا کیجئے...!"

"سلیمان... یہاں سب زمین کے کیڑے ہیں کسی کی کوئی پوزیشن نہیں!"

"اب فلسفہ نہ بگھاریے۔ ورنہ مجھے دال بگھارتے شرم آئے گی!"

عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا!

قریب قریب ڈیڑھ گھنٹے تک وہ اسی قسم کی لغویات میں الجھا رہا تھا پھر جولیانا فٹز واٹر کی کال آئی تھی!

اس کی رپورٹ کے مطابق ایوا گرین کا بیان فیاض کے لیے اور زیادہ پریشان کن ثابت ہو سکتا تھا۔ اس کا بیان تھا کہ اس نے فیاض کو آج پہلے پہل دیکھا تھا اور اس کے مقتول باپ نے آج ہی دونوں کا تعارف کرایا تھا وہ نہیں جانتی کہ ان دونوں کی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی۔ اس نے اس بات کا بھی تذکرہ نہیں کیا تھا کہ دونوں باپ بیٹی کو کسی قسم کا کوئی خدشہ لاحق تھا۔ وہ بیروت جانے

کے لئے ایئرپورٹ جا رہے تھے کہ راستے میں یہ حادثہ پیش آیا۔!

"اب بیٹا... ناچتے پھرو...!" عمران فیاض کی طرف دیکھ کر متفکر لہجے میں بڑبڑایا...

فیاض ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔!

دفعتاً کال بل کی آواز سے پورا فلیٹ گونج اٹھا...!

عمران بڑی پھرتی سے کمرے سے نکل کر اس کا دروازہ بند کرتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

سلیمان بھی اسی وقت وہاں پہنچا تھا... عمران نے اُسے اشارہ کیا کہ وہ دروازہ کھول کر دیکھے... کون ہے؟

دروازہ کھلتے ہی عمران کی نظر پولیس کے ایک ماتحت پر پڑی!

"فرمائیے جناب۔!" عمران نے لپک کر پوچھا۔

"ایس پی صاحب یہاں نہیں آئے؟"

"دیر ہوئی... آئے تھے... کوئی دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔!"

"کیا آپ کو علم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے۔!"

عمران گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ "اس وقت تو وہ اکثر سو بھی جایا کرتے ہیں۔ ممکن ہے سو گئے ہوں۔!"

"گھر پر تو نہیں ہیں۔!"

"تب پھر کہیں اور جا سوتے ہوں گے۔!"

"براہ کرم اگر وہ آئیں تو انہیں ڈی جی صاحب کی طلبی کی اطلاع دے دیجئے گا۔!"

"اچھی بات ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

آفیسر چلا گیا اور عمران پھر جوزف کے کمرے میں واپس آیا۔ اچانک ذہنی باتوں میں سے کر کچھ دیر گھڑی پر نظر جمائے رہا۔ پھر پانچ یا چھ منٹ بعد اس کے دوسرے بازو پر ایک اور انجکشن دیا اور کرسی کھینچ کر مسہری کے قریب بیٹھتے ہوئے جیب میں چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔

پھر دس منٹ کے اندر ہی اندر فیاض کو ہوش آ گیا تھا۔

اس نے پہلے تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا تھا پھر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا تھا اور اس کے بعد تو آپے ہی سے باہر ہو گیا تھا۔

گھونسہ تان کر عمران پر جھپٹا۔ ! عمران ہوشیار نہ ہوتا تو پٹ ہی گیا تھا۔

پھر جو ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں بھاگ دوڑ شروع ہوئی ہے تو بھونچال سا آ گیا۔ فیاض چیخ چیخ کر رہا تھا اور عمران خود کو بچاتا ہوا وہ سب کہتا جا رہا تھا جو اسے اس وقت کہنا چاہیئے تھا۔ ساتھ ہی بندر نے بھی چیخنا شروع کر دیا تھا اور سلیمان ایک گوشے میں کھڑا ہنستے ہنستے بے دم ہوا جا رہا تھا۔ عمران نے فیاض کو تھکا مارا حتیٰ کہ وہ ایک آرام کرسی میں گر کر ہانپنے لگا۔

"میں نے تم پر احسان کیا ہے! کیپٹن فیاض تم جلد ہی محسوس کرو گے۔!"

ن سنجیدگی سے بولا۔ "لڑکی نے جو بیان دیا ہے اگر تمہاری موجودگی میں دیتی تو معاملہ اور پیچیدہ ہو جاتا۔!"

"کیسا بیان؟" فیاض ہانپتا ہوا بولا۔

"دیواگری کا بیان۔!" عمران نے کہا اور جولیا کی رپورٹ دہراتا ہوا بولا۔ "اچانک یہ بیان تمہارے سامنے آتا تو جواب میں تم کوئی کہانی بھی نہ گڑھ پاتے۔"

"لیکن اس نے ایسا بیان کیوں دیا؟"

"یہ تو وہی بتا سکے گی سوپر فیاض!... اور پندرہ بیس منٹ پہلے تمہارا

یک ماتحت آفیسر ڈائریکٹر جنرل صاحب کے حضور میں اس کی اطلاع دے گیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے۔"

"تمہیں واش کرتا ہوا آیا تھا۔ میں نے کہہ دیا یہاں سے تشریف لے جائیے

ہاں! اس نے کہا اگر تشریف لائیں تو عرض کر دیجئے گا ڈائریکٹر جنرل صاحب نے انہیں بہت دنوں سے دیکھا ہیں۔"

"اگر وہ سچ کہہ رہے ہو۔ تو۔۔۔"

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔۔ اب یہ بتاؤ کیا تم لڑکی کے بیان کی تردید کرو گے!"

"یقیناً۔۔!"

"کسی کو بھی یقین نہیں آئے گا تمہاری بکواس پر۔۔!"

نیاز چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو"

عمران خاموش ہی رہا۔ تھوڑی دیر بعد نیاز نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا کہ رحمان صاحب نے کیوں طلب کیا ہے۔۔۔!"

"کوئی اونچے ہی قسم کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔۔۔"

"مگر میں ان سے کہوں گا کیا۔۔!"

"یہی کہ پندرہ دن پہلے صرف مقتول تمہیں کسی نائٹ کلب میں ملا تھا

کے نشے میں دھت تھا اور تم سے درخواست کی تھی کہ اسے ڈسمولا تک پہنچا دو۔ وہ دوسری رات پھر ملا اور تم نے اس کی خیریت پوچھی اس وقت نشے میں نہیں تھا اور جب تم نے اسے بتایا کہ پچھلی رات تم ہی اسے ڈسمولا تک چھوڑ آئے تھے تو اس نے بڑی سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔۔ پھر اسی نائٹ کلب میں ہر شام اس سے ملاقات ہوتی رہی تھی۔ پھر

ت اس نے تمہیں بتایا کہ وہ دوسرے دن بیروت جا رہا ہے۔ اور اس کی

ہتا ہے کہ تم ہی نے اور اس کی لڑکی کو ایئرپورٹ تک پہنچا دو اور اس

پہلی رات ہی کو تمہیں اس کی کسی لڑکی کے وجود کا بھی علم ہوا۔"

عمران اسے آنکھ مار کر خاموش ہو گیا۔

نیاز گہری سوچ میں تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"پولیس کی رپورٹ میں تمہارا تذکرہ تو نہیں۔"

"اللہ کا شکر ہے کہ مجھ پر اس کی نظر ہی نہیں پڑی!"

"کیا مطلب ہے۔"

"میرا ذکر نہیں ہے اس کے بیان میں!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تم بھی اس کا خیال رکھو گے کہ میرا ذکر نہ آنے پائے اس سلسلے میں! خصوصیت سے والد صاحب مدظلہ کے سامنے تو قطعاً نہیں۔۔!"

نیاز کچھ نہ بولا۔ چہرے سے بہت زیادہ فکرمندی عیاں تھی! کچھ دیر بعد بولا۔

"کچھ بھی ہو! میں تم سے اس حرکت کا بدلہ ضرور لوں گا!"

"اگر میرا ہاتھ پڑ جاتا تو تمہاری کنپٹی پر پڑتا تو اس وقت تم معطل ہوتے

[illegible]۔۔!"

نیاز کچھ کہے بغیر فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد پھر کسی نے دروازے پر دستک دی! یہ ٹیلیفون کے

کوئی آدمی تھا۔۔۔ جس نے کہا کہ لائنیں تو ٹھیک ہیں۔ شاید ہی کہیں

خرابی ہو سکتی ہے

"تو جناب عالی . . ! آپریشن بھی چیک کر لیجئے!" عمران نے بڑے ادب سے کہا۔

یہ فون صبح سے خراب تھا ۔ محکمے کے آدمی نے "آپریشن" ہی میں خرابی دریافت کر لی اور دس منٹ میں اسے ٹھیک بھی کر دیا۔

چلتے وقت اس نے عمران کو ایک کارڈ دیتے ہوئے کہا: "بجلی سے متعلق ساری ضروریات اس پتہ پر مل سکتی ہیں۔ بڑا کرم ہوگا اگر آپ اس دوکان کو یاد رکھیں!"

"ضرور یاد رکھوں . . انشاء اللہ . . !"

رات کے دس بجے تھے . . جولیا فنٹز واٹر کی کار ایک سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی!

ایکسٹو سے ہدایت ملی تھی کہ وہ راحیل نامی ایک آدمی کے بارے میں چھان بین کرے جسے صفدر نے پیراماؤنٹ ہوٹل میں ٹھہرایا ہے۔ کمرے کا نمبر اور اس کا حلیہ ایکسٹو نے اسے بتایا تھا . . . جولیا سوچ رہی تھی کہ چھان بین کا طریقہ کیا ہونا چاہئے . . . !

کیا صفدر خود ہی اس کے بارے میں ایکسٹو کے لئے معلومات فراہم نہیں کر سکتا تھا . . !

پیراماؤنٹ پہنچ کر وہ رہائشی کمروں کی طرف چل پڑی۔ راحیل کمرہ نمبر اکیاسی میں مقیم تھا . .

دروازہ اندر سے بند تھا۔ باہر ہک پر کنجی نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اندر موجود ہے!

جولیا چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے دروازے کو زور سے دھکا دیا

"مگر . . . " اندر سے آواز آئی!

جولیا نے تیزی سے دروازہ تھپتھپایا۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔

"پلیز . . . پلیز . . . " کہتی ہوئی وہ اندر گھستی چلی گئی!

دروازہ کھولنے والا حیرت زدہ انداز میں پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا۔

وہ کرسی پر گر کر کراہنے لگی . . . اور دروازہ کھولنے والا صورت سوال بنا اس کے سامنے کھڑا رہا . . .

"پانی . . . " جولیا بدقت بولی اور وہ تیزی سے باتھ روم کی طرف دوڑ گیا۔ جولیا نے اس کی عدم موجودگی میں اپنی حالت کچھ اور زیادہ سقیم بنالی۔

وہ گلاس میں پانی لایا اور جولیا ایک ہی سانس میں پورا گلاس صاف کر گئی ۔ !

وہ خالی گلاس ہاتھ میں لیے کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔

"میں . . . میں پناہ چاہتی ہوں . . . !" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"آپ یہاں خود کو محفوظ سمجھئے!" وہ جواباً بولا۔

جولیا نے اُس کے لہجے میں بڑی شائستگی محسوس کی۔

تھوڑی دیر تک وہ کچھ اسی قسم کی ایکٹنگ کرتی رہی جیسے چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے میں دشواری محسوس کر رہی ہو . . . پھر آہستہ سے بولی

"میں تمہاری شکر گزار ہوں گی اگر مجھے کچھ دیر یہاں ٹھہرنے دو۔"

"جب تک جی چاہے ٹھہریئے . . . " وہ دوسری کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار گہرے ہی ہوتے جا رہے تھے۔

جولیا کچھ دیر خاموش رہ کر بولی "بعض اوقات ایسے لوگوں سے یقیناً گہرے تعلقات ہو جاتے ہیں جن پر بہت زیادہ اعتماد کیا جائے۔

"جی ہاں . . . یہ تو ہے ۔ !"

جولیا سوچ رہی تھی کہ سیدھا سادہ آدمی معلوم ہوتا ہے! اس کی آنکھیں عجیب سی ہیں . . . ایسا لگتا ہے جیسے بیداری میں کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

"آپ کو میری وجہ سے زحمت تو نہیں ہو رہی!" جولیا نے پوچھا۔

"جی نہیں . . . قطعی نہیں . . . کوئی نہیں . . . میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ بیکار ہی پڑا ہوا تھا . . . ویسے یہاں کے لوگ عجیب ہیں . . . جن صاحب کا مہمان تھا انہوں نے اپنے گھر ٹھہرانے کی بجائے یہاں بھجوا دیا ہے . . . !"

"واقعی بڑی عجیب بات ہے . . ." جولیا نے کہا "کوئی بدمزاج اور خشک آدمی ہوگا . . ."

"نہیں تو . . . ایسا تو نہیں ہے . . . البتہ صورت سے بالکل گاؤدی معلوم ہوتا تھا . . . خدا کی قسم اتنے خوبصورت چہرے پر اتنی حماقت میں نے کبھی نہیں دیکھی!"

جولیا کے کان کھڑے ہوتے اس جملے پر . . . !

"خوبصورتی اور حماقت کو میں نے بھی کبھی یکجا نہیں دیکھا" اس نے کہا۔

"میں اس کا مہمان ہوں . . . لیکن اُسے پہلے نہیں دیکھا ہے . . . !"

"آپ کی باتیں عجیب ہیں!" جولیا دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"آپ کس ملک سے تعلق رکھتی ہیں ۔ !"

"سوئیس ہوں!"

"تب ہی آپ کی انگریزی میری سمجھ میں آ رہی ہے! امریکیوں کی کوئی بات پلے نہیں پڑتی اسی وجہ سے امریکی فلمیں نہیں دیکھتا . . ."

"تو آپ کہاں سے آئے ہیں ۔ !"

"کوہ ہمالہ کی ترائی میں ایک گاؤں ہے . . . اسی میں سردار گڑھ کا ہی ہوں

پڑھتا ہوں...!"

"اوہو... تو آپ طالب علم ہیں...!"

"جی ہاں...!"

"تفریح کرنے آتے ہیں یہاں...!"

"جی نہیں... اتنی دور تفریحاً آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا...!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "میں واقعی آپ کو زحمت دے رہی ہوں...!"

"قطعی نہیں محترمہ...!"

"میں یہاں کئی سال سے مقیم ہوں۔ شہر کے چپے چپے سے واقف ہوں!"

وہ کچھ نہ بولا۔

"میرا نام جولیانا فٹز واٹر ہے...!"

"میں راحیل ہوں...!"

"راحیل بڑا خوبصورت نام ہے...!"

اس نے محسوس کیا کہ راحیل کے کانوں کی لویں سرخ ہو گئی ہیں اور وہ کچھ جھینپا جھینپا سا نظر آنے لگا ہے!

"تم یہ نہ سمجھنا کہ میں کوئی فلرٹ ہوں!" اس نے کہا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی خرافات سوچنے کا!" راحیل جلدی سے بولا۔

"تب پھر تم فرشتے ہی ہو سکتے ہو!" جولیا مسکرائی۔

"جب تک برائی کا پہلو سامنے نہ آ جائے میں ہر آدمی کو اچھا ہی سمجھنے کا قائل ہوں...!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے...!"

"...میں نے آج تک دھوکا بھی نہیں کھایا... بس ایک سنکی قسم کے دوست کی باتوں پر یہاں چلے آنے والوں میں سے ہوں... وہ اسی حماقت کے نتیجے میں آپ مجھے یہاں اس شہر میں دیکھ رہی ہیں...!"

"اچھا...!" جولیا نے حیرت ظاہر کی۔

"اب سوچتا ہوں تو ہنسی آتی ہے!" راحیل جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"کیا کوئی دلچسپ کہانی ہے...؟"

"بہت دلچسپ... میری جگہ کوئی اور ہوتا تو گھگھی بندھ جاتی! وہ اُسے کوئی بھوت سمجھتا...!"

"تم تو میرا اشتیاق بڑھا رہے ہو...!"

"اگر آپ جلدی میں نہ ہوں تو آپ کو بھی وہ کہانی سنا سکتا ہوں!"

"ضرور... ضرور...!"

راحیل نے اُسے بندر کی کہانی سنا دی لیکن پہاڑی کی چوٹی پر نظر آنے والی دھوئیں کی تحریر کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا۔

دھوئیں کی تحریر کا تذکرہ تو اس نے عمران سے بھی نہیں کیا تھا۔

"...اس آدمی کا نام کیا ہے جس کے لیے بندر لاتے ہو؟"

"علی عمران...!" راحیل نے کہا اور پھر اُس نے عمران کا پتہ بھی بتایا...

جولیا نے طویل سانس لی۔

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ کیا ایکسٹو نے محض عمران اور اس کی حماقتوں سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے لئے اُسے اتنی رات گئے تکلیف دی ہے...!

دفعتاً دروازے پر کسی نے دستک دی۔

جولیا نے سوالیہ نظروں سے راحیل کی طرف دیکھا اور راحیل نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

"یہاں تو میرا کوئی شناسا بھی نہیں ہے۔"

پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تھا!

"ہلو... آپ..."

اور جولیا کی نظر عمران پر پڑی... عمران اسے گھورتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا!

دفعتاً جولیا بولی۔

"مسٹر راحیل! اسی شخص کے خوف سے میں نے یہاں پناہ لی ہے...!"

"یہ — یہ تو مسٹر علی عمران ہیں — جن کا میں مہمان ہوں..."

"لیکن میں اسے بوغوث کے نام سے جانتی ہوں" خود کو راسی کہتا ہے

"کچھ بھی ہو! آپ میری پناہ میں ہیں۔"

عمران احمقانہ انداز میں منہ چلاتا ہوا کبھی جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی راحیل کی طرف...!

"مسٹر عمران میں آپ کا مہمان ہوں اور یہ میری مہمان ہیں" راحیل نے عمران سے کہا۔

عمران کے چہرے کی حماقت کچھ اور زیادہ واضح نظر آنے لگی۔

"مسٹر راحیل اس کی معصومیت کے فریب میں نہ آنا۔ دھوکے میں رکھ کر حملہ کرتا ہے...!"

"میں ہوشیار ہوں... مس واٹر..."

"مس واٹر...!" عمران نے دیدے نچاتے [illegible] چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

"پوری طرح ہوشیار رہنا... یہ ڈاب میں اچھا رہا ہے..."

"میں پوری طرح ہوشیار ہوں مسٹر..." راحیل عمران کو دشمنی کی آنکھوں سے گھورتا ہوا بولا۔

"ہم... ہم... تماشہ...!" عمران ہکلا کر رہ گیا!

"اس کمرے میں مسٹر علی عمران آپ ان کو کچھ نہیں بنا سکتے...!"

"بہت مکار آدمی ہے...!" جولیا پھر بولی۔

"مجھے یہاں سے جانے [illegible] اب مجھے اجازت دو" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"یہی بہتر ہے۔" راحیل مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا [illegible] سمجھ ہی گئے

عمران باہر چلا گیا۔ اور جولیا سوچنے لگی کہ اب اس کے بارے میں راحیل کو بتا سکے گی یا۔

راحیل نے دروازہ بند کر دیا اور جولیا کے قریب آ کر بولا "یہ آخر کس قسم کا آدمی ہے — میں الجھن میں ہوں..."

"مگر... میں نے بھی اسے دور ہی سے دیکھا ہے۔"

"تو پھر آپ اس سے ڈرتی کیوں ہیں؟"

"بس یونہی مجھے دیکھتا ہے... تعاقب شروع کر دیتا ہے..."

"آپ کیسے سمجھیں کہ اس کا نام بوغوث ہے...؟"

"ایک بار کسی آدمی نے اس کو اسی نام سے مخاطب کیا تھا...!"

"ہوسکتا ہے آپ کو دھوکا ہوا ہو۔!"

"اچھا یہ بتاؤ۔ ۔ ۔ اس نے میری کسی بات کی تردید کیوں نہیں کی اگر میں اس کے لئے اجنبی تھی۔ ۔ ۔!"

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ آپ نے سب کچھ جھوٹ کہا ہے!" عمران نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ ۔ ۔؟"

"کچھ بھی نہیں!"

"مجھے اس بندر کے بارے میں کچھ اور بتاؤ دلچسپ ہے یہ کہانی!"

"میرا خیال ہے آپ بوفروف سے دوستی کریں۔ اس طرح اس بندر کو دیکھ بھی سکیں گی۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم اس آدمی کو نہیں جانتے جس نے بندر بھجوایا تھا۔!"

"میں کسی طرح بھی یقین نہ دلا سکوں گا۔!"

"پھر اس پر حیرت بھی ہے کہ تم نے بغیر سوچے سمجھے اس تحریر کی ہدایت پر عمل کیسے کر ڈالا۔"

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے!"

"تم نے کسی طرح کا خطرہ نہیں محسوس کیا؟"

"خطرہ محسوس کر لینے کے بعد ہی دیکھا جاتا ہے کہ وہ خطرہ کس قسم کا ہوسکتا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا!"

"بہت دلیر معلوم ہوتے ہو۔؟"

"جہاں ہم رہتے ہیں وہاں خطرات زمین سے اگتے ہیں۔ آسمان سے برستے

ہیں۔ ہوائیں اٹکھیلیاں کرتے پھرتے ہیں۔ اور۔ ۔ ۔!"

"تو تم یہ جاننا بھی نہیں چاہو گے کہ بندر حقیقتاً کس کی ملکیت ہے؟"

"یقیناً۔ ۔ چاہوں گا لیکن شاید کبھی نہ جان سکوں!"

"کیوں۔۔؟"

"تحریر کا انداز بتاتا ہے کہ لکھنے والا مر چکا ہے!"

"لاؤ۔ ۔ ۔ دیکھوں۔ ۔ ۔!"

"وہ۔۔ وہ تو۔۔ میں نے مسٹر علی عمران ہی کے حوالے کر دیا تھا!"

"میری دانست میں تم نے غلطی کی ہے!"

"کیوں؟۔۔"

"وہ تحریر تمہارے لئے تھی نہ کہ مسٹر علی عمران کے لئے!"

"تھی تو میرے ہی لیے لیکن میرے کس کام کی۔"

"شاید کبھی کام ہی آتی۔ ۔ ۔!"

"دیکھئے مس ڈاگر۔ ۔ ۔ کل تک میں اس واقعے کو بالکل بھول جاؤں گا۔ ۔ ۔!"

"تم عجیب ہو۔!"

"کسی ایک واقعہ پر غور کرنے کے لئے کبھی میری رفتار میں کمی نہیں آئی!"

"تمہاری جگہ میں ہوتی تو یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتی کہ وہ تحریر کس کی ہے!"

"اگر آپ کوشش کرنا چاہتی ہیں تو چلئے میرے ساتھ سرد رگڈھ! آپ تو سوئس ہیں۔ وہاں کی زندگی میں آپ کو اجنبیت نہ محسوس ہوگی۔"

"میں کہاں جا سکوں گی۔!" وہ طویل سانس لے کر بولی!

برابر والے کمرے میں عمران ڈکٹا فون پر اُن دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔۔۔!

دراصل کمرہ بھی ایکسٹو کی ہدایت پر صفدر نے بُک کیا تھا اور دونوں کمروں کو ڈکٹا فون کے ذریعے مربوط کر دینے کے بعد عمران کو اطلاع دی تھی۔

عمران ڈکٹا پر ان کی گفتگو سنتا رہا تھا پھر جب جولیا گئی تو وہ بھی کمرے سے نکلا اور اپنے فلیٹ کی روانہ ہو گیا۔

نیاز کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی کہ اب وہ کن حالات سے دوچار ہے یا ڈی جی صاحب نے اُسے کیوں طلب کیا تھا۔

فلیٹ میں واپس پہنچ کر اُس نے سب سے پہلے سلیمان سے بندر کی خیریت دریافت کی۔۔

"میرے ساتھ آئیے۔۔۔ میں دکھاؤں۔۔۔!" سلیمان جوزف کے کمرے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

جوزف کے کمرے میں روشنی نظر آ رہی تھی۔۔!

بندر مسہری پر بیٹھا تھا۔ سامنے موسمیات کی کتاب کھلی تھی اور پپ منہ میں دبے تھوڑا تھوڑا دھواں نکال رہا تھا۔

اُس نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"دیکھ سالے کو۔۔۔" سلیمان بولا۔ "باجان بنا بیٹھا ہے۔ اور جیسے سب بال بچے ہیں۔ کمبخت کو دونے اِدھر آ نکلے تو میں اسی طرح دیکھا اور پھر پڑھنے لگا۔۔۔ جی چاہتا ہے سالے کو ٹہنیاں دے دے کر مار ڈالوں۔!"

"مجھے خوشی ہے کہ تو اسے باپ سمجھنے لگا ہے۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "درجہ ان سائنس دانوں سے بہت بلند ہے جو بندر کی عزت نہیں کرتے!"

"میں تو اب پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔!"

"چلو۔ چلو۔۔۔ اسے ڈسٹرب نہ کرو۔۔۔ جوزف کے چلے جانے سے یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔ وہ اس کے کمرے میں رہے گا۔"

"اب مجھے بندر کی بھی خدمت کرنی پڑے گی۔!" سلیمان آنکھیں نکال کر بولا۔

"چل بے۔۔۔" عمران اُسے دھکا دیتا ہوا بولا۔

سلیمان بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ جیسے ہی عمران اپنی خوابگاہ میں آیا ایکسٹو والے فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے جولیا بول رہی تھی۔

وہ اُسے ہوٹل سے متعلق رپورٹ دیتی رہی۔۔۔ اس نے وہی سب کچھ دہرایا جو عمران پہلے ہی ڈکٹا فون پر سن چکا تھا۔

"ایک بات رہ گئی جولیا۔" عمران بحیثیت ایکسٹو غرایا۔

"کون سی بات جناب۔۔؟"

"میں نے تمہیں مردار گڈھ چلنے کی دعوت دی تھی۔!"

"م۔۔۔ مگ۔۔۔ جی۔۔۔ ہاں۔۔۔!"

"تم نے اس حصے کو اپنی رپورٹ سے کیوں حذف کیا؟"

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ مگ۔۔۔ جی۔۔۔"

"جولیا۔!"

"یس سر۔۔۔"

"تم اس کے ساتھ مردار گڈھ جاؤ گی۔!"

"جی۔۔۔ لیکن۔۔۔!"

"ویٹس آل۔۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے نجی فون پر کیپٹن فیاض کے گھر کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ دوسری طرف فیاض ہی نے کال ریسیو کی۔۔۔ اس کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی۔!

"میں اب سونا چاہتا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔!" اس نے دوسری طرف سے کہا۔

"میں صرف تمہارے قیدی کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" عمران بولا۔

"وہ ہوش میں آئے بغیر مر گیا۔!"

"خس کم جہاں پاک۔!"

"کیوں۔ کیا مطلب۔!"

"ایک منٹ کے لیے بھی ہوش میں آ جاتا تو تم اس وقت سو نہ پاتے

"میرا بیان وہی ہے جو تم نے بتایا تھا۔!"

"ٹھیک ٹھیک۔!"

"لیکن بہرحال وہ قیدی تمہاری حرکات کی بنا پر بے ہوش ہوا تھا۔"

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس"

"الیا زین۔۔۔ وہ اپنے بیان میں اس کا تذکرہ کر سکتی ہے! اور شناختی پریڈ بھی ممکن ہے۔!"

"کوشش کرو۔۔۔" عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔!

اس کے بعد اس نے ایکسٹو کے فون پر صفدر کے نمبر ڈائیل کیے۔ وہ شاید سو گیا تھا۔ کافی دیر کے بعد اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"نادر اور نعمانی کی رپورٹ چاہیے۔" عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔!

"یس سر۔! ڈنیمل ہاؤس سے نہ کوئی باہر آیا اور نہ کسی نے اس کی کمپاؤنڈ میں قدم رکھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اب وہاں کوئی نہ ہو۔ کسی کھڑکی یا۔۔ روشندان میں بھی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔!"

"اچھی بات ہے۔۔۔ اب تم بستر چھوڑ دو۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

"تمہیں بیس منٹ کے اندر اندر عمران کے پاس پہنچنا ہے۔"

"بہتر جناب۔!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا۔ وہ بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔

بیس منٹ بعد صفدر وہاں پہنچ گیا۔ آنکھیں نیند میں ڈوبی ہوئی تھیں

لگ رہی تھیں۔!

عمران اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"بھیجا گیا ہوں... خود نہیں آیا..." صفدر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کس نے بھیجا ہے؟" عمران جمائی لے کر بولا۔ "میں سونا چاہتا [illegible] عمران مجھے اس وقت بستر سے اٹھا سکتا ہے!" صفدر آنکھیں [illegible] بولا۔!

"معدے کی خرابی بھی اس بدعت کا باعث ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی [illegible] سنا تو ہے کہ اقوال میں بھی کچھ نہیں رکھا۔ ایمان کا ایک جھٹکا [illegible] بیک وقت جنم دے سکتی ہے!"

"میرا ذہن بری طرح الجھا ہوا ہے جلد بتایئے مجھے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟"

"تمہیں یہاں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آج میرا کہیں بھی جی نہیں لگ [illegible]" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اچھا...!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"ہاں...!" عمران نے معصومیت سے سر کو جنبش دی اور [illegible] کے قریب تشریف لے جا کر ایک ہاتھ رسید کر دیا۔ پھر چونک [illegible] صفدر سے پوچھا "یہ کیسی آواز تھی...؟"

"عمران صاحب...!"

"ارے آپ نے کان کیوں کھڑے کر لئے ہیں! جس نے بھیجا ہو اسی سے پوچھو جا کر...!"

صفدر کے چہرے پر بے بسی کے آثار نظر آئے اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گیا۔

عمران نے پھر گھڑی کی طرف دیکھا اور اٹھ کر ریڈیو کھول دیا۔

"کیا اس وقت آپ عالمِ بالا کے نغمے سنیں گے...؟"

عمران کچھ نہ بولا۔ بدستور ریڈیو پر جھکا رہا۔

کسی مخصوص میٹر بینڈ پر سوئی ایڈجسٹ کر کے پھر اپنی جگہ آ بیٹھا۔ بار بار گھڑی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

دفعتاً... ریڈیو سے آواز آئی "شوگر بینک... شوگر بینک... شوگر بینک...!"

اور پھر کسی ساز کا ایک تار بولا۔ پھر دوسرا... پھر تیسرا۔ اسی طرح الگ الگ تار بولتے رہے۔

عمران کا قلم تیزی سے نوٹ بک پر چل رہا تھا۔!

صفدر کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔ کبھی وہ ریڈیو کی آواز کی جانب متوجہ ہو جاتا اور کبھی عمران کی طرف دیکھنے لگتا۔

کچھ دیر بعد پھر ریڈیو سے آواز آئی "شوگر بینک... شوگر بینک!"

اور اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

دیوار سے لگے ہوئے کلاک نے ڈھائی بجائے اور عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا اب میں ریڈیو کا سوئچ آف کر دوں...؟" صفدر نے پوچھا۔

لیکن عمران خود ہی جھپٹ کر سوئچ آف کرتا ہوا بولا "[illegible] ساتھ

عمران ایسے طوفانی انداز میں صفدر کو فلیٹ سے سڑک پر لایا تھا کہ اُسے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی۔

"آخر چلنا کہاں ہے؟" صفدر نے اس کی ٹو سیٹر کا دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔!

"ظاہر ہے۔!" عمران نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا ظاہر ہے۔۔۔؟"

"کنفیوشس کا قول ہے۔!"

"پلیز عمران صاحب! میں اس وقت کسی قسم کی بوریت برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔!"

"تم جیسے کمینے آدمیوں کو کنفیوشس پسند نہیں آئے گا!" عمران نے غمناک لہجے میں کہا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی!

صفدر خاموش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا "آپ نے بیدار کیوں کروایا تھا۔!"

میں سمجھا تھا قوالی ہو گی۔ لیکن کچھ پلے ہی نہ پڑا۔ کیا خیال ہے تمہارا شوگر بینک انگریزی کا کوئی راگ ہے جیسے اپنے یہاں میاں کی ٹوڑی ہوتی ہے؟"

"پتہ نہیں۔!" صفدر نے بیزاری سے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

کار سنسان سڑکوں پر تیز رفتاری سے دوڑتی رہی۔

پھر ایک جگہ صفدر نے محسوس کیا کہ کار کی رفتار کم ہو رہی ہے!

"بتاؤ تو یہ کون سی سڑک ہے!" عمران بولا۔

گاڑی رک گئی تھی۔!

"کمبر روڈ۔!"

"ٹھیک ہے!" عمران نے کہا اور کار پھر اسٹارٹ کر دی۔

اب وہ دو عمارتوں کی درمیانی گلی میں داخل ہو رہی تھی۔! انجن پھر بند کر دیا گیا۔

"اُترو۔۔!" عمران نے صفدر کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

وہ چپ چاپ دروازہ کھول کر دوسری طرف اُتر گیا۔ عمران پہلے ہی اُتر چکا تھا۔!

"ریوالور ہے۔۔؟" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔!" بیزاری سے جواب دیا گیا۔

"اچھا تو آؤ۔۔!"

وہ گلی سے پھر سڑک پر آ گئے یہاں ہر طرف سناٹے کی حکمرانی تھی!

دفعتاً قریب ہی کی کسی عمارت میں کتا بھونکنے لگا۔

صفدر محسوس کر رہا تھا جیسے عمران کو کسی خاص عمارت کی تلاش ہو۔!

آخرکار وہ چلتے چلتے ایک جگہ رک گیا اور وہ بائیں جانب والی عمارت کو گھورنے لگا۔ پھر سر کو پُر معنی جنبش دے کر صفدر سے بولا: "گاڑی یہاں سڑک کے داہنی کنارے پر ٹھیک اسی عمارت کے سامنے روک دو۔!"

صفدر کچھ کہے بغیر اسی گلی کی طرف چل پڑا جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔۔ واپسی پر عمران دکھائی نہ دیا۔ صفدر نے بتائی ہوئی جگہ پر گاڑی روک دی اور اندر ہی بیٹھا ہوا اس کا انتظار کرتا رہا۔

پندرہ بیس منٹ گزر گئے لیکن عمران نظر نہ آیا۔ صفدر سوچ رہا تھا۔ کیا نیچے اتر کر اسے تلاش کرے۔

پھر وہ ریڈیو کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ عجیب سا ساز تھا۔ طرز الگ الگ بے تکا سا تھا۔

دفعتاً وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اُسے عمران والا موسیقی کا تختہ یاد آگیا تھا۔!

اوہ۔۔ تو کیا۔۔۔ وہ کسی قسم کے صوتی اشاروں کا تجزیہ کر رہا تھا۔ لیکن ریڈیو کی آواز۔۔۔ "شوگر بینک"۔۔۔ وہ اس وقت کچھ لکھ بھی تو رہا تھا۔ اور پھر جب دوبارہ شوگر بینک کہا گیا تو ریڈیو بند کر کے اس نے جلدی جلدی کسی نامعلوم جگہ کے لیے روانگی کا فیصلہ کرتے ہوئے اس کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی۔!

صفدر نے طویل سانس لی اور سیٹ کی پشت گاہ سے ٹکتے ہوئے جیب میں سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

۔۔ لیکن سگریٹ سلگانے کی ہمت نہیں پڑی۔ پتہ نہیں عمران ایسے کسی موقع پر سگریٹ نوشی پسند کرے یا نہیں!

عمران ان کے لیے تفریح طبع کا باعث ضرور تھا لیکن وہ سب اس سے ڈرتے بھی تھے۔!

تھوڑی دیر بعد عمران ایک گلی سے برآمد ہوا اور تیزی سے چلتا ہوا گاڑی کے قریب آکر بولا۔

"آؤ میرے ساتھ۔!"

صفدر گاڑی سے اتر کر اس کے ساتھ چل پڑا۔

وہ اسی گلی سے گزرے جس سے عمران برآمد ہوا تھا۔ عمارت کی پشت پر پہنچے۔

"پائپ لائن کے سہارے اُوپر چڑھنا ہے!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"جوتے اتارنے پڑیں گے!" صفدر سر کھجاتا ہوا بولا۔

"اتار کر جیبوں میں ٹھونس لو۔!"

پہل عمران نے ہی کی۔

صفدر اسے اوپر کی ایک کھڑکی میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔ وہ بالکل بندروں کی ہی طرح نہایت آسانی سے اوپر پہنچ گیا تھا۔

خود صفدر کو بڑی دشواری محسوس ہوئی۔ دن کو بارش ہو چکی تھی۔ دیواریں بھیگی ہوئی تھیں۔۔ اُن پر پیر جمانا بڑا مشکل تھا۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح وہ کھڑکی تک پہنچ ہی گیا۔

وہ سوچ رہا تھا۔۔۔ یہ حضرت بھی قسمت کے سکندر ہیں۔ ضروری تو نہیں تھا کہ اس کھڑکی کے قریب سے پائپ لائن بھی گزرتی۔

وہ بہ مشکل کھڑکی سے کمرے میں اتر گیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ لیکن عمران کی سرگوشی نے اس کی رہنمائی کی۔

وہ اسے ساتھ لے کر آگے بڑھا۔۔ ایک کمرے سے دوسرے میں داخل ہوئے اور اس کے بعد ایک طویل راہداری انہیں زینوں تک لے آئی۔

وہ نیچے آئے۔ کہیں بھی بیداری کے آثار نہیں پائے جاتے تھے! دبے پاؤں پوری عمارت دیکھ ڈالی لیکن کہیں بھی کسی کی موجودگی نہ محسوس کرسکے۔!

"عمارت خالی معلوم ہوتی ہے!" عمران آہستہ سے بولا۔

"یہاں آنے کا مقصد۔؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔!" عمران ریڈیم ڈائیل والی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"کہیں بھی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔!" صفدر بولا۔

"ہمیں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیئے جہاں کچھ دیر چھپے رہ سکیں!"

"آخر کتنی دیر۔۔۔؟"

"بس دس پندرہ منٹ کی بات ہے!"

"کیا یہاں کوئی آنے والا ہے؟"

"دیکھ لینا۔۔۔ آؤ۔۔۔!"

عمران نے چھپنے کے لیے باورچی خانہ منتخب کیا اور اس کا دروازہ بند کر کے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی۔

روشنی کی باریک سی کرن گرد و پیش کی اشیاء پر رینگتی رہی۔ خاصی بڑی جگہ تھی۔ عمران نے آگے بڑھ کر آئس بکس کھولا۔

اس میں شراب اور دوسرے مشروبات کی بوتلیں چنی ہوئی تھیں۔

ریفریجریٹر بھی چل رہا تھا۔ اس میں کھانے پینے کی متعدد چیزیں سلیقے سے رکھی ہوئی نظر آئیں۔

"آبادی معلوم ہوتا ہے!" صفدر آہستہ سے بولا۔

عمران نے پھر گھڑی دیکھی! اور آہستہ سے بولا "میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ ٹھیک دس منٹ بعد یہ ویران عمارت آباد ہو گئی۔!"

"کون آگیا؟"

"کوئی موقع کا شعر یاد نہیں آرہا۔۔۔ اور چپ۔۔ یار اگر وہ بھوکے ہوئے تو سیدھے ادھر ہی کا رخ کریں گے۔!"

"تو پھر۔۔!"

"اس طرح کھڑے ہو جاؤ کہ اگر کوئی دروازہ کھولے تو ہم اوٹ میں ہوں! اور ہاں۔ نقاب موجود ہے جیب میں۔۔۔؟"

"ہر وقت تو جیب میں پڑی نہیں رہتی۔!"

"اچھا تو رومال اس طرح باندھو چہرے پر کہ صرف آنکھیں کھلی رہیں!"

صفدر نے بڑی عجلت میں اس تجویز پر عمل کیا تھا۔

وہ قدموں کی آہٹیں صاف سن رہے تھے! کئی افراد معلوم ہوتے تھے! دفعتاً کسی نے ٹھیک باورچی خانے کے دروازے پر کہا "میں سوڈا اور وہسکی لے کر آتا ہوں۔!"

یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور لہجہ بھی دیسی نہیں تھا۔

دروازہ کھلا اور یہ دونوں دیوار سے چپک کر کھڑے ہو گئے۔ آنے والے نے روشنی نہیں کی تھی۔ اندھیرے ہی میں آئس باکس سے بوتلیں نکالنے لگا۔ وہ چلا بھی گیا اور یہ لوگ اسی طرح دیوار سے چپکے کھڑے رہے انہوں

دروازہ بند ہونے کی آواز بھی سنی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا سامنے ہی والے کمرے میں روشنی نظر آئی!

"بہت احتیاط سے باہر نکلنا ہے!" عمران آہستہ سے بولا "جیتین ٹھہرو! انہیں اپنے گلاس بھر لینے دو۔!"

عمارت کے مکین اونچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے! لیکن اتنے فاصلے سے کوئی بات بھی نہیں جا سکتی تھی۔!"

انہوں نے کچھ دیر اور انتظار کیا اور پھر دروازہ کھول کر بہ آہستگی باہر نکل آئے۔!

روشن کمرے کے دروازے پر بھاری پردہ لٹک رہا تھا۔!۔

اب انہوں نے کسی عورت کی بھی آواز سنی!

دونوں کمرے کے دروازے کے ادھر اُدھر دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

عورت کہہ رہی تھی۔!

"یہ میرے لیے ایک خوفناک تجربہ تھا"

لہجہ غیر ملکی تھی اور زبان انگریزی تھی۔!

اس کے اس جملے پر کسی نے کچھ نہ کہا۔

اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اندر کتنے آدمی ہوں گے کچھ دیر بعد عورت پھر کہتی سنائی دی۔

"میں بہت تھک گئی ہوں۔!"

"ہوں۔۔" بھرائی ہوئی سی مردانہ آواز "اب تمہیں سو جانا چاہیے"

دفعتاً عمران نے پردہ ہٹایا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے چہرے پر سیاہ نقاب تھی جس سے صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔!

وہ تینوں کرسیوں سے اٹھ گئے!

دو مرد اور ایک لڑکی۔!

تینوں ہی سفید فام تھے۔ عمران کا ریوالور ان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔

"مخل ہونے کی معافی چاہتا ہوں۔۔۔!" عمران نے خالص فرانسیسی لہجے میں کہا۔ آواز میں نرمی تھی۔

"تم کون ہو۔؟" بھاری بھرکم آدمی نے بڑی لاپروائی سے پوچھا۔

"میں ایک آرٹسٹ ہوں" عمران نے ترمیلے انداز میں کہا "پکاسو کے اسکول سے تعلق رکھتا ہوں۔ اگر اپنی تجرید کرانا چاہتے ہو تو میری مخالفت کر کے دیکھو۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ لڑکی نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میرے ساتھ چلو۔!" عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" بھاری بھرکم آدمی کی بھنویں تن گئیں!

"تمہیں مطلب سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ نا سرے کہیں تمہیں نہیں لے جانا چاہتا۔۔۔ کامریڈ کیول۔!" عمران نے صفدر کو آواز دی!

اور صفدر ریوالور ہاتھ میں لیے ہوئے اندر آیا۔

"ان خاتون کو دوسرے کمرے میں لے جاؤ۔!"

"نہیں۔!" بھاری بھرکم آدمی بڑے اعتماد کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا بولا۔!

"ارے... ارے... پیچھے ہٹو۔!" عمران خود پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

"تم فائر نہیں کر سکتے۔!" وہ غراتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

"نہیں جناب میں فائر نہیں کروں گا۔!" عمران نے کہا اور بدستور پیچھے کھسکتا رہا...

غیر ملکی پلکیں جھپکائے بغیر اُسے گھورتا ہوا آگے بڑھتا رہا! اسی وقت میں شاید عمران کو زیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔!

دفعتاً عمران نے چھلانگ لگائی اور اس کے دونوں پیر بھاری بھرکم آدمی کے سینے پر پڑے۔ وہ اس کے لیے قطعی تیار نہ تھا لہٰذا اچھل کر دوسرے آدمی پر جا پڑا اور دونوں ہی فرش پر ڈھیر ہو گئے!

لڑکی کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ صفدر نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "تم ادھر آؤ... ایک کنارے ہو جاؤ ورنہ"

پھر وہ اُسے ایک گوشے میں کھینچ لے گیا۔

وہ دونوں غیر ملکی شاید نہتے تھے ورنہ دوبارہ اٹھتے ہی ریوالور ضرور نکال لیتے...

عمران نے اپنا ریوالور بھی بغلی ہولسٹر میں ڈالا اور باقاعدہ طور پر ان پر ٹوٹ پڑا۔

بھاری بھرکم آدمی غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

دوسرا تو دو ہی تین لاتوں کے بعد لمبا لیٹ گیا۔ لیکن اس پر جب بھی عمران کی لات پڑتی پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ حملہ آور ہوتا!

عمران نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ ہاتھ استعمال ہی نہ کرے گا۔

صفدر ہر بار یہی سمجھتا کہ اب آگئی عمران کی شامت لیکن عمران کسی تربیت یافتہ بندر کی طرح اپنے حریف کو جھلا دے دے کر صرف لاتیں چلاتا رہا۔

حریف کی دہاڑیں گالیوں کی شکل اختیار کرتی رہیں۔

آہستہ آہستہ صفدر جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔ آخر یہ کھیل ختم ہی کیوں نہیں کر دیتا۔

بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کوئی شریر بچہ اپنے کسی بزرگ کو چڑا رہا ہو بھاری بھرکم آدمی ہانپنے لگا۔ اس کا چہرہ لہو لہان تھا اور آنکھیں حلقوں سے ابلتی محسوس ہو رہی تھیں۔ سرخ سرخ آنکھیں... جن سے اب دیوانگی جھلکنے لگی تھی!

وہ جھپٹ جھپٹ کر حملے کرتا رہا اور لاتیں کھاتا رہا۔

پھر صفدر نے اُسے لڑکھڑا کر اس طرح گرتے دیکھا کہ دوبارہ اٹھنے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

سناٹا چھا گیا۔!

"اب کیا ارادہ ہے۔" صفدر نے خفیف آواز میں پوچھا۔

"تم یہیں ٹھہرو...!" عمران نے کہا اور باہر نکل گیا۔

صفدر اب بھی لڑکی کا بازو پکڑے ہوئے تھا۔

"تم کون ہو؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" لڑکی نے کپکپاتی ہوئی آواز میں صفدر سے پوچھا۔

"میں بھی تمہاری ہی طرح لاعلم ہوں۔؟"

"میرا بازو چھوڑ دو۔!"

"میرے ساتھی کی واپسی سے پہلے یہ ناممکن ہے!"

"تمہارا ساتھی کون ہے؟"

"یہ بھی وہی بتا سکے گا۔!"

اتنے میں عمران واپس آ گیا اور صفدر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔!

"یہ پوچھ رہی تھی۔!"

"شٹ اپ۔۔۔ اسے باہر لے چلو۔!"

"کیا مطلب؟" لڑکی چیختی ہوئی بولی۔

"تم ہمارے ساتھ جاؤ گی۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"ناممکن کو ممکن بنانا میری ہوبی ہے!" عمران نے کہا اور ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی پیشانی پکڑ لی۔

صفدر سمجھ گیا کہ وہ اس کی کنپٹیاں دبا رہا ہے۔ اس لیے اس نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

لڑکی نے ان کی گرفت سے نکل جانے کے لیے جدوجہد شروع کی تھی لیکن ناکام رہی

پھر شاید چیخنے ہی کے لیے منہ کھولا تھا کہ اعصاب جواب دے گئے۔ لڑکھڑاتی ہوئی عمران کے بائیں بازو پر آ پڑی!

عمران نے اسے اپنے کاندھے پر ڈالا اور صفدر دروازے کی طرف چل پڑا۔

کچھ دیر بعد ٹو سیٹر دانش منزل کی طرف جا رہی تھی۔ اس طرح کہ ان دونوں کے درمیان بے ہوش لڑکی بیٹھی نظر آ رہی تھی!

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی لمبا سفر طے کرنے کے دوران میں گہری نیند آ گئی ہو۔!

دانش منزل پہنچ کر عمران نے ٹو سیٹر صفدر کے حوالے کی اور خود بے ہوش لڑکی کو اٹھائے ہوئے اندر چلا گیا۔

اس نے صفدر سے اندر چلنے کو نہیں کہا تھا! ٹو سیٹر حوالے کر دینے کا یہی مطلب تھا کہ وہ اس پر اپنے گھر جا سکتا ہے۔!

گھڑی دیکھی پانچ بج رہے تھے۔۔۔ اس نے سوچا جتنی دیر بھی سونے کو مل جائے غنیمت ہے کیونکہ اب تو کسی قسم کا چکر چل ہی چکا ہے!

وہ ٹو سیٹر کو کمپاؤنڈ سے نکال ہی رہا تھا کہ عمران پھر پلٹ آیا اور دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا ہوا بولا "میں نے سوچا کہیں تم غصہ نہ کرو کہ بعد میں تنہا چھوڑ دیا۔!"

"جی۔۔!" صفدر نچلا ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"کچھ خفا خفا سے لگ رہے ہو۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے گزرتے ہوئے عمران نے کہا "میرا دل چاہتا ہے کہ تم مجھے جولیانا فٹز واٹر کے گھر اتار دو۔!"

"کوئی خاص بات؟"

"آج تک کوئی عام بات میرے حصے میں آئی ہی نہیں!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسٹیرنگ کرتا رہا۔

جولیانافٹزواٹر بے خبر سو رہی تھی! گھنٹی کی تیز آواز سے جاگ پڑی
کوئی مسلسل گھنٹی بجائے جا رہا تھا۔

سخت غصہ آیا! دم تو نہیں لیتا۔ یہ کیا وحشت ہے! مسلسل بٹن دبائے ہی چلا جا رہا ہے۔ یہاں کے لوگ کبھی مہذب نہ ہو سکیں گے۔

سلیپنگ گاؤن پہنتی ہوئی وہ دروازے کی طرف جھپٹی!

"کون ہے؟" اس نے خشمگیں آواز میں پوچھا۔

"ٹیلیگرام ...!" باہر سے آواز آئی۔!

اور اس نے طویل سانس لے کر دروازہ کھول دیا لیکن پھر جو بھڑ
ہے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمران کو قتل ہی کر دے گی۔

"گنوار، جنگلی، وحشی!"

"ٹیلیگرام ...!"

"نکل جاؤ یہاں سے!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

"کھانسی آنے لگے گی۔ اکھانسی ...!"

"میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے!"

"میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں ...!"

"کیا فائدہ کہ میں چیخنا شروع کر دوں اور لوگ اِدھر اُدھر سے دوڑ پڑیں
وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"ارے تو میں ہی بلائے لاتا ہوں اِدھر اُدھر سے لوگوں کو۔ چیخنے سے تو سچ مچ کھانسی آنے لگے گی!"

جولیا غصے میں شاید یہ بھول گئی تھی کہ دروازے سے کافی پیچھے ہٹ آئی ہے ورنہ شاید اب تک دروازہ عمران پر بند ہو گیا ہوتا!

اور اب یہ ناممکن تھا کہ عمران کو دھکیلتی ہوئی دروازے تک لے جاتی اور پھر بالکل ہی دھکا دے دیتی۔

"پچھلے سال میں نے تم سے کہا تھا کہ کسی نہ کسی دن ذرا تڑکے آکر تمہاری بہار دیکھوں گا۔!"

"چلے جاؤ یہاں سے ...!" وہ پھر چیخی۔

اور عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر مغموم لہجے میں بولا "صرف بہار دیکھوں گا ... گیت نہیں سن سکتا ... مجھے راس نہیں آتے ...!"

جولیا پیر پٹختی ہوئی اندر چلی گئی اور عمران نے بڑی احتیاط سے دروازہ بولٹ کر کے ٹھنڈی سانس لی۔

پھر وہ سٹنگ روم ہی میں پہنچا تھا۔ جہاں جولیا سختی سے مٹھیاں بھینچے کھڑی تھی!

"تم کیوں آئے ہو؟"

"بوفلاف! اپنے نام کے ہجے معلوم کرنا چاہتا ہے!" عمران نے سنجیدگی اور شائستگی سے کہا اور جولیا کو بے ساختہ ہنسی آگئی لیکن عمران کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔

"بوطروف!" وہ بے تحاشہ ہنستی ہی چلی گئی۔

"مجھے بھی ہنسنا آتا ہے جولیانافٹز واٹر!"

وہ ہنستی ہی رہی۔

"تم راحیل کے پاس کیوں گئی تھیں؟"

"سنا تھا کہ صاحب اولاد ہو گئے ہو۔ میں نے کہا تصدیق بھی کر لی جائے۔"

"حد ہو گئی غفلت کی! میرے صاحب اولاد ہو جانے کی تصدیق دوسروں سے کرتی پھر رہی ہو۔!"

"شٹ اپ۔" وہ جھینپ گئی!

"جواب لیے بغیر نہیں جاؤں گا کہ تم میرے مہمان کے پاس کیوں گئی تھیں؟"

"میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کی پابند نہیں۔!" وہ پھر گرم ہو گئی۔!

"اچھی بات ہے!"

"ذرا ٹھہرو۔ چلے کہاں؟" دفعتاً خلاف توقع جولیا ہاتھ اٹھا کر بولی عمران رک کر مڑا۔

"ممکن ہے یہ بھی تمہیں گمان گذرے کہ آج میں راحیل کے ساتھ سردار گڈھ کیوں جا رہی ہوں۔۔۔!"

"کیا تم اُسے پہلے سے جانتی تھیں؟"

"پچھلی رات سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!"

"لیکن اسے ہی دیکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"میں اپنے نجی معاملات میں کسی کی بھی دخل اندازی پسند نہیں کرتی!"

"اوہ معاف کرنا۔ میں بھول گیا تھا کہ تم اپنے ہی کسی معاملے کی تصدیق کرنے گئی تھیں!"

"شٹ اپ!"

عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اُسے پھاڑتا ہوا بولا۔

"یہ تمہیں ہر حال میں بتانا پڑے گا کہ تم وہاں کیوں گئی تھیں!"

"مجھے اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا!"

"اچھی بات ہے تو اپنی زندگی ختم کر لینے کی تیاری شروع کر دو۔ میں جا رہا ہوں۔!"

"ٹھہرو۔!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "اگر تم نے میرے خلاف کوئی حرکت کی تو ان دیکھے ہاتھوں سے پٹو گے۔!"

"ہوں۔! تو گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے چیف نے تمہیں وہاں بھیجا تھا!"

"میں ذاتی طور پر ایسے وسائل نہیں رکھتی کہ تمہاری نجی زندگی سے واقف ہو سکوں۔!"

"میں تمہارے چیف کو اس نالائقی پر ضرور سزا دوں گا۔!"

جولیا مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسی پھر بولی "میں اس منظر کو دیکھنا چاہتی ہوں۔!"

"پروفیسر سنگھ کو... بندر کنا تو میں ہے اس کی!"

"تو کیا یہ حقیقت ہے کہ وہ ماہر حیوانیات ہے!"

"اس سے بھی کچھ زیادہ...!"

"تو پھر اب؟..."

"جب چاہو دیکھ لو... اور اں میں کافی پیوں گا۔ کافی کے ساتھ مالٹوں کا رس ضرور لیتا ہوں... دو سلائس کافی ہوں گے۔ انڈے اگر ابلے مل سکیں تو ایک آدھ وہ بھی چلے گا...!"

"پہلے شیو بناؤ...!"

"تمہارے سیفٹی ریزر سے تو ہرگز شیو نہیں کروں گا...!"

"شٹ اپ...!" اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا اور اٹھ کر چلی گئی۔

عمران صوفے پر دراز ہو گیا۔

پندرہ منٹ بعد وہ پھر واپس آئی۔ لباس تبدیل کر چکی تھی اور نکھری نکھری سی نظر آ رہی تھی۔

"کافی ہے!" عمران بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"شٹ اپ...!"

"شٹ اپ کا دورہ پڑا ہے تم پر...!"

"میں ایک کپ کافی کے علاوہ اور کچھ نہ دے سکوں گی!"

"کیوں؟"

"کئی دنوں سے باہر ناشتہ کر رہی ہوں!"

"چلو تو باہر ہی چلیں!"

"اچھا...!" وہ برا سا منہ بنا کر بولی!

دونوں باہر آئے۔ جولیا کی چھوٹی فیٹ باہر کھڑی تھی!

"دھکا تو نہیں لگانا پڑے گا...!" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ناکارہ بیٹری نہیں رکھتی...!" وہ فخریہ لہجے میں بولی۔

"اکثر نئی بیٹری بھی ڈاؤن ہو جاتی ہے!"

"بیٹھو...!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

عمران اسٹیئرنگ کے قریب والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جولیا نے سلف ٹر کا بٹن دبایا... دباتی ہی رہی... لیکن گاڑی اسٹارٹ نہ ہوئی!

"ہو گئی ڈاؤن...!" عمران چہک کر بولا۔

"بکواس ہے!" وہ دروازہ کھول کر نیچے اترتی ہوئی بولی۔ پھر ڈکی ھول کر پٹرول نکالا۔

عمران اسے کاربوریٹر میں پٹرول ڈالتے دیکھتا رہا۔

اس کے... دو تین منٹ بعد جولیا نے پھر گاڑی سلف اسٹارٹر ہی سے... ٹ کرنی چاہی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

گے کا دھکا" عمران سر ہلا کر بولا۔

جولیا بے بسی سے مسکرائی اور عمران نیچے اتر گیا۔

پھر عمران گاڑی کو دھکیلنے لگا تھا۔

"گیئر میں ڈالو..." وہ دھکا لگاتا ہوا چیخا!"

گاڑی نہ صرف اسٹارٹ ہوئی بلکہ عمران تو احمقانہ انداز میں منہ کھولے ڑا رہ گیا اور وہ بڑی تیز رفتاری سے سنسان سڑک پر دوڑتی چلی گئی!

جولیا نافٹز واٹر نے گاڑی عمران کے فلیٹ کے سامنے ہی روک دی تھی۔ سلیمان نے بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا اور بندر سے اس کا تعارف کراتا ہوا بولا۔

"باس کا دوسرا باڈی گارڈ۔ پہلے حرامزادے سے تو بڑی مشکل نجات مل گئی!" بندر بڑی بے تعلقی سے پائپ پی رہا تھا۔ اس نے صرف ایک ہی بار جولیا کی طرف دیکھا تھا اور پھر چھت پر نظریں گاڑ دی تھیں!

پتہ نہیں کیوں جولیا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس بندر نے اس کی توہین کی ہو۔

"ایک بوتل بیئر پی چکا ہے!" سلیمان بولا۔ "اور اب پائپ سے شوق فرما رہا ہے۔"

"اور تمہارا باس کیا بولتا۔" جولیا نے پوچھا۔

"باس کیا بولتا!" سلیمان نے حیرت سے دہرایا اور پھر ہنس کر بولا۔ "مسے آپ نے وہ تو سنا ہی ہوگا بعض لوگ بچوں کے لیے وہ بچوں میں بچے ہو جاتے

میں جوان اور بوڑھوں میں بوڑھے بن جاتے ہیں لیکن میرا باس اُن سے بھی آگے ہے... وہ بندروں میں بندر بھی بن سکتا ہے۔ رات تو انتہا کر دی تھی۔ بیئر کی بوتلوں کا..."

جولیا نے پُرتفکر انداز میں سر کو جنبش دی!

"آپ کافی پئیں گی یا چائے۔" سلیمان نے اُس سے پوچھا۔

"میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔"

"آپ بیٹھئے... میں ابھی لایا۔"

"اس کو بھی لیتے جاؤ۔" جولیا نے بندر کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ ڈریئے نہیں۔ خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا اور پھر اُس کی مرضی کے خلاف اسے کہیں سے اٹھایا بھی نہیں جا سکتا۔"

سلیمان چلا گیا اور وہ بندر کو دیکھتی رہی۔ پائپ شاید بجھ گیا تھا اس نے اُسے میز پر ایک طرف رکھ دیا اور قریب ہی رکھی ہوئی ایک مجلد کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔!

پھر میز سے اُچھل کر کھڑکی پر آیا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ مطلع آج بھی ابر آلود تھا لیکن بادل چھٹے سے تھے!

میز کی طرف واپس آکر پھر کتاب کی ورق گردانی شروع کر دی!

اتنے میں سلیمان واپس آگیا اس کے ہاتھوں پر ناشتے کی ٹرے تھی!

جولیا سوچ رہی تھی بندر کہیں ناشتہ خراب نہ کر دے۔ اس لیے اس نے سلیمان سے کہا کہ وہ وہیں کھڑا رہے!

"وہ ناشتہ کر چکا ہے!" سلیمان بولا۔ "اب آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا..."

یہی مدت بھی جولیا نے بڑے سکون سے ناشتہ کر لیا اور چند کتاب کی ورق گردانی کرتا رہا!

یہاں آئے ہوئے جولیا کو آدھا گھنٹہ گذر چکا تھا لیکن ابھی تک عمران کی واپسی نہیں ہوئی تھی!

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور جولیا نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو...!"

"جولیا نافٹز واٹر۔" دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی!

"یس سر...!"

"تم وہاں کیا کر رہی ہو؟"

"وہ... وہ... جناب... چند... !"

"شٹ اپ...!"

"م... میں عمران سے ملنا چاہتی ہوں...!"

"کیوں ملنا چاہتی تھیں؟"

"دراصل بندر دیکھنا چاہتی تھی!"

"واپس جاؤ... عمران ٹپ ٹاپ میں تمہارا منتظر ہے!"

"بہت بہتر جناب...!"

جولیا بوکھلائے ہوئے انداز میں رخصت ہو کر ٹپ ٹاپ پہنچی۔

ٹپ ٹاپ کلب کا ایک شعبہ دن میں بھی کام کرتا رہتا تھا۔

"میں ناشتہ کر چکا ہوں" عمران نے اٹھ کر جولیا کا استقبال کرتے ہوئے کہا "تمہارے لیے کیا منگواؤں...!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے اس کی میز کے قریب بیٹھ گئی...!

"مجھے یہاں نہ آنا چاہیے تھا" عمران کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"مجھ سے فضول بکواس نہ کرو...!"

"اوہ... تم شاید اپنی اس غلطی کی معافی مانگنے آئی ہو!"

"غلطی نہیں..."

"اچانک یہاں کیسے آپہنچیں؟"

"چیف کی ہدایت پر!"

"تو گویا وہ خبیث مجھے کہیں بھی چین نہیں لینے دے گا۔ کیا اس نے تمہیں بتایا تھا کہ میں یہاں ہوں!"

"اس نے کہا تھا کہ ٹپ ٹاپ میں میرے منتظر ہو!"

"اے توبہ توبہ..." عمران منہ پیٹتا ہوا بولا "میں انتظار کروں گا۔ ان خاتون کا جو مجھے بے یار و مددگار اس سڑک پر چھوڑ گئی تھیں! ویسے کیا آپ کے لیے ناشتہ منگواؤں...!"

"میں تمہارے گھر سے آ رہی ہوں!"

"ہوں...!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا "اور وہاں ناشتہ ضرور کیا ہوگا... گولی مار دوں گا سلیمان کے بچے کو میرا شوگر بینک تباہ کر رہا ہے!"

"تم فضول باتیں چھوڑ کر مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟"

"مجھ سے معافی مانگو... تمہارے خلاف دو شکایتیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ تم نے میرے مہمان کو میرے متعلق غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی! اور دوسری یہ کہ مجھ سے ہی گاڑی میں دھکا لگوایا اور مجھے ہی بے یار و مددگار سڑک پر چھوڑ گئیں...!"

"پہلی حرکت کی میں ذمہ دار نہیں!"

"تمہارے چیف نے تمہیں بھیجا تھا؟"

"ہاں ۔۔!"

"تم راحیل سے کیا معلوم کرنا چاہتی تھیں؟"

"یہی کہ وہ کون ہے اور بندر کی کہانی تو اس نے خود ہی سنائی تھی! اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی علی عمران کے لیے وہ بندر لایا ہے! اور اس شہر میں شاید ہی کوئی ایسا علی عمران ہو جو بندروں کو بھی پال سکے علاوہ تمہارے ۔ ۔ ۔ !"

"کنگال ہو جاؤں گا ۔!"

"سلیمان کہہ رہا تھا یہ دوسرا باڈی گارڈ ہے!"

"اس وقت کیوں آئی ہو تم ۔!" عمران ہاتھ جھٹک کر بولا۔

"میں نہیں جانتی ۔!"

"ہاں تم کہہ رہی تھیں کہ راحیل کے ساتھ سردار گڑھ جاؤ گی!"

"حکم ملا ہے ورنہ مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے!"

"نامعقول ۔!"

"کیا مطلب ۔؟"

"تمہارا چیف سخت نامعقول ہے۔ میرے نجی معاملات سے اُسے کیا سروکار ۔ ۔ ۔ !"

"سچ بتاؤ ۔ ۔ ۔ وہ بندر کس نے بھجوایا ہے؟"

"کیا تم راحیل کو جھوٹا سمجھتی ہو۔"

"نہیں! میں نے اس میں مکاری نہیں پائی۔"

"تب پھر اس کی بات پر یقین کرو۔ اسی طرح میں بھی لاعلم ہوں!"

"اس پر یقین نہیں کر سکتی!"

"اچھی بات ہے!"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ میں کسی طرح بھی تمہیں یقین نہ دلا سکوں گا۔ ویسے بہت محتاط رہنا سردار گڑھ اچھی جگہ نہیں ہے ۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔" جولیا برا سا منہ بنا کر بولی۔

"لیکن جاؤ گی ضرور ۔!"

"اسے ۔ ۔ ۔ میرے چیف کا حکم ۔!"

"وہ بھی گھاس کھا گیا ہے ۔!"

"فضول باتیں نہ کرو۔ مجھے بتاؤ کیوں جا رہا ہے!"

"میں نے جواب دیا ہے ۔!"

"ہاں ۔ ۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ کبھی نہ کہتا کہ عمران ٹپ ٹاپ میں تمہارا منتظر ہے ۔!"

"ٹھیک ہے وہ راحیل سے زیادہ مجھے موزوں سمجھتا ہو!"

"شٹ اپ ۔!"

"آج صبح ہی تم پر شٹ اپ کا دورہ پڑ گیا ہے!"

"جلدی بتاؤ کیا بات ہے ۔!" وہ گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔

"تمہیں میرے ساتھ دانش منزل تک چلنا ہے۔"

"تو پھر اٹھو ۔ ۔!"

"لیکن گاڑی میں دھکا نہیں لگاؤں گا ۔!"

وہ ہنس پڑی اور بولی "گاڑی رننگ میں ہے۔ پلگ بدل گیا ہے!"

وہ عقب کی عمارت سے نکل کر گاڑی میں آ بیٹھے ۔!

دانش منزل تک کا راستہ خاموشی ہی سے طے ہوا۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر برآمدے میں آئے۔ عمران نے قفل کھولا۔

"خدا کی پناہ... اب دانش منزل کی کنجی بھی تمہارے پاس رہنے لگی ہے!" جولیا نے کہا۔

"مسرت حاصل ہوتی ہے تمہارا چیف تم لوگوں کو غار میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن مجھے ہر حال میں خوش رہنے پر مجبور ہے۔۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتی تھی! دفعتاً وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "کبھی نہ کبھی تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا!"

"کس بات کا۔۔!"

"کسی بات کا بھی نہیں۔۔!" جولیا نے طویل سانس لی اور اس کے ساتھ چل پڑی۔ وہ اندر آگئے۔۔!

"ساؤنڈ پروف کمرے میں ایک لڑکی ہے تمہیں اس کا صحیح نام اور پتہ دریافت کرنا ہے۔۔۔!"

"کیا بات ہوئی! تم خود بھی یہ کام کر سکتے ہو۔۔!"

"تم جاؤ تو۔۔ وہ بے ہوش حالت میں یہاں لائی گئی ہے!"

جولیا نے بے اعتباری سے اسے دیکھا۔!

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ۔۔۔؟"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتی۔۔۔!"

"خاموشی سے اندر جا بیٹھنا اور دو تین منٹ سے پہلے گفتگو نہ شروع کرنا!"

"اچھا۔۔!"

"ہینڈل پر جو سرخ بٹن ہے اسے دبا کر ہینڈل گھمانا۔۔!"

"آج میں پہلی بار اس ممنوعہ کمرے میں داخل ہونے جا رہی ہوں!"

"اب کھسکو بھی۔۔ داخل ہونے کی تدبیر بھی معلوم ہو گئی!" عمران نے کہا۔

اور جولیا بُرا سا منہ بناتے ہوئے ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف چل پڑی۔

سُرخ بٹن دبا کر ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کُھل گیا۔ وہ اندر داخل ہوئی۔

سامنے کرسی پر ایک غیر ملکی لڑکی نیم دراز تھی۔ اُسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ جولیا نے اسے ہاتھ ہلا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ تو گئی لیکن اُسے کینہ توز نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔!

جولیا بھی اُسے گھور رہی تھی۔ لیکن یہ بتانا مشکل تھا کہ وہ کس جذبے کا اظہار تھا۔!

غیر ملکی لڑکی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کچھ کہنے ہی والی تھی کہ سامنے والی دیوار سے آواز آئی

"شوگر بینک۔۔ شوگر بینک۔۔۔ شوگر بینک۔۔۔" اور پھر ایسی آواز آئی جیسے کسی ساز کا کوئی تار ٹوٹا ہو۔!

لڑکی اچھل کر اُس میز کی طرف جھپٹی جس پر لکھنے پڑھنے کا سامان تھا! اُس نے تیزی سے ایک کاغذ کھینچا اور اس پر پنسل سے کچھ لکھنے لگی۔

"تار بج رہے تھے اور اس کی پنسل تیزی سے کاغذ پر چل رہی تھی!

وہ اس میں اتنی محو تھی کہ جولیا اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئی لیکن اُسے اس کا علم نہ ہو سکا۔

جولیا کی نظر تحریر پر تھی۔ وہ لکھتی رہی اور جولیا پڑھتی رہی۔

"پچھلی رات تم غلط آدمیوں کے ہاتھوں پڑ گئی تھیں۔ اب انہیں میں ہو۔ جو کچھ تم سے پوچھا جائے بتا دو۔ یہ ایک حتمی سی کاروائی ہے۔۔۔

ب تمہیں بالکل نئے لوگوں کے ساتھ کام کرنا ہے۔ ان لوگوں کے سوالات تمہارے لیے تحیر خیز بھی ہو سکتے ہیں لیکن تم ہر سوال کا صحیح جواب دو گی۔

اوور اینڈ آل۔۔۔!"

پنسل رک گئی۔ جولیا نے محسوس کیا کہ پنسل رکنے سے پہلے تاروں والے ساز کی آواز بند ہوئی تھی اور تین بار پھر شوگر بینک کہا گیا تھا۔

جولیا پیچھے ہٹ آئی۔

پھر لڑکی اس کی طرف مڑی تھی!

اور ٹھیک اسی وقت دروازہ بھی کھلا تھا۔ ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ جس کی ناک پکوڑے جیسی تھی اور گھنی مونچھیں اس طرح نیچے جھکی ہوئی تھیں۔ کہ دہانہ قریب قریب چھپ کر رہ گیا تھا!

یہ عمران کا ریڈی میڈ میک اپ تھا جس سے جولیا بخوبی واقف تھی

عمران نے بغل میں ایک ناول دبا رکھا تھا اور ہاتھ میں پنسل اسی طرح پکڑ رکھی تھی جیسے کہیں بیٹھ کر کچھ لکھتے لکھتے اچانک اٹھ آیا ہو۔

"بیٹھ جاؤ۔۔۔ بیٹھ جاؤ۔۔۔!" اس نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔

وہ دونوں بیٹھ گئیں۔۔!

لڑکی عمران سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

دفعتاً جولیا نے لڑکی سے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"ایوا گرین۔۔!" لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"تمہیں تو ماسٹر کی ہدایات ملتی رہی تھیں اس کے باوجود بھی؟"

عمران نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

لڑکی سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"جواب دو۔۔۔!" عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جو کچھ مجھ سے کہا گیا تھا۔ میں نے کیا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔۔!"

"تم سے کیا کہا گیا تھا۔؟"

"میں نہیں جانتی تھی کہ پروفیسر کے لیے کس قسم کا خطرہ موجود ہے!"

"پچھلی رات تمہاری عقل پر پتھر کیوں پڑ گئے تھے؟"

"میں ہدایت کے مطابق بتائی ہوئی جگہ پر ان دونوں کو لے گئی تھی!"

"تم نے انہیں پرکھنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا؟"

"کوئی بھی نہیں۔۔ وہ مجھے بتائی ہوئی جگہ پر پہلے سے موجود تھے!"

"تم نے کیپٹن فیاض ہی کا انتخاب کیوں کیا تھا دوستی کے لیے!"

"میں نے انتخاب کیا تھا۔ لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پھر۔۔۔؟"

"میں نے انتخاب نہیں کیا تھا۔ مجھ سے اُسی خاص آفیسر کے بارے میں کہا گیا تھا۔!"

"پھر تم نے بیان کیوں بدل دیا اپنا۔؟"

"اب تم بھی تھوڑی سی عقل استعمال کرو۔!" لڑکی نے بے باکانہ کہا۔

"میں عقل استعمال کروں۔!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"ہاں۔۔ بالکل۔ اس کی دوستی پروفیسر کے مرڈر کیس میں ملوث ہو گئی

ہوں... ورنہ مجھے پولیس کے ساتھ مرجانا پڑتا۔!"

"لیکن کیپٹن فیاض ایک پولیس آفیسر ہی ہے!"

"وہ میرے بیان کی تردید کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا کیونکہ اس طرح خود اُسے بھی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔!"

"چلو خیر — یہاں تم نے ذہانت کا ثبوت دیا ہے!" عمران بائیں کان کھجاتا ہوا بولا۔

اس کے بعد پھر وہ تینوں خاموش بیٹھے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد عمران بولا۔

"اب چھان بین کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے!"

"کیسی چھان بین؟" لڑکی چونک کر بولی۔

"ہمیں شبہ ہے کہ تم مخالفوں سے مل گئی ہو!"

"کیا مطلب؟" لڑکی کرسی سے اٹھ گئی!

"پروفیسر کا قتل۔!" عمران سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"یہ زیادتی ہے... مجھ پر سراسر زیادتی ہے.. مجھ سے جتنا کہا گیا، میں نے کیا۔"

"پھر بھی تم جواب دہی سے نہیں بچ سکتیں!"

"جواب دہی...؟" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی: "میں جانتی ہوں کہ غداری کی سزا موت ہے۔ لیکن پہلے اسے ثابت کرنا پڑے گا کہ مجھ سے غداری سرزد ہوئی ہے۔!"

"فی الحال میں تمہارے لیے ناشتے کا انتظام کرنے جارہا ہوں"

ہوا بولا۔

جولیا اس کی طرف مستفسرانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی! لیکن عمران دیئے بغیر باہر چلا گیا۔

خودکار دروازہ بند ہو کر مقفل ہو چکا تھا!

لڑکی نے جولیا سے پوچھا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"جولیا—!"

"فرنچ — ہو—!"

"نہیں سوئس—!"

"کیا میں اس کمرے میں قید ہوں۔!"

"پتہ نہیں—!" جولیا نے لاپروائی سے کہا۔

"اس کا نام کیا ہے؟"

"غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو—!" جولیا نے ناخوشگوار لہجے میں ب دیا۔

لڑکی نے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ اس کو خود سے کمتر سمجھتی ہو۔ جولیا نے بھی اسے محسوس کیا اور دانت پیس کر رہ گئی اور اسے تو وہ خود بھی نہ سمجھ سکی کہ اسے عمران پر غصہ آیا تھا یا اس لڑکی پر—!

کچھ دیر بعد عمران خود ہی ناشتے کی ٹرے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے رے میں داخل ہوا۔

جب وہ ٹرے میز پر رکھ رہا تھا لڑکی بولی: "کیا میں خود کو ایک یدی سمجھوں؟"

"فی الحال ۔ !"

"آخر کیوں ؟"

"پروفیسر کا معاملہ صاف ہوئے بغیر ۔ !"

"میں کچھ نہیں جانتی اس کے بارے میں !"

"ناشتہ کرو ۔ !"

"میں جانتی تھی کہ ایک دن یہی ہونا ہے ۔ !" وہ بڑبڑاتی ہوئی کی طرف متوجہ ہو گئی!

جولیا اس کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لے رہی تھی!

یہ ہے ۔ ۔ ۔ ایوا گرین ۔ ۔ ۔ جس کے بارے میں پاکیشو نے چھان بین تھی ۔ پروفیسر گرین ۔ ۔ کون تھا ۔ ؟ یک بیک یہ سوال ذہن میں ابھر لڑکی نے دو سلائس لیے تھے ۔ اور اب چائے انڈیل رہی تھی۔

"بہت تھوڑا کھاتی ہو ۔ !" عمران بولا۔

جولیا نے اسے گھور کر دیکھا۔

لڑکی نے عمران کی بات کا کوئی جواب نہ دیا ۔ چائے میں شکر ملا رہی ۔ ۔ ۔ !

جولیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر عمران کرنا کیا چاہتا ہے۔ ویسے نہ جانے کیوں اس لڑکی کو دیکھتے ہی اس کے ذہن میں کھٹک سی پیدا ہو ناشتے کے بعد وہ کرسی سے اٹھ گئی اور ان کی موجودگی کی پروا بغیر کمرے میں ٹہلتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ایسا محسوس ہونے لگا کہ اسے دونوں کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہ گیا ہو ۔ ٹہلتے ٹہلتے رک کر کچھ سوچنے اور پھر ٹہلنا شروع کر دیتی ۔ !

دفعتاً جولیا عمران سے بولی "کیا تم اس کی اداکارانہ صلاحیتوں کے میرا وقت برباد کر رہے ہو؟"

لڑکی رک کر اس کی طرف مڑی۔

"تم میرے متعلق بڑے گھٹیا لہجے میں گفتگو کر رہی ہو !" اس نے درشتی سے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں !" عمران بول پڑا۔

"تم مت دخل دو ۔ !" جولیا اس پر الٹ پڑی!

"یعنی ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ بیچ ۔ ۔ ۔"

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو ۔ !" ایوا گرین جھپٹ کر جولیا کے قریب آ گئی۔

"پیچھے ہٹو ۔ ۔ !" جولیا نے اسے دھکیلنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا ۔ لیکن ی وقت تک پیچھے ہٹتی چلی گئی کیونکہ ایوا گرین نے اس کے ہاتھ کو اپنے پر روک کر جوابی دھکا دیا تھا۔

"ارے ۔ ۔ ارے ۔ ۔ ارے ۔ ۔ !" عمران ہکلایا۔

"بکتیا ۔ ۔ !" جولیا کی زبان سے نکلا اور وہ پھر اس پر جھپٹ پڑی!

دونوں کے جسم ٹکرائے اور پھر جولیا یک بیک اچھل کر پیچھے ہٹ گئی!

ب وہ اس طرح اپنے کپڑے جھاڑ رہی تھی جیسے بہت سے کیڑے ے جسم پر رینگ رہے ہوں ۔ ۔

"اب تم مسٹر پاکیشو کے صدمے کی نقل کرو گی اور میں تمہاری اداکارانہ — حیتوں کی داد دوں گی ۔ !" ایوا گرین نے ہنس کر کہا۔

"ارے باپ رے !" عمران اپنا سر سہلاتا ہوا بڑبڑایا۔

جولیا پھر صوفے پر آ گئی۔ اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے اور

ایلا گرین برابر ہنسے جا رہی تھی!

"یہ کیا کھڑاگ پھیلایا ہے تم نے؟" دفعتاً جولیا عمران کی طرف جھپٹی اس کے سامنے تن کر کھڑی ہوتی ہوئی بولی "اسے کیپٹن کے حوالے کیوں نہ کردیتے۔!"

"ہوں۔۔۔" ایلا گرین کی یہ "ہوں" بہت طویل تھی اور اس کا بھی پُرمعنی انداز میں ہلا تھا۔

"جولیا۔!"

"تم حد سے بڑھ جاتے ہو!"

"جولیا۔"

"تم فضول وقت ضائع کرتے ہو۔!" جولیا آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھی عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور بڑی آہستگی سے بولا۔

"باہر جاؤ۔!"

"تم۔۔۔" وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ غصے کی زیادتی کی وجہ سے اور کچھ زبان سے نہ نکل سکا۔۔۔

وہ باہر چلی گئی۔

پھر ایک منٹ تک دروازے کے قریب ہی کھڑی رہی تھی۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔۔

اس کی سانس پھول رہی تھی۔ چہرہ تمتما اُٹھا تھا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے بند دروازے کو گھورے جا رہی تھی!

پھر ایسا لگا جیسے رو پڑے گی۔

دروازہ کھلا عمران باہر آیا اور اس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک طرف

چلنے لگا۔

"چھوڑ دو مجھے۔۔۔ چھوڑو۔۔۔ بے ہودہ۔" وہ مدافعتی آواز میں کہتی رہی۔!

عمران اسے دوسرے کمرے میں لایا۔!

جولیا کے منہ سے دبی دبی سسکیوں کے ساتھ صرف گالیاں نکل رہی تھیں!

"تم نے میری ساری محنت برباد کردی!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا "اب وہ سمجھ رہی ہے کہ ہم یہاں کی پولیس سے متعلق ہیں۔"

"میں کہتی ہوں۔۔۔ ہٹ جاؤ میرے سامنے سے!"

"تم مجھ سے بھی زیادہ احمق ہو!"

"میں جا رہی ہوں۔"

"اب جاؤ گی ہی۔۔۔ خیر۔۔۔!"

جولیا پیر پٹختی ہوئی وہاں سے رخصت ہو گئی۔

اسی شام کو صفدر نے عمران سے فون پر کہا۔

"یہ آپ کا مہمان ... دراصل ... جیل ڈکس نیس کا کیمرہ تلاش کرتا پھر رہا ہے۔!"

"ہمارے یہاں یہ کیمرے امپورٹ نہیں ہوتے!" عمران بولا۔

"اسے شاید اس کا علم نہیں ہے۔!"

"اس وقت کہاں ہے!"

"تھک ہار کر ہوٹل واپس گیا ہے!"

"اچھی بات ہے!" عمران نے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

بندر میز پر بیٹھا اپنا بایاں پیر کھجا رہا تھا جیسے ہی عمران ٹیلیفون کے پاس سے ہٹا اس نے اس پر چھلانگ لگائی اور باقاعدہ طور پر اس کے داہنے شانے پر سواری گانٹھ دی!

"پروفیسر صاحب ... پروفیسر صاحب! میں اس عزت افزائی کا اہل نہیں ہوں" عمران اُسے نیچے اتارنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

لیکن اس نے دونوں بازوؤں میں اس کا سر جکڑ لیا تھا۔

"اُتر چکا ... " سلیمان جو دروازے میں کھڑا احمقانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"تو ہی کوئی تدبیر کر ... ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا!"

"میں کیا تدبیر کروں ... کہیں میرے ہی اوپر سوار ہو گیا تو میں کیا کروں گا۔!"

"ابے تو شریف آدمی ہے کسی نہ کسی طرح برداشت کرے گا۔!"

"نہیں صاحب بس ... آپ کے پروفیسر صاحب آپ ہی کو مبارک رہیں۔!"

"سلیمان۔!"

"جی صاحب۔!"

"خدا سے ڈر ... ایسا نہ ہو کہ باورچی خانے میں بھی اسی کا عمل دخل ہو جائے۔!"

"اللہ کی رحمت سمجھوں گا اسے ... مونگ کی دال کی تلی ہوئی چپاتیوں سے نجات مل جائے گی!"

"اچھا بے ... ہمارا مذاق اڑا رہا ہے۔!"

دفعتاً بندر نے سلیمان پر چھلانگ لگائی اور عمران دروازے کی طرف لپکا۔!

لیکن ابھی برآمدے ہی میں تھا کہ بندر نے اُسے دوبارہ آلیا۔

شاید زندگی میں پہلی بار عمران نے محسوس کیا تھا کہ وہ مضحکہ خیز لگ رہا ہے۔!

بندر نے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور کمر سے چمٹ گیا تھا۔

وہ تینوں پڑوسی دیکھ رہے تھے اور عمران اس فکر میں تھا کہ کسی طرح اسے کاندھے پر نہ چڑھ بیٹھنے دے۔۔۔

یک بیک پڑوسیوں کے قہقہے بلند ہوئے اور عمران بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔!

اس نے بڑے پیار سے بندر کی پیٹھ تھپتھپائی اور خود بھی اُسے مدد دینے لگا کہ وہ آسانی سے اس کے کاندھے پر بیٹھ سکے!

اور پھر وہ اپنے پڑوسیوں کی طرف توجہ دیئے بغیر زینوں کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔!

نیچے ٹو سیٹر موجود تھی۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے بندر کو کاندھے سے اتارنا چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی!

"میرے برخوردار اس پوزیشن میں تو ہم گاڑی میں نہ سما سکیں گے۔!"

لیکن برخوردار شاید اردو سمجھتے ہی نہیں تھے اس لیے اگر ان کے کان پر جوں رینگتی بھی تو کیا۔

کسی نہ کسی طرح اسے کاندھے سے اتار کر گاڑی میں بٹھایا اور راحیل کے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

وہاں پہنچ کر دوسری دشواری سامنے آئی۔ ہوٹل کا عملہ بندر کے داخلے پر معترض تھا۔۔ بات بڑھی۔۔۔ آخر یہ طے پایا کہ راحیل کو لان ہی پر بلا لیا جائے۔!

تھوڑی دیر بعد راحیل وہاں پہنچا اور پوزیشن معلوم ہونے پر بے تحاشہ ہنسنا شروع کر دیا۔!

عمران سنجیدہ نظر آ رہا تھا کچھ دیر بعد اس نے کہا: "میں تمہاری خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔!"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آج پورے شہر کی سیر کرتا رہا۔ میں سمجھا تھا آپ کسی کو بھیجیں گے لیکن جب کوئی نہ آیا تو میں اکیلے ہی نکل کھڑا ہوا تھا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایسے تو اور زیادہ لطف آنا چاہیئے۔" عمران نے کہا۔

"لیکن اتنا بڑا شہر ہونے کے باوجود بھی کسی ضرورت مند کی کوئی ضرورت پوری نہیں کر سکتا۔"

"بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ مجھے تو ضرورت کی ہر چیز مل جاتی ہے!"

"لیکن مجھے ٹیلی فوٹو لینس والا کیمرہ نہیں مل سکا۔"

"اوہو۔۔۔ وہ کہاں سے مل جائے گا۔ وہ تو امپورٹ ہی نہیں ہوتا!"

"اچھا۔!" راحیل کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"آخر اس قسم کے کیمرے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟"

"بس ہے ضرورت۔۔۔!"

"صاحبزادے بہت مہنگا آتا ہے۔ میں نے کئی سال پہلے منگوایا تھا اور میں ساڑھے سات ہزار روپے دیئے تھے اس کے اور اچھی طرح جانتا تھا کہ کیسی [illegible] ہے۔"

"ہے آپ کے پاس۔" راحیل طفلانہ خوشی کے ساتھ بولا۔

"ہاں ہے تو۔!"

"[illegible]۔۔ کیا۔۔۔ آپ مجھے عاریتاً دے سکتے ہیں!"

عمران نے اس پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ آخر ٹیلی فوٹو لینس کیمرے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی اور۔ اس نے محسوس کیا کہ راحیل

اس سلسلے میں مزید گفتگو کرتے ہوئے ہچکچا رہا ہے۔

آخر بہت دیر بعد اس نے اسے پہاڑ کی چوٹی پر نظر آنے والی دھوئیں کی تصویر کی کہانی سنائی اور بڑے جذباتی لہجے میں بولا "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سچ مچ اس دھوئیں میں کوئی ستار بجانے والی عورت پوشیدہ ہو۔۔۔!"

"ہوں، ہم! اگر وہ پوشیدہ بھی ہے تو تم اس کا کیا بگاڑ دو گے۔"

"ہم... میں اس کی تصویر کھینچنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں.. ہاں... تصویر تو کھینچی جا سکتی ہے... اور اس طرح تم اپنے شبہے کی تصدیق بھی کر سکتے ہو۔۔۔!"

"تو پھر... تو پھر...!" اس نے پرجوش لہجے میں کہا اور دفعتاً عمران کی آواز سے مایوسی جھلکنے لگی۔ اس نے کہا "لیکن آپ مجھ پر اعتماد ہی کیوں کرنے لگے قیمتی چیز ہے۔۔۔!"

"اچھا... اچھا... آؤ ادھر بینچ پر بیٹھ کر باتیں کریں!" عمران نے لان کے سرے پر پڑے ہوئے بینچ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

عمران نے محسوس کیا کہ راحیل شدتِ جذبات سے کانپ رہا ہے۔

وہ دونوں بینچ پر جا بیٹھے۔ عمران نے راحیل کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ہاں یہ بتاؤ کیا یہ بندر نہیں اسی چوٹی کے آس پاس ہی کہیں رہتا تھا!"

"جی ہاں... پہاڑ کے دامن کے ایک غار میں۔۔۔!"

عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے! چند لمحے اسی حالت میں رہا پھر بولا "شاید وہ اسی سلسلے کی کسی چوٹی کا تذکرہ تھا.. جس کا پیار اپریل سروے ہوا تھا۔"

"جی ہاں.. جی ہاں۔ بزرگوں کا خیال تھا کہ شاید کوئی آتش فشاں پھٹنے والا ہے۔ لیکن سروے کرنے والوں کو ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی۔ اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ جب تک سروے کرنے والی پارٹی وہاں مقیم رہی ایک بار بھی دھوئیں کی وہ تصویر نہیں دکھائی دی تھی۔"

"خوب... یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے... اب تو میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میں بھی چل کر دیکھوں!"

"عمران صاحب۔۔!" وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر پرجوش لہجے میں بولا "میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا اگر آپ کو مہمان بنا سکوں۔۔!"

"اچھا.. اچھا.. میں سوچوں گا۔۔!"

"سوچیے مت.. بس چلے چلیے... میں کہتا ہوں اگر آپ اس کی تصویر اتارنے میں کامیاب ہو گئے تو ساری دنیا میں آپ کا نام ہو جائے گا۔۔!"

"اچھا.. اچھا.."

"لیکن ٹھہریے... پچھلی رات وہ عورت!"

"اُسے بھول جاؤ.. سخت نالائق ہے... میری غلطی ہے! بندر کے متعلق مجھ سے پوچھا تھا میں نے تمہاری ہی سنائی ہوئی کہانی اسے سنا دی۔ اسے یقین نہیں آیا تھا تصدیق کرنے ہمارے پاس دوڑی آئی تھی۔ باتوں میں میں بھی سمجھ گیا تو اس نے بڑے خوف والی ہوائی چھوڑ دی۔۔!"

"یہی تو میں کہہ رہا تھا۔ آپ بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں!"

"تو پھر.. ہاں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دو ایک دن اور میرے مہمان رہو تو یہ ٹھیک ہے۔ لیکن پھر کوئی بہانہ نہ بنا دیجیے گا آپ کو چلنا ہی پڑے گا۔"

"تم مطمئن رہو۔۔!"

"لیکن کب۔۔؟"

"یہ میں تمہیں کل بتاؤں گا۔!"

"اچھا... اچھا... بندر کی وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی"

"بجا سنگھ مل رہا ہے۔ دیکھو چڑھا بیٹھا ہے کاندھے پر۔!"

"اور میرے لیے اب ایسا ہی لگتا ہے جیسے پہلے کبھی دیکھا تک نہ ہو!"

"کہیں اس کی بینائی تو کمزور نہیں ہے!" عمران نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

"بینائی۔!" راحیل ہنس کر بولا "نہیں بصارت ہی معلوم ہوتی ہے!"

راحیل سے پھر اس نے اور کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی!... اور بندر سمیت دانش منزل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔!

زیٹر لیبارٹریز میں داخل ہوئی اور بندر کھڑکی سے نکل کر لان پر کود گیا اور اب وہ عمارت کی طرف دوڑا جا رہا تھا۔

عمران نے اس کی حرکت کو حیرت سے دیکھا۔ کیونکہ ہوٹل میں تو وہ اس کی گردن سے چپکا رہا تھا۔

گاڑی سے اتر کر وہ بھی عمارت کی طرف چل پڑا۔ بندر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا اور پھر جب صدر دروازے کے قریب پہنچا تو ایسا لگا جیسے خود ہوا میں تیرنے لگا ہو۔! دروازہ غائب تھا... اور دروازے کی جگہ دیوار پر چاروں طرف ایسے نشانات تھے جیسے دروازہ جلا دیا گیا ہو لیکن آس پاس نہ کہیں راکھ نظر آئی اور نہ کوئلے... ہر لیب کا دروازہ چوکھٹ سمیت گویا فضا میں تحلیل ہو گیا تھا!

وہ تھوڑی دیر تک پرتشویش نظروں سے صورتِ حال کا جائزہ لیتا رہا پھر آگے بڑھا اندر کہیں بھی کسی قسم کی ابتری نظر نہ آئی پھر اس نے سامنے پڑوں کمرے کا رخ کیا... یہاں بھی دروازہ غائب تھا۔ دیوار پر جل جانے کے نشانات یہاں بھی ملے... لیکن آس پاس راکھ کا ایک ذرہ بھی نہ مل سکا۔ کمرے کے اندر ہر چیز جوں کی توں نظر آئی۔!

عمران پُرتفکر انداز میں اپنا سر سہلانے لگا۔ دفعتاً عمارت کے کسی گوشے سے بندر کی چیخ ابھری اور پھر وہ چیختا ہی چلا گیا۔

عمران کو اس کا دھیان ہی نہیں رہا تھا۔ آواز کی طرف جھپٹا۔ آواز آپریشن روم سے آ رہی تھی۔!

اس نے دیکھا کہ بندر اپنے ہاتھوں میں ایک رومال لیے سونگھ سونگھ کر چیخ رہا تھا۔

عمران اسے متحیرانہ انداز میں دیکھتا رہا۔ پھر اس سے رومال چھین لینے کی کوشش کی۔ بندر اچھل کر دور ہٹ گیا لیکن اب اس کے چیخنے کا انداز بدل گیا تھا۔! ایسا لگتا تھا جیسے وہ عمران کو کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہو۔!

"رحم کرو دوست... میرے حال پر۔! عمران بے بسی سے بولا۔ لاؤ رومال مجھے دے دو... ہر چند کہ یہ کسی خاتون ہی کا ہو سکتا ہے پھر بھی تمہارے کس کام کا۔!"

پھر وہ ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا جائزہ لیتا رہا۔ ٹرانسمیٹر محفوظ تھا۔ اُسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا تھا۔

"ہیڈ کوارٹر بالآخر تباہ ہو گیا۔" وہ کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔ اور واپسی کے لیے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

بندر اچھلتا کودتا اس کے آگے چل رہا تھا اور اب اس نے چیخنا بھی بند

کر دیا تھا۔!

وہ ٹو سیٹر میں بیٹھ گیا۔ بندر کی طرف توجہ دیئے بغیر انجن بھی اسٹارٹ کر دیا تھا۔۔ گاڑی ابھی حرکت میں نہیں آئی تھی کہ بندر بھی چھلانگ لگا کر کھڑکی سے گذرتا ہوا اس کے پاس آ بیٹھا۔۔۔

"میں اس وقت تفریح کے موڈ میں نہیں ہوں میرے دوست!" اس نے بندر سے کہا اور گاڑی کو کمپاؤنڈ سے باہر نکال لایا۔!

پھر وہ آندھی اور طوفان ہی کی طرح جولیانا فٹز واٹر کے بنگلے تک پہنچا تھا۔۔

جولیا موجود تھی۔۔۔ اور عمران پر نظر پڑتے ہی آگ بگولا ہو گئی!

"کیوں آئے ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے۔۔"

"میں بغیر ضرورت کہیں بھی نہیں جاتا۔۔۔!" عمران سنجیدگی سے بولا اور وہ اس کی آواز ہی پر چونک گئی!

عمران — اس وقت تو وہ عمران نہیں لگ رہا تھا۔ کھلنڈرا اور احمقانہ حرکتیں کرنے والا عمران ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ اس وقت وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکی۔۔ یہ تو۔۔۔ یہ تو۔۔۔ شکرال والا عمران تھا۔۔ دندو۔۔ شکرال دندوں سے بھی زیادہ بھیانک۔۔۔

"میں تم سے یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ تم ایلا گرین سے لپٹ پڑنے کے بعد اچانک الگ کیوں ہو گئی تھیں اور اپنے کپڑے کیوں پھاڑنے لگی تھیں؟"

"تم۔۔ میں نے محسوس کیا تھا جیسے میرے بلاؤز اور اسکرٹ میں بہت سے کیڑے مکوڑے گھس گئے ہوں۔۔!"

"یاد کرنے کی کوشش کرو اس نے تمہارے جسم کے کس حصے پر ہاتھ ڈالا تھا؟"

"مگر یہ۔۔۔ ریڑھ کی ہڈی اب تک دُکھ رہی ہے! اس جگہ مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کی انگلیاں کھال پھاڑ کر ہڈیوں تک جا پہنچی ہوں۔"

عمران بیٹھ گیا۔!

جولیا نے کچھ دیر بعد ڈرتے ڈرتے پوچھا "تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"دانش منزل تباہ ہو گئی!"

"کیا مطلب؟" جولیا بوکھلا کر کرسی سے اٹھ گئی!

"کسی کے ساؤنڈ پروف کمرے سے فرار ہو جانے کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ ہیڈ کوارٹر تباہ ہو گیا۔ اب اس کا کوئی مصرف نہیں رہا۔!"

"نکل گئی وہ۔۔!" جولیا کے لہجے میں حیرت سے زیادہ خوشی کا عنصر غالب تھا۔ عمران نے پُرتفکر انداز میں سر کو جنبش دی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔۔۔!

"لیکن کیسے نکل گئی ہے؟"

"صدر دروازہ غائب ہے۔۔۔ اور ساؤنڈ پروف کمرے کا دروازہ بھی۔۔!"

"دروازہ غائب ہے؟۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ اب وہ صرف در ہی کہلائے جا سکتے ہیں۔ دروازے نہیں!"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"یقیناً وہ کوئی خبیث روح ہے!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"خبیث ارواح پر ایمان ہے تمہارا۔!"

"جوزف کی صحبت میں سب کچھ ممکن ہے!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹی پائے۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔ چائے نہ پیو گے۔!"

"نہیں۔۔۔!" عمران نے کہا اور بندر کو پچکارتا ہوا باہر نکل گیا وہ اتنی دیر اس کے قریب ہی فرش پر سکون سے بیٹھا رہا تھا۔

گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد عمران نے دیکھا کہ رومال اب اُس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

"ابے وہ رومال کہاں گیا؟" اس نے بندر کو گھور کر پوچھا۔ لیکن وہ منہ اٹھائے صرف اس کی شکل دیکھتا رہا۔!

عمران اب اپنے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔۔۔ اور چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔

فلیٹ کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی روکی اور بندر کے گلے میں پڑے ہوئے پٹے میں ڈال کر اسے اوپر اٹھا لیا اور اسی طرح لٹکائے ہوئے گاڑی سے اتر کر اوپر جانے کے لیے زینے طے کرنے لگا۔ بندر بُری طرح چیخ رہا تھا۔۔۔ ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ عمران کو نوچ کھسوٹ کر رکھ دے گا۔۔۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے اسے صوفے پر پٹخ دیا۔۔۔ اور وہ چیختا ہوا جوزف کے کمرے کی طرف بھاگ نکلا۔!

سلیمان دروازے میں کھڑا پیٹ پکڑے ہنس رہا تھا۔۔۔ بدقت ہنسی پر قابو پانے کے بعد بولا "بڑے اچھے جچ رہے تھے کیا تمہارے صاحب نے اب یہ دھندا شروع کر دیا ہے!"

"سلیمان! کافی۔ بہت گرم اور گاڑھی۔!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ اور سلیمان اُسے اتنی حیرت سے دیکھنے لگا جیسے اس نے اُسے دجال کے ٹھون

اطلاع دی ہے۔!

"جلدی۔!" عمران ہاتھ جھٹک کر بولا۔ اور سلیمان بوکھلا کر دروازے میں مڑ گیا۔!

اس وقت شاید وہ سلیمان کو بھی کچھ نیا نیا لگا تھا۔

عمران ڈرائنگ روم سے اس کمرے میں آیا جہاں ایکسٹو کا فون رہتا تھا اس نے اس پر جولیانا فٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کیے:

دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔!

عمران نے ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا "عمران وہاں موجود ہے؟"

"نہیں جناب۔!" جولیا کی کانپتی ہوئی سی آواز آئی "کچھ دیر پہلے موجود تھا۔!"

"کیوں آیا تھا؟"

"یہ اطلاع دینے کہ دانش منزل کی قیدی فرار ہو گئی!"

"اور یہ تمہارے غیر محتاط رویے کی بنا پر ہوا ہے!"

"میں معافی چاہتی ہوں جناب۔۔۔ لیکن وہ مجھے وہاں سے ہی کیوں لے گیا تھا۔؟"

"اس کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے ہی آدمیوں میں ہے اور حقیقتاً پچھلی رات غلط آدمیوں کے ہاتھ پڑ گئی تھی! یہاں میرے ماتحتوں میں تمہارے علاوہ اور کوئی غیر ملکی نہیں ہے۔ لہٰذا عمران تمہیں وہاں لے گیا تھا۔!"

"میں بھی۔! نادم ہوں اپنی اس حرکت پر!" جولیا کھسیائی۔!

"اچھی طرح یاد کر کے بتاؤ تمہارا کوئی رومال تو وہاں نہیں رہ گیا تھا!"

"جی نہیں۔"

"تمہیں یقین ہے۔؟"

"جی ہاں۔ صبح سے یہی رومال اب تک میرے ہاتھ میں رہا ہے!"

"اب ہیڈ کوارٹر تبدیل کر دیا جائے گا۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔! اس کے بعد وہ پھر سٹنگ روم میں واپس آ گیا۔ بندر صوفے پر لیٹا ہوا تھا!

وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر اسے پُر تشویش نظروں سے دیکھنے لگا۔ بایاں ہاتھ چیونگم کی تلاش میں کوٹ کی جیب میں گیا تھا لیکن جب دوبارہ باہر آیا تو اس میں چیونگم کے پیکٹ کی بجائے وہی رومال تھا جو بندر کو دانش منزل میں لایا تھا۔

رومال پر نظر پڑتے ہی بندر پھر چیخنے لگا۔ جھپٹا بھی تھا اُسے چھین لینے کے لیے لیکن عمران نے لات مار کر الگ کر دیا۔

اتنے میں سلیمان کافی لایا۔۔ بندر الگ تو ہٹ گیا تھا لیکن اسی گھات میں تھا کہ وہ کسی طرح رومال عمران کے ہاتھ سے اچک لے۔ عمران اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھتا ہوا کافی پاٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

بندر پھر صوفے پر چلا گیا۔۔

"ابے۔۔ یہ کافی ہے یا جوشاندہ۔۔۔!" عمران کپ میں کافی انڈیلتا ہوا بولا۔

"تھوڑی سی قصور کی میتھی بھی ڈال لاؤں" سلیمان نے خوش ہو کر پوچھا۔

"اس کے دو پودے بھی!" عمران بڑبڑاتا ہوا کریم اور شکر ڈالنے لگا۔

اور پھر ایک گھونٹ لے کر اس طرح سلیمان کو گھورا جیسے وہ کافی کی بجائے

ملاسس کا آبجوش تیار کر لایا ہو۔!

"ابے یہ کیا ہے؟"

"کافی سے زیادہ اچھی چیز ہے آپ پورا کپ پی کر تو دیکھیے!"

"ہے کیا؟" عمران آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

"چائے میں پپیتے کی ڈھونڈی!"

عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔"

"دیکھیے! آنکھیں نہ دکھائیے۔۔۔ بندر تک سالا میرے پیچھے اور اب پپیتے کی ڈھونڈی بھی نہ پی سکیں۔!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"میں نے پہلے دو پیالے تین کپ پیئے ہیں۔" سلیمان شرما کر بولا۔ "اور بس اب جھوم جانے کو جی چاہ رہا ہے۔!"

"مارتے مارتے کھال اُدھیڑ دوں گا۔!"

"اس کی کھال نہیں اُدھیڑتے جو دن بھر میں پانچ بوتلیں پیتا ہے۔ آپ خفا کیوں ہوتے ہیں ایک کپ پی لینے سے ایسی تھوڑا ہی ہو جائیں گے۔!"

"میں کہتا ہوں کافی۔۔" عمران میز پر گھونسہ مار کر بولا۔

"نہیں تھی کافی تو کیا کرتا۔ آپ کا آرڈر تو بادشاہی حکم ہوتا ہے!"

اتنے میں باہر سے کسی نے گھنٹی بجائی اور سلیمان کافی کا جھگڑا چھوڑ کر دروازہ کی طرف دوڑا۔ آنے والا صفدر تھا۔ عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر سلیمان سے بولا۔ "میرے سوٹ کیس میں جتنے بھی رومال ہوں سب نکال لاؤ۔!"

سلیمان بڑی پھرتی سے اندر چلا گیا تھا۔

"جولیا سے معلوم ہوا تھا کہ وہ ساؤنڈ پروف کمرے سے فرار ہو گئی!" صفدر نے کہا۔

"ہاں... ہاں... !" عمران اس طرح بولا جیسے منہ کے سامنے اڑنے والی مکھی ہو اور پھر بندر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اتنے میں سلیمان نے سات آٹھ رومال لا کر میز پر ڈال دیئے! عمران نے یکے بعد دیگرے سارے رومال بندر کے چہرے کے قریب لہرائے لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

سلیمان حیرت سے یہ کارروائی دیکھتا رہا پھر دفعتاً بولا: "صاحب کیا وہ گھونٹ حلق کے نیچے اتر گیا تھا۔!"

"اگل دینا میرا شیوہ کبھی نہیں رہا۔"

"ارے تو ایک ہی گھونٹ میں یہ حال ہو گیا۔"

"میں کہتا ہوں... ابھی اور اسی وقت کافی کا ڈبہ خرید کر لانا۔ نہیں تو سیر ڈیڑھ سیر خشک ڈھونڈیاں تیرے حلق سے اتر جائیں گی۔"

"کیا قصہ ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"کچھ نہیں... سلیمان۔!"

"جا رہا ہوں... !" وہ مردہ سی آواز میں بولا۔ اور پھر وہ گنگناتا ہوا اپنی جیبیں ٹٹولتا باہر چلا گیا۔

عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ رومال نکالا جو دانش منزل میں ملا تھا۔ بندر نے پھر صوفے سے جست لگائی اور رومال عمران سے چھین لینا چاہا۔!

"مجھے حیرت ہے کہ دانش منزل سے کوئی قیدی فرار ہو جائے اور ہم اس طرح وقت ضائع کرتے پھریں..." صفدر نے عمران کو مخاطب کر کے کہا، جو بندر کو پرے دھکیلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سارا قصور اس گھونٹ کا ہے جو حلق کے نیچے اتر گیا!"

"کیا مطلب؟"

"نامعقول نے پوستے کی ڈھونڈیوں کا آبجوش پلا دیا۔"

"عمران صاحب! آپ نے اسے دانش منزل میں کیوں رکھا تھا۔؟"

"یار سنو..." عمران اس کی بات اڑا کر بولا "میں چاہتا ہوں کہ اس بندر کے جسم کے ایک ایک حصے کا ایکسرے کیا جائے!"

"ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔!" بندر بول پڑا اور صفدر بوکھلا کر کئی قدم پیچھے چلا گیا۔ پھر اس نے آنکھیں پھاڑ کر عمران کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی!

"یہ... یہ... کون بولا تھا؟" صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا

عمران نے ہاتھ اٹھا کر بندر کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں۔!"

"عزیز القدر... یہ ایکس رے سے ڈرتا ہے ورنہ کبھی نہ بولتا اگر ایک چمچہ سانی پلا دو تو غزلوں پہ غزلیں سناتا چلا جائے گا۔"

"عمران صاحب۔!"

"جیتی بندر صاحب! تسلیم بجا لاؤ ان حضرت کو۔!"

بندر اب اونگھ رہا تھا۔

"سچ بتایئے وہ آواز کہاں سے آئی تھی۔ کوئی ٹرک تھی!"

"بندر۔۔۔ بندر۔۔۔ بندر۔۔۔ تم سمجھے کیوں نہیں۔ اس کا ایکسرے ضروری ہے۔۔!"

"اس کا مطلب تباہی ہوگا" بندر بولا "جیسے ہی الٹرا وائیلٹ ریز میرے جسم سے ٹکرائیں گے میں ایک زبردست دھماکے کے ساتھ پھٹ جاؤں گا۔ پھر نہ ایکسرے کی مشین رہے گی اور نہ آس پاس کی کوئی اور شے۔۔!"

"لیکن۔ لیکن۔۔۔ اس کا منہ تو بالکل بند ہے!" صفدر کانپتی ہوئی آواز میں بولا "اور یہ بے خبر سو رہا ہے۔۔!"

"قرب قیامت کی دلیل ہے" عمران مسمی صورت بنا کر بولا "لیکن ایکسرے تو ضرور ہوگا۔۔!"

"نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہوگے" بندر پھر بولا۔

"عمران صاحب۔۔۔ عمران صاحب" صفدر نے جھنجھوڑ کر آہستہ سے بولا۔ "یہ تو کسی عورت کی آواز ہے!"

"تو پھر یہ بندر نہیں بندریا ہوگی۔ بندریوں کی ملاحتوں کو نقش سمجھو!"

اتنے میں جوزف آندھی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا لیکن جیسے ہی بندر پر نظر پڑی دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

"کیوں؟۔۔۔ جناب نے کیسے تکلیف فرمائی!" عمران نے اسے مخاطب کیا

"باس۔۔۔!" جوزف روہانسی آواز میں بولا "آج دوپہر تھوڑی دیر کے لیے سو گیا تھا کہ غوغائی کلہاڑی والا خواب میں نظر آیا۔۔۔"

"یہ کون بزرگوار ہیں؟"

"میرا دادا تھا۔۔۔ اس کی کلہاڑی دور دور تک مشہور تھی! اور باس وہ جب بھی خواب میں نظر آتا ہے جلد ہی کسی نہ کسی تباہی کا منہ دیکھنا

پڑتا ہے"

"تو پھر تو کب کے تباہ ہو جاؤ گے۔۔!"

"خدا کے لیے باس سنجیدگی اختیار کرو" جوزف نے بندر کی طرف اشارہ کرکے کہا "کسی طرح اس بلا سے اپنا پیچھا چھڑاؤ۔۔!"

"ابے یہ بلا تو اب آدمیوں کی طرح بات چیت بھی کرنے لگی ہے؟"

"نہیں باس۔۔!"

"یقین کر۔۔!"

جوزف نے صفدر کی طرف دیکھا اور صفدر نے سر ہلا کر عمران کی تائید کی۔

"او خدا رحم۔۔!"

"اچھا ذرا تم دونوں اس کا ایکسرے تو کرا لاؤ" عمران بولا۔

"خبردار۔۔!" بندر کی آواز آئی "اس کی جرأت کرو گے تو موت بھی تم پر آنسو بہائے گی۔۔!"

"ب۔۔۔ باس۔۔۔!" جوزف خوفزدہ انداز میں عمران سے چمٹ گیا اور پھر جو بے ہوش ہو کر گرا تو عمران کو بھی اپنے ساتھ ہی فرش پر لیتا آیا۔

عمران بمشکل اس کی گرفت سے آزاد ہو سکا۔ جوزف پوری طرح بے ہوش ہو چکا تھا۔ اتنے میں سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کافی کا ڈبہ تھا۔

"ارے۔۔۔ اس کو کیا ہوا۔۔!" وہ دروازے کے قریب ہی ٹھٹک گیا۔

"اس طرح کہ ڈیئر لوز بیا کہتے ہیں۔۔!" عمران نے عاملانہ شان سے جواب دیا اور پہلے سے بھی زیادہ احمق نظر آنے لگا۔

"تو عنقریب ڈیئر لیڈیا کو شکار ہونے والے ہو!" بندر سے آواز آئی۔

"ارے باپ رے۔۔!" عمران حلق پھاڑ کر چیخا۔۔ کافی کا ڈبہ ہاتھ سے چھوٹ پڑا تھا اور پھر وہ الٹے پاؤں باہر کی طرف بھاگا۔۔۔

جوزف بے ہوش پڑا تھا۔۔۔ اور صفدر دم بخود سا ہو کر رہ گیا تھا لیکن عمران کے ہونٹوں پر اب بھی خفیف سی مسکراہٹ تھی۔ آخر صفدر نے کہا۔ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔!"

"تم بھی بے ہوش ہو جاؤ۔۔ پھر میں بیٹھ کر ستار بجاؤں گا۔!"

"ستار۔۔!" بندر سے قہقہے کی آواز آئی۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ہمارے پیغام رسانی کے راز سے اس حد تک آگاہ ہو جاؤ گے۔ کیپٹن فیاض کو اس طرح شیشے میں اتارا گیا تھا کہ وہ تمہیں ہرگز اپنے ساتھ نہیں لا سکتا تھا۔۔۔ لہٰذا دوسری رات پھر ایک تجرباتی پیغام نشر کیا گیا۔ محض یہ دیکھنے کے لیے کہ کہیں تم سچ مچ اس راز سے واقف تو نہیں ہو گئے۔ ہمارا خدشہ درست نکلا۔۔۔ تم ٹھیک اسی جگہ جا پہنچے جہاں ایوا گرین کی موجودگی پیغام کے مطابق ضروری تھی۔۔۔ سچ بتاؤ تم راز سے کیسے کھوجا"

"مجھے بھی گانا بجانا آتا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں یقین نہیں کر سکتی۔ میرے اور ایک آدمی کے علاوہ کوئی تیسرا اس طریقے سے واقف نہیں۔ میں اس کی موجد ہوں اور وہ میرا شاگرد ہے۔ اور یہ قطعی ناممکن ہے کہ تم اس سے کچھ معلوم کر سکے ہو!"

"تم اس چکر میں نہ پڑو ڈارلنگ۔۔۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ڈارلنگ۔۔۔ پھر ایک بار کہو ڈارلنگ۔!"

"لیجیے بھول گیا۔!"

"عمران میں تمہیں کبھی نہ بھلا سکوں گی۔!"

"یہاں بھی یہی حال ہے۔ چھ سال سے روزانہ تمہیں خواب میں دیکھنا عادت بن گئی ہے۔۔۔!"

"میرا مضحکہ نہ اڑاؤ۔۔۔!" دردناک لہجے میں کہا گیا۔

"یہ بتاؤ اب میں اس بندر کا کیا کروں؟"

"سینے سے لگائے رکھو!"

"اے میرے ڈارلنگ۔!"

"فضول باتیں نہ کرو۔۔۔ یہ ضائع نہ ہو جائے گا!"

"تم اس طرح بھاگ کیوں گئیں۔!"

"مجھے شبہ ہو گیا تھا کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہے!"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے جولیا کو للکارا تھا۔ میں ایک بار اور بھی تمہیں ایک عورت کو للکارتے دیکھ چکا ہوں۔ غالباً لیڈی جوزفینا تمہیں یاد ہو گی۔"

"یاد ہے۔۔۔ اور اب اس جولیا کی باری ہے۔ یہ بھی تمہیں چاہتی ہے!"

"کس وحشی نے اٹھائی ہو گی۔!"

"لیکن تم کسی کے بھی نہیں ہو سکتے۔ صرف دھوکہ دے سکتے ہو!"

"تمہارا ہو سکتا ہوں بشرطیکہ۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ کہو کہو۔۔۔!"

"مسز عبدہ اس وقت مجھے کافی کا ایک گرما گرم کپ پلا سکو!"

"عمران ——!"

"یس مائی ڈیئر۔۔؟"

"اس بار میں تمہیں جکڑنے جاؤں گی۔۔۔ تہیہ کر کے آئی ہوں۔!"

"فی الحال اس بندر کی ترکیب استعمال بتا دو۔!"

"میرے پاس تمہارا ایک کوٹ تھا۔ بچپن سے ہی یہ اسے سونگھتا رہا ہے۔ اسے میں تمہارے ہی لیے تیار کر رہی تھی۔ تم نے دیکھا ہوگا کس قدر مرعوب تھا تم سے۔!"

"اور آج تمہارے اس سوال سے خوش فعلیاں کرتا رہا تھا جو تم دانش منزل میں چھوڑ گئی تھیں۔!"

"اس بندر کی وجہ سے میں بڑی دقت تمہاری آواز سنتی رہی ہوں۔!"

"اچھی بات ہے۔ اب میں اسے ہر وقت گلے میں لٹکائے رکھا کروں گا۔!"

"عمران، اس کی حفاظت کرو۔ اب اس کے بھید سے واقف ہو گئے ہو۔ تمہارا یہ شبہ بھی درست نکلا کہ اس کے جسم کے کسی حصے میں ٹرانسمیٹر پوشیدہ ہے۔ اسی لیے تم ایکسرے کرنا چاہتے تھے۔!"

"سمجھدار ہو۔!"

"لیکن سنو۔! جس قسم کی بیٹری اسے چلا رہی ہے الٹرا وائلیٹ ریز کے پڑتے ہی دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے گی اور یہ دھماکہ انتہائی طاقتور ڈائنامائٹ کے دھماکے سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہوگا۔!"

"اچھی بات ہے۔!"

"اب مجھے اجازت دو۔ جا رہی ہوں تمہارے شہر سے۔!"

"آخر بے چارے پروفیسر گرین کا کیا قصور تھا۔!"

"کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا اس لیے ہمارے لیے قطعی بیکار تھا۔ بیکار چیزوں کو ہم ضائع کر دیتے ہیں۔!"

"تم اب کہاں جا رہی ہو۔!"

"اسی پہاڑ کی چوٹی پر جہاں دھرتی کی تصویر ستار بجاتی ہے۔!"

"کیا یہ میرے لیے چیلنج نہیں ہے۔؟"

"ہمت ہو تو آؤ۔!"

"اچھی بات ہے ڈارلنگ۔ اس بوڑھے آدمی کا قتل مجھے وہاں ضرور لائے گا۔!"

"دشمن کی حیثیت سے آؤ گے۔!"

"ایک فرض شناس آدمی کی حیثیت سے۔!"

"ضرور آؤ۔۔ ہم ذہنوں کو دھونا بھی جانتے ہیں۔!"

"ایسے دھوبی ہمارے یہاں سائیکاٹرسٹ کہلاتے ہیں۔!" عمران چہک کر بولا۔

"اور زیادہ تر خواتین کے ذہن دھویا کرتے ہیں۔!"

"اچھا شب بخیر۔!"

"بخیر کہاں۔ اگر آج رات خواب میں نہ دکھائی دیں تو کل سے سونا ہی چھوڑ دوں گا۔!"

"یقین کرو اب تمہیں سونا نصیب نہیں ہوگا۔!"

اس کے بعد آواز آنی بند ہو گئی۔۔ بندر بے خبر سو رہا تھا۔!

عمران صفدر کی طرف مڑ کر بولا: "ذرا دیکھو تو سلیمان کدھر بھاگ نکلا۔"

صفدر بالکل مشینی انداز میں کیبنٹ سے باہر نکلا تھا۔

عمران جوزف کی نبض دیکھنے کے لیے فرش پر دوزانو ہو گیا۔ اس کی نبض دیکھی۔۔۔ اور پُرمعنی انداز میں سر ہلا کر اٹھ گیا۔!

اس کمرے میں آیا جہاں ایکسٹو والا فون رہتا تھا۔ میز کے قریب والی الماری کھول کر ہائپوڈرمک سرنج نکالی اور کسی سیال کا ایک ٹیوب۔ اس سرنج کو ٹیوب سے لوڈ کر کے پھر سٹنگ روم میں واپس آیا۔

صفدر واپس آچکا تھا۔

"وہ پچھلے فٹ پاتھ پر بیٹھا قے کر رہا ہے۔!" اس نے عمران کو اطلاع دی۔

"شاید تمہارے اعصاب بھی قابو میں نہیں ہیں!" عمران جوزف کے بازو پر سرنج کی سوئی چبھوتا ہوا بولا۔

صفدر نے اس کا یہ ریمارک خاموشی سے سنا۔

جوزف کو انجکشن دے کر فرش سے اٹھتے ہوئے اس نے کہا "اسے ساتھ لانا چاہیے تھا وہ بہت زیادہ ڈر گیا ہے۔!"

صفدر پھر واپس چلا گیا۔!

اتنے میں ایکسٹو والے فون پر کسی کی کال آئی۔۔۔ اس کا اندازہ سوئچ بورڈ پر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بلب کے جلنے اور بجھنے سے ہوا۔

وہ پھر فون والے کمرے میں آیا۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی "میں خطرے میں ہوں جناب۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔!"

"تم کہاں سے بول رہی ہو۔؟" عمران نے ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اپنے بیڈ روم سے۔ آہستہ آہستہ درجہ حرارت بڑھتا جا رہا ہے پنکھے سے بے حد گرم ہوا منتشر ہو رہی ہے۔ کھڑکیاں اور دروازے جام ہو گئے ہیں۔

میں انتہائی کوشش کے باوجود انہیں نہیں کھول سکی۔!"

"پنکھے سے گرم ہوا منتشر ہو رہی ہے؟"

"جی ہاں۔۔ میں تپی جا رہی ہوں۔"

"اچھا میں دیکھتا ہوں۔!"

عمران نے ریسیور کریڈل پر پٹخ کر میز کی دراز کھینچی اس میں ریوالور نکال کر اس کی نال پر سائیلنسر چڑھایا اور کچھ ایکسٹرا راؤنڈز جیب میں ڈال کر جھپٹتا ہوا فلیٹ سے نکل گیا۔

زینوں پر صفدر سے ملاقات ہوئی۔ وہ سلیمان کو سہارا دیتے ہوئے اوپر لا رہا تھا۔

"تم ان دونوں کو دیکھو میں ابھی آیا۔!" عمران کہتا ہوا تیزی سے ان کے قریب سے گذر گیا۔ پھر اس کی ٹوسیٹر تیز رفتار طوفان کی طرح جولیا کے بنگلے کی طرف روانہ ہوئی تھی۔!

بنگلے سے ایک فرلانگ ادھر ہی اس نے ٹوسیٹر چھوڑ دی اور پیدل ہی چل پڑا۔ بہت زیادہ محتاط ہو کر قدم اٹھا رہا تھا۔

یہاں زیادہ تر اونچے طبقے کے لوگ آباد تھے اس لیے بستی پر قبرستان کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی!

جولیا کے بنگلے سے متصل ایک مجرد پسند اور لاابالی وکیل کا بنگلہ تھا جس کی کمپاؤنڈ کا پھاٹک کبھی بند نہیں دیکھا جاتا تھا۔ عمران کو یقین تھا کہ وہ اس وقت بھی کھلا ہوگا۔ دونوں بنگلوں کی چہار دیواریاں یکساں طور پر بلند تھیں اور ایک جانب کی دیواریں ملی ہوئی تھیں۔

عمران بڑی لاپرواہی سے وکیل کے بنگلے میں داخل ہوا اور اس جانب

چلتا رہا جدھر جولیا کے بنگلے کی چہاردی کی دیوار تھی۔!

وکیل کے بنگلے کی کسی کھڑکی میں روشنی کے آثار نہیں تھے۔

دیوار کے قریب پہنچ کر عمران رکا۔ اس کی بلندی چھ فیٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ پنجوں کے بل اوپر اٹھ کر عمران دوسری طرف بہ آسانی دیکھ سکتا تھا۔ وہ دیوار سے کھسکتا ہوا اس جگہ تک جا پہنچا جہاں سے جولیا کے بیڈروم کی کھڑکیاں نظر آسکتی تھیں۔ کھڑکیوں کے قریب دو متحرک سائے دکھائی دیئے۔ عمران دیوار سے چپکا ہوا کسی چھپکلی ہی کی طرح اوپر پہنچا اور اوندھا لیٹ گیا۔ دونوں سائے اب کوئی وزنی چیز اٹھائے ہوئے۔ ۔ ۔ اسی دیوار کی طرف آرہے تھے جس پر عمران اوندھا لیٹا ہوا تھا۔ جو چیز ان دونوں نے اٹھا رکھی تھی۔ بناوٹ کے اعتبار سے گیس سلنڈر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی!

دیوار کے قریب پہنچ کر انہوں نے گیس سلنڈر زمین پر رکھ دیا اور خود پیٹ کے بل لیٹ گئے!

عمران نے ان کی تیز قسم کی سرگوشیاں صاف سنیں۔

"ابھی تک تو کوئی بھی نہیں آیا۔!"

"تم فکر نہ کرو۔۔۔ اپنا کام دیکھو۔!"

"میری دانست میں تو اب یہ سلسلہ ختم ہی کر دینا چاہیئے ورنہ کمرہ جہنم بن جائے گا۔ ۔ ۔"

"میٹر دیکھو۔!"

پنسل ٹارچ کی باریک سی شعاع سلنڈر سے لگے ہوئے میٹر پر پڑی۔

"ہاں یقیناً اب سلسلہ منقطع کر دو۔ ۔ ۔!" ان میں سے ایک نے آہستہ سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت ایک نسوانی چیخ فضا میں ابھری لیکن یہ کسی بند کمرے گھٹی گھٹی سی چیخ نہیں تھی بلکہ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کھلی فضا میں یہ آواز دور تک سناٹے میں لہراتی چلی گئی ہو۔!

عمران منہ چلانے لگا لیکن اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ان لوگوں نے گیس استعمال کی ہے تو کمرے کا درجہ حرارت یقیناً بڑھ گیا ہوگا اور وہاں گھٹن بھی ہوگی۔ کیا جولیا کھڑکیوں کے شیشے بھی نہیں توڑ سکتی۔ اس نے ان پر اطلاع دی تھی کہ دروازے اور کھڑکیاں جام ہو گئے ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے! البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ دروازہ کھولنے کی سکت ہی اس میں نہ رہ گئی ہو! گیس کے زیر اثر اعصاب قابو ہی میں نہ ہوں۔

اس نے سائیلنسر لگا ریوالور نکالا اور کھڑکیوں کے شیشوں پر تین فائر کیے۔ شیشوں کے ٹوٹنے کی آوازوں نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

"وہ شیشے توڑ رہی ہے۔" ان میں سے ایک بولا۔

نسوانی چیخ ایک بار پھر فضا میں ابھری۔ یہ آواز کمرے ہی سے آئی تھی!

دفعتاً عمران نے اوپر ہی سے ان دونوں پر چھلانگ لگا دی۔!

"آگیا۔!" ان میں سے ایک کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

وہ دونوں عمران کے نیچے تھے اور گیس سلنڈر ایک طرف لڑھک گیا تھا۔ یک بیک ان دونوں میں سے کسی نے اپنی وسل سے ملتی جلتی سیٹی بجائی اور عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

سیٹی کا مطلب تھا کہ کچھ اور لوگ بھی وہاں موجود ہیں جنہیں کسی قسم کے خطرے سے آگاہ کیا گیا تھا۔

نہیں چھوڑتے ہوئے عمران نے جتا دیا تھا کہ اس کے ہاتھ میں

ریوالور ہے اگر کسی نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی تو وہ بے دریغ فائر کر دے گا۔

پھر اُن کے سنبھلنے سے قبل ہی وہ صندری کی بے ترتیب جھاڑیوں کو پھلانگ چکا تھا!

جولیا بے دست و پائی کے عالم میں فرش پر چت پڑی تھی مگر کھڑکی کے شیشے ٹوٹ گئے! اور سامنے والی دیوار کا پلاستر بھی کئی جگہ سے اُدھڑ گیا۔ پھر اس نے محسوس کیا جیسے کمرے کی گھٹن کسی حد تک کم ہو گئی ہو لیکن خود اس میں اب بھی اتنی سکت نہیں تھی کہ اٹھ کر دیکھتی۔ یہ بات تو اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ شیشے فائرنگ کر کے توڑے گئے ہیں۔!

اسے اس قدر اطمینان تو تھا ہی کہ وہ کیپٹن کو حالات سے آگاہ کر چکی ہے!

کمرے کی گھٹن کم ہوتی رہی لیکن وہ خود اس قابل نہ ہو سکی کہ گھٹنوں پر زور دے کر اٹھ ہی سکتی!

باہر سے کچھ لوگوں کے چلنے پھرنے کی آوازیں آ رہی تھیں کبھی کبھی رکتے ہوئے قدموں کی دھمک بھی سنائی دیتی۔

دفعتاً دروازہ خود بخود کھل گیا اور ایک عورت کمرے میں داخل ہوئی۔ جولیا نے اُسے صاف پہچانا۔ وہ لیزین کے علاوہ اور کوئی

نہیں ہو سکتی تھی۔

"نہیں — " تمہارا احمق ابھی نہیں پہنچا؟ اس نے عجیب سے تلخ لہجے میں جولیا کو مخاطب کیا۔

جولیا نے کچھ کہنا چاہا! لیکن زبان تالو سے لگ کر رہ گئی! منہ خشک ہو گیا تھا!

"پانی لاؤں تمہارے لیے!" ایواگرین نے تمسخر آمیز ہنسی کے ساتھ پوچھا اور جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے سے چلی گئی!

جولیا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے! کر بھی کیا سکتی تھی۔ خود سے اٹھ بیٹھنا بھی تو اس کے بس میں نہیں تھا۔

ایواگرین پانی کا گلاس ہاتھ میں لیے ہوئے واپس آئی اور اُسے میز پر رکھ دیا . .

جولیا نے سوچا کہ شاید اب وہ اُسے پانی کے لیے ترسائے گی۔ اس کی بے بسی کا مضحکہ اڑائے گی۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی!

ایواگرین اب اُسے گھورتی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ قریب پہنچ کر جھکی اور جولیا کو دونوں ہاتھوں پر اٹھالیا اور اسی طرح اٹھائے ہوئے آرام کرسی تک لائی اور اس پر بڑی احتیاط سے بٹھا دیا۔

"اب . . پیو۔" اس نے گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

جولیا کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

"اچھا ٹھہرو . . میں خود پلاؤں گی۔ شاید تم گلاس نہ پکڑ سکو۔" ایواگرین نے کہا اور گلاس اس کے ہونٹوں سے لگاتی ہوئی بولی: "پہلے گھونٹ سے منہ

اور نہ تر کرنا پھر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینا۔

وہ پیاسی تھی پی گئی۔ پھر سر بڑے زور سے چکرایا اور نگاہوں کے سامنے ایسے کالے گنجان دائرے سے رقص کرنے لگے۔ آنکھیں بند کر کے اس نے پشتگاہ سے سر ٹکا دیا۔

"ایواگرین کہتی رہی . . "تمہارا احمق تو ابھی تک نہیں پہنچا۔"

"لگ . . . کس احمق کی . . بات کر رہی ہو؟"

"کیا وہ گھنی مونچھوں والا عمران نہیں تھا۔؟"

"عمران — ؟" جولیا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں — تمہیں اس کا نام سن کر حیرت کیوں ہوئی"

"تم اُسے کیسے جانتی ہو؟"

"تمہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہیے!"

"میں نہیں جانتی کہ گھنی مونچھوں والا کون تھا؟" جولیا خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"خوب — !" ایواگرین کی آنکھوں میں غصے کی سی چمک لہرائی۔

"یقین کرو ہم لوگ ایک دوسرے سے ذاتی طور پر واقف نہیں ہیں!"

جولیا تھوک نگل کر بولی۔

"اوہ — !" ایواگرین ہنس پڑی "تو تم اب بھی مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کرو گی کہ تم ہم میں ہی سے ہو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی —" جولیا دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپٹیاں دباتی ہوئی بولی۔

"ابھی تم نے کس کو فون کیا تھا — ؟"

"کسی کو بھی نہیں۔۔!"

ایلاگرین نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور تین جگہوں پر دیوار سے ادھڑے ہوئے پلاسٹر کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔ "کھڑکیوں کے شیشوں پر کس نے رنگے ہیں"

"اس کمرے میں بند رہ کر میں کیسے بتا سکتی ہوں!"

"اب تم ہوش میں آجاؤ ورنہ پچھتانا پڑے گا۔۔!" ایلاگرین اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"میں ہوش میں ہوں۔۔!" جولیا کی پیشانی پر بھی بل پڑ گئے۔ کیونکہ اب وہ اپنے جسم میں کسی حد تک توانائی محسوس کرنے لگی تھی۔

"تم نے اپنی کیفیت کس کو بتائی تھی فون پر۔۔!"

"پہلے تم مجھے بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیا تھا؟"

"ایک خاص قسم کی گیس کے ذریعہ کمرے کا درجہ حرارت بڑھا دیا گیا تھا۔" ایلاگرین نے لاپرواہی سے کہا اور کھڑکیوں کے ٹوٹے ہوئے شیشوں کی طرف دیکھتی رہی۔

"آخر کیوں؟۔۔"

"تاکہ تم عمران کو اپنی کیفیت سے مطلع کرو اور وہ تمہیں بچانے کے لئے فوراً آسکے۔۔!"

"میں نے عمران کو فون نہیں کیا۔۔!"

"تم جھوٹی ہو۔۔! اگر وہ نہیں آیا تو تمہیں کمرے کی گھٹن سے نجات دلانے کے لئے کھڑکیوں کے شیشے کس نے توڑے۔۔؟"

"میں کچھ نہیں جانتی!"

"بڑی سخت سزا دوں گی۔ سارے جسم پر آبلے پڑ جائیں گے۔ تمہارا پور

ر پڑے گا!"

دفعتاً کمرہ تاریک ہو گیا۔

جولیا بوکھلا گئی! اس نے ایلاگرین کو آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا۔ جولیا کرسی سے فرش پر پھسل آئی اور آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی مسہری کی جانب چلی اور مسہری کے نیچے پہنچ کر فرش پر اوندھی لیٹ گئی!

پھر اس نے ایلاگرین کی آواز سنی۔۔

"مجھے چھوڑ دو ورنہ راکھ کا ڈھیر ہو جاؤ گے۔۔!"

اس کی آواز میں گھبراہٹ کے بجائے غرّاہٹ تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے کسی کو ڈانٹنا شروع کر دیا ہو۔

"میں چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑتا۔!" جولیا نے عمران کی آواز صاف پہچانی۔

"اچھا تو پھر مجھے الٹا مت دینا۔"

"ارے تم میرے ساتھ چلو۔ بڑے آرام سے رکھوں گا!" جولیا عمران کے پیار بھرے لہجے پر کباب ہو گئی! لیکن نہ جانے کیوں خود اس نے زبان نہیں کھولی تھی۔!

اور پھر دفعتاً عمران کی کراہ سے کمرہ گونج اٹھا اور ساتھ ہی کسی کے گرنے کی آواز آئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

جولیا مسہری کے نیچے سے نکلنے کی ہمت نہ کر سکی۔ البتہ اس کے کان اب بھی کسی متوقع آواز ہی کی طرف متوجہ تھے! پتہ نہیں کیوں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اندھیرا پہلے سے بھی زیادہ گہرا ہو گیا ہو۔

جولیا فرش پر مسہری کے نیچے ہی بیدار ہوئی تھی۔ پہلے ذہن
سمجھ ہی میں نہ آیا کہ کس حال میں ہے۔ آنکھیں ملتی رہی پیشانی سہلاتی رہی پھر
گھسٹتی ہوئی مسہری کے نیچے سے نکلی۔

اس کے بعد جلد ہی اس کی یادداشت میں پچھلی رات کے ہیجان انگیز
تجربات جھلملانے لگے تھے۔ کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشوں پر نظر پڑی۔ سامنے
والی دیواروں پر گولیوں کے نشانات نظر آئے اور کانوں میں عمران کی کراہ گونجی
سر ایک بار پھر چکرایا . دونوں کنپٹیاں دباتے ہوئے وہ آرام کرسی میں گر گئی
کچھ دیر بعد اسے یاد آیا کہ عمران کی کراہ سننے کے بعد ہی اس کا سر دوبارہ گھومنے
لگا تھا اور اس کے بعد یادداشت کا صفحہ بالکل سادہ نظر آیا۔

وہ کئی منٹ تک اسی حالت میں رہی پھر گھنٹی کی آواز ہی سن کر اٹھی
تھی! اٹھ کر صدر دروازے تک آئی!

آنے والا صفدر تھا . . . اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"عمران صاحب ہیں یہاں ؟"

"نہیں — اندر آجاؤ — !"

"میں بہت جلدی میں ہوں — !"

"عمران کے بارے میں میں ہی کچھ بتا سکوں گی اور کسی سے کچھ معلوم کر سکو گے — !"

"اچھا — جلدی کرو — !"

وہ اس کے ساتھ نشست کے کمرے میں آیا۔

"بیٹھ جاؤ — !"

"تم بہت پریشان معلوم ہوتی ہو" صفدر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں پریشان ہوں۔ کیا تمہیں علم نہیں — !"

"میں نے ایکسٹو کو حالات سے مطلع کیا تھا اور اس نے شاید عمران ہی کو صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے بھیج دیا تھا"

پھر جولیا نے اپنی کہانی دہرائی۔ صفدر کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے جولیا کے خاموش ہو جانے پر اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"آخر یہ ایلا گرین ہے کیا بلا — ؟"

"میرا خیال ہے کہ . . . " جولیا کچھ کہتے کہتے رک گئی!

"کیا خیال ہے ؟"

"کچھ نہیں — !" اس نے پُرتفکر لہجے میں کہا اور خالی خالی آنکھوں سے صفدر کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ کچھ دیر تک اس کا بازو پکڑے کھڑا رہا تھا۔ مجھے اتنے دل گردے کی تو نہیں معلوم ہوتی تھی ۔

"عورت کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے۔۔!" جولیا نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

صفدر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور سگریٹ سلگانے لگا۔ اس کے بعد بولا۔

"کیا تم عمران کے ساتھ دانش منزل گئی تھیں؟"

"ہاں۔۔ میں نے ایلاگرین کو وہاں بھی دیکھا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ عمران وہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے۔۔ اور وہ لڑکی کون ہے۔۔!"

"وہ تمہیں وہاں کیوں لے گیا تھا؟"

"جہاں تک میں سمجھ سکی ہوں وہ اس لڑکی کو دھوکے میں رکھ کر اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔۔!"

"مجھے پوری بات بتاؤ۔۔!" صفدر ہمہ تن توجہ بنتا ہوا بولا۔

جولیا نے اسے بالتفصیل سب کچھ بتایا۔

"دیوار سے ستار کی آواز آئی تھی اور وہ کچھ کہنے لگی تھی!" صفدر نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ کچھ عجیب بے سُری سی آواز تھی۔۔ ایک ایک تار الگ الگ بول رہا تھا۔۔!"

"جو کچھ اس نے کہا تھا تم نے دیکھا تھا۔۔!"

"ہاں۔۔ لفظ بہ لفظ تو یاد نہیں البتہ مفہوم یہ تھا کہ وہ پچھلی رات غلط ہاتھوں میں پڑ گئی تھی۔ اب اپنے آدمیوں میں ہے لہٰذا اب اس سے جو کچھ پوچھا جائے اس کے جوابات درست ہونے چاہئیں۔۔!"

صفدر سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے خلا میں

گھورتا رہا۔

"کیا بات ہے؟" جولیا نے پوچھا۔

"پچھلی رات وہ بندر کے پیٹ سے اس سے گفتگو کرتی رہی تھی۔"

"بندر کے پیٹ سے۔۔؟"

"ہاں۔۔! عمران نے مجھ سے کہا تھا کہ میں بندر کا ایکسرے کراؤں دفعتاً بندر کے پیٹ سے کسی عورت کی ایسی آواز آئی کہ ایسی حماقت نہ کی جائے تو بہتر ہے ورنہ جیسے ہی الٹرا وائیلٹ ریز اس کے جسم میں داخل ہوں گی یہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے گا۔۔"

"تم نشے میں تو نہیں ہو۔۔!" جولیا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"عمران جیسے لوگوں کا ساتھ ہو تو اس حضرت کے علاوہ اور سب ہی انہونی لگتے ہیں۔۔!"

پھر کچھ دیر کے لیے وہ خاموش ہو گئے اس کے بعد جولیا نے دوبارہ بندر کی بات چھیڑ دی۔

"تمہیں اس طرح یقین نہیں آئے گا۔ سلیمان سے پوچھو جو خوف کے مارے سسکنے لگا تھا۔"

"کیا خیال ہے تمہارا۔ بندر کے پیٹ میں ٹرانسمیٹر!" جولیا کی آنکھوں میں دلچسپی جھلکنے لگی۔

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"لیکن یہ قطعی ناممکن ہے!"

"عمران کو پہلے ہی سے شبہ نہ ہوتا تو ایکسرے کی بات کیوں نکلتی؟"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بندر عمران کے پاس اسی لیے چھوڑا گیا تھا۔

کر کوئی اس کی مصروفیات سے آگاہ ہوتا رہے۔"

"شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو اور اب میں عمران کی تلاش میں اس لیے بھی کر ان حضرت نے پچھلی رات وہ بندیریا ٹیکسی میں دیا تھا اور خود کہیں بہت جلدی میں تشریف لے گئے تھے۔!"

"تو پھر۔؟"

"بندر بیج دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا۔ اس نے بالکنی سے نیچے چھلانگ لگائی تھی اور فضا ہی میں پھٹ گیا تھا۔ اتنا زبردست دھماکا ہوا تھا کہ آس پاس کی کئی عمارتوں میں دراڑیں پڑ گئی تھیں!"

"تب تو... تب تو...!" وہ بوکھلا کر کھڑی ہوتی ہوئی بولی "عمران خطرے میں ہے... یقیناً وہ ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہوگا۔!"

"ان حالات کے پیشِ نظر میں بھی یہی سوچ رہا ہوں!"

"راحیل کہاں ہے؟"

"وہیں جہاں تھا۔!"

"اُسے نظر میں رکھو... کم از کم وہ تو نکل کر نہ جانے پائے!"

"میں نے انتظام کر لیا ہے!"

"ایکسٹو کو اس کے بارے میں بتایا؟" جولیا نے پوچھا۔

"جواب ہی نہیں ملا!"

"جب بھی فون کیا" ریکارڈنگ ٹیپ کی آواز آئی اور میں اپنا پیغام ٹیپ کراتا رہا۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ بھی موجود نہیں!"

"ایسے ہی معاملے میں سوچنا پڑتا ہے کہیں عمران خود ہی تو ایکسٹو نہیں!"

جولیا کچھ نہ بولی، اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں!

عمران کو جب یہ محسوس ہوا کہ وہ عمران ہی ہے تو اس نے دیکھا وہ ناشتے کی میز پر ہے اور کافی کی پیالی اس کے ہاتھ میں کانپ رہی ہے!

سامنے ایک معمر خاتون بیٹھی ہوئی ہیں اور ادھر ادھر نوجوان بیٹھے ٹوسٹ پر مکھن لگا رہے ہیں!

دفعتاً معمر عورت نے عمران سے کہا "پیالی مضبوطی سے پکڑو۔ تمہارا ہاتھ کانپ رہا ہے!"

"جی ہاں... جی ہاں...!" عمران نے پیالی پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا

"ڈیڈی تو آج کچھ بدلے بدلے سے نظر آرہے ہیں!" ایک نوجوان بولا۔

اور عمران نے ڈیڈی کی تلاش میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن کہیں کوئی ڈیڈی نظر نہ آیا۔

تھک ہار کر پھر کافی پینے لگا۔

"ڈیڈی کیا آپ کچھ خفا ہیں!" دوسرے نے عمران کو مخاطب کرکے کہا۔

اور کافی کی پیالی عمران کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔

"یہ کیا ہے۔ آخر۔" معمر عورت اچھل کر چیخی۔ "تم روز بروز جھکی ہوتے جا رہے ہو۔!"

"جی۔ کیا مجھے پکڑ لیا۔!"

"واہ ڈیڈی۔" دونوں جوان منہ دبا کر ہنسنے لگے!

"تم اب ہر وقت اوٹ پٹانگ باتیں کرتے رہتے ہو۔!" معمر عورت چیختی رہی۔ "بچوں کا تو لحاظ کیا کرو۔!"

"بچے۔" عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں نوجوانوں کو دیکھنا شروع کیا اور وہ منہ دبائے ہنستے رہے اور پھر ہنستے ہی ہوئے اٹھ کر وہاں سے چلے بھی گئے!

"حماقت ہی ہے تمہیں ساتھ بٹھانا۔ یہی اچھا ہے کہ الگ ناشتہ اور کھانا دے دیا۔!" عورت عمران کو قہر آلود نظروں سے گھورتی ہوئی بولی۔ "جب بچے بھوکے اٹھ گئے۔!"

"آپ لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

"تم واقعی ہوش میں ہو یا نہیں!" عورت گرجی۔

"تم۔ میں بالکل ہوش میں ہوں۔ محترمہ!"

"محترمہ۔! ہونہہ۔" پھر طنزیہ لہجہ اختیار کیا۔ "میری تو تقدیر پھوٹ گئی تمہارے ساتھ۔!"

"میرے ساتھ۔!" عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ "معلوم ہوتا ہے پھر پاگل خانے بھجوانا پڑے گا۔!"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔۔۔ محترمہ۔۔۔ یعنی کہ بغیر تعا[illegible]۔!"

"تعارف۔ ہائے اسے تو کیا بالکل ہی دماغ چوپٹ ہو گیا ہے!"

"صحیح کب تھا کہ چوپٹ ہو گیا ہے۔" عمران بولا۔

"بچے بھوکے اٹھ گئے۔ اور یہ بھی کوئی بات ہے۔" وہ خود بھی بڑبڑاتی ہوئی اٹھی اور کمرے سے چلی گئی۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک کر آہستہ آہستہ اپنی کنپٹیاں دبانے لگا۔

رات کے واقعات اسے یاد آنے لگے تھے۔ کس طرح جولیا کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں ان دیکھے لوگوں میں گھر گیا تھا۔

وہ دشواری یاد آئی جو عمارت میں داخل ہونے میں پیش آئی تھی۔ کسی نہ کسی طرح کھڑکی کے راستے وہ اندر پہنچ سکا تھا اور وہاں کسی کی موجودگی کا علم ہونے پر چپ چاپ اس طرف لوٹ آیا تھا جہاں بجلی کا مین سوئچ تھا۔ پھر اس نے سارے سرکٹوں کے فیوز نکال کر پوری عمارت میں اندھیرا کر دیا تھا۔

اور پھر اس عورت سے ٹکراؤ یاد آیا۔ وہ نکل جانا چاہتی تھی۔ عمران نے اسے پکڑ لیا تھا۔

اور۔ اور۔ ایک بار پھر اس کا پورا جسم جھنجھلا اٹھا۔ اس عورت نے اس کی گرفت سے نکل جانے کی کوشش کی تھی اور اسی دوران میں دفعتاً عمران کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے الیکٹرک شاک لگا ہو پھر اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

وہ اپنے ذہن پر زور دینے لگا کہ کسی طرح اس کے بعد کے واقعات بھی شعور کی سطح پر ابھر آئیں لیکن مایوسی ہی ہوئی!

جولیا کے بنگلے میں بے ہوش ہونے کے بعد سے ناشتے کی میز تک

کری ذرا سے۔ کرسی گھسیٹ کر وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"میرے خدا ــ!" یک بیک وہ مسرت بھرے لہجے میں بولی۔ "پورے ایک سال بعد تم اس طرح میرے قریب بیٹھے ہو۔"

"ایک سال بعد؟" عمران نے حیرت ظاہر کی!

"ہاں۔۔ پورے ایک سال بعد ــ!"

"اچھا آج کون سی تاریخ ہے ــ؟"

"اکتیس ــ!"

"مہینہ ــ؟"

"اگست ــ!"

"سنہ ــ؟"

"انیس ۱۹۸۲ سو بیاسی!"

"یقیناً میں آسیب زدہ ہوں۔!" عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

"اب یہ وہم نکال دو ــ!" آج جمعہ ہے ہمیں شوگر بینک چلنا ہے ــ!"

"شوگر بینک ــ؟ یہ کیا بلا ہے!"

"ارے توبہ کرو ــ عبادت گاہ کی توہین نہ کرو۔!"

"عبادت گاہ؟"

"ارے تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو!"

"عبادت گاہ کو ہم عبادت گاہ ہی کہیں گے!"

"پرانی بات ہو گئی سنہ ۱۹۲۰ء میں عبادت گاہ کہلاتی تھی۔"

"کیا مطلب ہے؟"

ایک خلا تھا جسے اس کی یادداشت پُر نہ کر سکی۔ وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا کچھ دیر بعد اس کی نظر ایک ٹیبل کیلنڈر پر پڑی اور اس کے پیر ٹھٹک گئے!

کیلنڈر میں اکتیس اگست کا کارڈ لگا ہوا تھا۔ اگر آج اکتیس اگست تھی تو وہ پورے دس دن بعد ہوش میں آیا تھا ــ لیکن یہ ناممکن تھا۔ وہ کافی کی پیالی ہاتھ میں لئے ہوئے تو ہوش میں آیا نہ ہوگا تو پھر یہ دس دن کس طرح گذرے؟ کیا ان لوگوں نے اس پر برین واشنگ٭ کا طریقہ آزمایا تھا۔!

عمران پھر ٹہلنے لگا ــ کمرے کے جس دروازے سے وہ لوگ گذر کر گئے تھے کھلا ہی ہوا تھا۔

عمران ٹہلتے ٹہلتے یکلخت دروازے کی طرف مڑ گیا۔

دوسرا کمرہ نسبتاً چھوٹا ہی تھا لیکن سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ معمر عورت ایک آرام کرسی میں نیم دراز اخبار دیکھ رہی تھی!

عمران کی آہٹ پر چونک کر اس نے سر اٹھایا اور پھر اخبار کی طرف متوجہ ہو گئی!

"ان لڑکوں کا تو میں ڈیڈی ہوں ــ لیکن آپ سے کیا رشتہ ہے میرا؟" عمران نے عورت کو مخاطب کر کے کہا۔

"کچھ بھی نہیں۔ میں تو دشمن ہوں تمہاری۔!" عورت نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

عمران نے سوچا اگر وہ اس کی بیوی ہوتی تو بالکل ایسے ہی لہجے میں گفتگو کرتی۔ پھر بھی احتیاطاً یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں بھی چھان بین

٭ ایک خاص قسم کے انجکشن کے ذریعہ پچھلی زندگی کو عارضی طور پر فراموش کرا دیا

عبادت گاہیں ویران رہنے لگی تھیں۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا کہ انہیں شوگر بینک کے نام سے پکارا جائے۔ ان دنوں شکر کی قلت تھی۔ دستور یہ تھا کہ ان سب عبادت گزاروں میں سے بذریعہ قرعہ اندازی پانچ افراد منتخب کئے جائیں اور انہیں پاؤ بھر شکر فی کس کے حساب سے ہر عبادت کے بعد دی جائے۔ بس پھر کیا تھا عبادت گاہوں میں داخلے کے لیے ٹوٹ پڑے تھے۔ حیرت ہے کہ تم یہ سب کچھ بھول گئے۔ ایک بار تم بھی پاؤ بھر شکر لائے تھے!

"ضرور لایا ہوں گا!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اب شکر کی قلت نہیں لیکن شوگر بینک نام بدستور چلا آ رہا ہے!"

"اور عبادت گزاروں کی تعداد کا کیا حال ہے؟"

"پھر پہلے ہی کا سا حال ہے! وہ ویران ہی نظر آتے ہیں!"

"پھر نام بھی دوبارہ بدل دینا چاہیے؟"

"مذہبی پیشوا کہتے ہیں یہی چلنے دو اور اب جدید انداز میں ثابت کرتے ہیں کہ یہی نام زیادہ مناسب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے لہذا ہمیں اندازِ فکر بھی بدلنا چاہیے۔ ساہوکاروں کی جگہ بینکوں نے لی اور ہماری زندگی پر اس طرح چھا گئے جیسے آسمان پر ٹڈی دل۔ لہذا زندگی کے ہر شعبے میں بینکنگ ہی کا سا انداز ہونا چاہیے! جس طرح ہم بینک میں روپیہ ڈپازٹ کرتے ہیں اور وہ مستقبل میں ہمارے کام آتا ہے اسی طرح عبادت گاہوں میں نیکیاں ڈپازٹ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد والی زندگی میں کام آئیں گی اور نیکیوں کو مٹھاس ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لہذا عبادت گاہ کا نام شوگر بینک ہی ہونا چاہیے! ترقی پسندی کا تقاضہ یہی ہے۔"

"پلک جھپکتے ہی زمانہ بدل گیا" عمران بولا۔

"لیکن تم نہیں بدلے۔ اس وقت سے لے کر اب تک تمہارے ذہن کی حالت یکساں رہی ہے!"

"ہم جیسے لوگ شکل ہی سے بدلتے ہیں!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اوٹ پٹانگ باتیں نہ کرو۔" وہ تنک کر بولی "کب سے بالوں میں خضاب نہیں لگایا!"

"خضاب؟" عمران نے بوکھلا کر سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ہاں۔ ذرا آئینے میں شکل دیکھو!"

"کہاں ہے آئینہ۔؟"

"آپ یہ بھی یاد نہیں!" وہ اٹھتی ہوئی بولی "چلو میرے ساتھ۔"

وہ اسے تیسرے کمرے میں لائی۔ یہ بیڈ روم تھا۔ دو مسہریوں کے درمیان لگی ہوئی چھوٹی سی سنگھار میز رکھی تھی جیسے ہی عمران کی نظر آئینے پر پڑی دیدے پھٹ گئے "ارے باپ رے" نکل گیا۔

سر کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ ان سفید بالوں کے نیچے جوان سا چہرہ بڑا عجیب لگ رہا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کیا ہوا۔؟"

"کہاں۔۔۔ کیا ہوا۔؟" عورت آنکھیں نکال کر بولی۔

"یہ۔۔۔ میرے بال سفید کیسے ہو گئے!"

"بس اب اسی کی کسر رہ گئی ہے کہ تم یہ پوچھو کہ میں تمہاری بیوی کیسے بن گئی ہوں اور یہ دو لڑکے کس نے پیدا کئے ہیں!"

"تو پوچھوں؟" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"دیکھو مجھے پریشان نہ کرو۔۔۔ کئی دن سے محسوس ہو رہا ہے جیسے

ہارٹ اٹیک ہوگا۔ یہ بات نہیں ہے تم خضاب نہیں لگانا چاہتے۔ اس معا میں ہمیشہ سے پریشان کرتے آئے ہو۔ کیسے سمجھاؤں کہ سفید بال تمہارے چہرے کے لیے موزوں نہیں ہیں۔ بچوں کی سی آنکھوں پر سفید بال جچتے نہیں تھے۔ یہ بھی خدا کی دین ہے کہ بیس سال کی عمر میں اگر خضاب لگاؤ تو تیس سال سے زیادہ کے نہیں لگتے!"

"آخر آپ بھی کیوں نہیں شوق فرماتیں خضاب سے!"

"اسے اب کیا مجھے کسی کو دکھانا ہے!"

"مگر بیاسی سال کا ہوں تو اب مجھے بھی قبر ہی میں تو جانا ہے!"

"چلو بیٹھ جاؤ۔۔!" وہ اُسے پکڑ کر سنگار میز کے سامنے پڑے ہوئے اسٹول پر بٹھاتی ہوئی بولی "سر میں تیل لگا دوں۔!"

قبل اس کے کہ عمران سنبھل بھی سکتا اس نے شیشی سے اُس کے سر پر تیل کی دھار ڈالی اور مالش شروع کر دی۔

سفید بال حیرت انگیز طور پر سیاہ ہوتے چلے جا رہے تھے۔ تھوڑی سی دیر میں وہ پہلی سی حالت میں آگئے۔!

"اب دیکھو۔۔!" وہ بڑے پیار سے بولی "کوئی کہہ سکتا ہے کہ بیاسی سال کے ہو۔؟"

"الحمد اللہ۔!"

"کاجل بھی لگا دوں۔۔؟"

"نہیں ممی فار گاڈ سیک۔۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا؟" وہ حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی "میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔"

"یہ بھی مادرانہ ہی حرکت ہوگی!"

"چلے جاؤ یہاں سے۔ نکلو۔ نکل جاؤ۔!"

"جی بہت اچھا۔!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور اسٹول اُٹھ کر کمرے سے نکل کر بھاگا پھر تو جو بھی دروازہ کھلا ہوا ملا اس سے گزرتا چلا گیا۔!

اور آخر کار کھلی فضا میں نکل آیا۔ یہ اس عمارت کا چھوٹا سا پائیں باغ تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ لکڑی اور پتھروں سے بنائی یہ عمارت زیادہ پرانی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

وہ چھوٹی سی روش طے کرتا ہوا ڈوڈینا کی باڑھ کی چوندی سے نکل آیا۔!

باہر ایک بورڈ پر نظر پڑی۔ جس پر تحریر تھا۔

"پروفیسر علی عمران
ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن)
ماہر علم نجوم اور پامسٹری"

"خدا رحم کرے۔۔!" اس نے ٹھنڈی سانس لی اور کاہلوں کے سے انداز میں منہ چلانے لگا۔ چیونگم یاد آئی تھی اور غیر ارادی طور پر ہاتھ کوٹ کی جیب میں چلا گیا تھا۔

اسے مایوسی نہیں ہوئی۔ کئی پیکٹ انگلیوں سے ٹکرائے تھے۔ ایک پیکٹ نکال کر اُسے پھاڑتے ہوئے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کچھ مکانات دور بھی نظر آئے اور ان کے علاوہ چاروں طرف گھنے جنگل کے علاوہ اور کچھ نہ دکھائی دیا۔ اس نے سوچا کیوں نہ یہ بھی آزمایا جائے کہ وہ آزاد ہے یا قیدیوں کی سی زندگی بسر کرنی پڑے گی۔

وہ آگے بڑھا اور ایک عمارت کے قریب سے گذر ہی رہا تھا

اس کے پائیں باغ سے آواز آئی۔!

"ہیلو پروفیسر۔ ارے خدا کی پناہ ... تم خضاب لگانے لگے ہو

آواز ایسی ہی تھی کہ وہ کباب ہو کر رہ گیا۔ بار اسی ہوئی اور

یہ جملہ بڑی شستہ و رفتہ اردو میں ادا کیا گیا تھا۔

وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"چلے بھی آؤ۔ ایسا بھی کیا تکلف!" آواز پھر آئی اور وہ

عمارت کے پائیں باغ میں مڑ گیا۔

پھر آدم قد باڑھ کے پیچھے وہی چہرہ نظر آیا جو اس غریب الوطنی کا

بتاتی بیٹی ... ہیلا گرین ... وہ اس وقت گھٹنوں سے اونچے سی

میں تھی۔

عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں

کرلیں اور ہکلا کر بولا "کچھ پاجامہ واجامہ پہن آؤ دوڑ کر۔!"

وہ ہنس پڑی۔

"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے بڑے آرام سے رکھو گے!"

"اب بھی یہی کہتا ہوں۔" عمران مسکرایا۔

"کیسی گذر رہی ہے؟"

"بہت اچھی۔ واللہ محترم قسم کی بیوی اور پلے ہوئے بیٹوں میں

نعمت ہر ایک کے حصے میں نہیں آیا کرتی۔"

وہ پھر ہنسی اور ہنستی ہی چلی گئی!

"بہت محظوظ ہو رہی ہو۔!"

"محظوظ ہونے کی بات ہی ہے جو لوگ گھریلو زندگی سے بھاگتے ہیں

ان پر ایسے ہی عذاب نازل ہوتے ہیں۔!"

"اوہ ... یہ تو بتاؤ آج کون سی تاریخ ہے!"

"اگست کی ستائیس تاریخ۔!"

"اور میں تمہارے ہاتھ کب لگا تھا؟"

"صرف دس دن پہلے کی بات ہے!"

"اور میرے بال؟"

"گھبراؤ نہیں۔ وہ اس شاک کی وجہ سے سفید ہو گئے تھے جو تمہیں

کے بنگلے میں لگا تھا۔!"

"جولیا کے بنگلے میں۔" عمران نے احمقانہ انداز میں دہرایا۔

"ہاں ... جب تم مجھ سے ٹکرائے تھے۔"

"اوہ۔ وہ ٹکر تھی کیا بلا۔!"

"تم اس کی فکر میں نہ پڑو۔ بہرحال بالوں کی یہ رنگت عارضی تھی۔

سیف سے جو کچھ دیر پہلے تمہارے سر میں لگایا گیا تھا مستقل طور پر بال اپنی

رنگت پر آجائیں گے۔"

"میں تم سے ہرگز یہ نہ پوچھوں گا کہ مجھے یہاں کیوں لائی ہو؟"

"خود دیکھ ہی لو گے۔!"

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ بھی دیکھو گے۔!"

"فی الحال میرا کیا مصرف ہے!"

"تم دیکھ کر بتاؤ کہ میرے دل معاملات کا کیا ہو گا؟" وہ اس کے سامنے

ہاتھ پھیلاتی ہوئی بولی۔

"ہاں... آں... ماہر علم نجوم و علم الید ہی ٹھہرا۔ لاؤ دیکھوں!"

"اسے ذہن میں ہر وقت رکھنا کہ میری رہنمائی کے بغیر تم لاکھ برس بھی اپنی دنیا کی شکل نہ دیکھ سکو گے۔!"

"میں اتنا احمق نہیں ہوں۔!"

"تم بالکل احمق نہیں ہو!" وہ طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کیا تم نے میری برین واشنگ کرائی تھی؟"

"یقیناً۔ اسی لیے تم دس دن تک غائب رہے۔ وہ پاگل عورت تمہیں اپنا کھویا ہوا شوہر سمجھ بیٹھی ہے۔!"

"پاگل عورت۔!"

"ہاں جوانی ہی میں وہ اپنے شوہر سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ وہ ایک جنگ میں مارا گیا تھا لیکن اس سے یہ بات چھپائی گئی تھی۔!"

"اور اب... مطلب یہ کہ وہ سچ مچ...!"

"ہاں۔ اب دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس سے جدا نہیں کر سکتی۔"

"اور وہ دونوں جوان۔!"

"وہ اس کے بیٹے ہیں۔ بہت چھوٹے تھے جب ان کا باپ مارا گیا تھا۔ انہیں اس کی شکل بھی یاد نہیں۔!"

"یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا تم نے۔!"

"میں تو اسی طرح انتقام لیتی ہوں۔ مزاح کی حس مجھ میں بھی موجود

"انتقام کس بات کا لیا ہے تم نے۔؟"

وہ کچھ نہ بولی۔ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔!

"اب اس میک اپ کی کیا ضرورت باقی رہی ہے!" عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اپنی اصل شکل میں آجاؤ۔!"

"اب میری کوئی اصل شکل نہیں ہے۔ یہاں مجھے کوئی بھی ثریا بل پی آت بوچیا کے نام سے نہیں جانتا۔"

"اس شکل میں کس نام سے پکاری جاتی ہو!"

"میرا۔!"

"میں پروفیسر گرین والے قصے سے متعلق نہیں ہوں۔!"

"تمہیں متعلق ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس کا تم سے کوئی تعلق ہے اور نہ تمہاری ذات سے۔"

"پھر میں یہاں کیوں پایا جا رہا ہوں!"

"یہ دوسری کہانی ہے۔ پھر بتاؤں گی۔"

"ارے کچھ تو بتاؤ۔" عمران اپنی ناک کھجاتا ہوا بولا۔ "ورنہ میری الجھن خطرناک صورت اختیار کر جائے گی۔!"

"ہوں۔!" وہ خیالات میں کھوئی ہوئی اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

"مجھے رومانی انداز میں نہ دیکھو... ورنہ... ورنہ...!"

"ورنہ کیا ہوگا۔!"

"دل کا دورہ پڑ جائے گا مجھے۔ بپھرے ہوئے ہاتھی سے ٹکرا سکتا ہوں لیکن... ارے باپ رے...!" وہ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟"

"ہم دونوں تنہا ہیں... ارے... باپ رے...!"

"آؤ میں تمہیں اپنے پالتو کتوں سے ملاؤں۔!"

"بندر سے تو مل چکا ہوں۔!"

"ہاں۔ بندر۔ بے چارہ۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں۔!"

"نہیں کیا مطلب۔؟"

"تمہارے بعد وہاں اُس کی موجودگی غیر ضروری تھی لہٰذا اُسے تباہ کر دیا گیا۔ اور ہاں، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بے چینی اُسے کھلی جگہ میں لے آئی ہو گی اور وہیں وہ پھٹ گیا ہو گا۔ کچھ ایسا ہی سسٹم تھا۔ کسی چھت کے نیچے وہ دھماکا نہیں ہوا ہو گا۔؟"

"لیکن ٹرانسمیٹر اس کے اندر کس طرح رکھا گیا ہو گا۔!"

"یہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے۔ ایسے ہزاروں بندر مختلف مقامات پر کام کر رہے ہیں۔!"

"تب تو دنیا کا کوئی بھی راز تم لوگوں سے پوشیدہ نہ ہو گا۔!"

"تمہارا خیال اس حد تک درست ہو سکتا ہے کہ دنیا کے بہت سے راز ہم سے پوشیدہ نہیں۔!"

"تم لوگوں نے سائنس میں حیرت انگیز طور پر ترقی کی ہے!"

تھریسیا کچھ نہ بولی۔

"ہاں... وہ سکتے...!"

"دیکھ ہی رہے... ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ اب تم اپنے گھر واپس جاؤ۔ وہ تمہارے لیے پریشان ہو گی۔!"

"اب یہ مذاق ختم کرو۔!"

"تم اس کی خوشیاں برباد کر دینا چاہتے ہو!"

"ہمارے تو اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔!"

"عارضی برین واشنگ میں ہمارے طریقِ کار کے مطابق اُس کی ضرورت پیش آتی ہی ہے۔ ورنہ اپنی اصل حالت پر واپس آنے کے بعد آدمی پاگل ہی ہو جائے۔ اس کے گرد حیرت انگیز حالات پیدا کرنے پڑتے ہیں تاکہ وہ اُلجھن میں رہ جائے۔!"

"میں تو اب وہاں نہیں جاؤں گا۔!"

"اچھا تو آؤ میرے ساتھ۔!" وہ عمارت کی طرف مڑ گئی!

عمران اس کے پیچھے چلتا رہا۔

یہ عمارت بھی قریب قریب ویسی ہی تھی جیسی عمارت سے عمران کچھ دیر پہلے برآمد ہوا تھا۔

تھریسیا اسے سٹنگ روم میں لائی۔

"تمہاری اجازت کے بغیر۔!" عمران ایک کرسی میں نیم دراز ہوتا ہوا بولا۔

"تم نے اس رات مجھ سے کافی کی فرمائش کی تھی!"

"شاید... کچھ کچھ یاد پڑتا ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ایسی کافی پلاؤں گی کہ اب تک خواب میں بھی نصیب نہ ہوئی ہو گی!"

"کیا پیٹ میں پہنچ کر ستار بجاتی ہے۔!"

"نہیں شوگر بینک قائم کرتی ہے۔" تھریسیا مسکرائی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی "میں اب بھی متحیر ہوں کہ تم میرے پیغامات کس طرح ڈی کوڈ کر سکے!"

"کوئی ایسی مشکل چیز نہیں تھی۔ بس ایک موسیقی کا تختہ تیار کرنا پڑا تھا۔ اور دو ماہ کی محنت کے بعد اس قابل ہو گیا تھا کہ ذہنی لہر تک جا پہنچا۔!"

"آخر کس طرح۔؟"

پھر تو دیا کر موسیقی کا تختہ تیار کیا تھا اور اس پر چھتیس تار لگائے تھے اور عرصہ تک انہیں تمہارے پیغامات والے تاروں سے ملاتا رہا تھا آخر ایک دن وہ آیا کہ میرے چھتیسوں تار تمہارے تاروں سے ہم آہنگ ہو گئے! اور میں ڈینیوٹا تک جا پہنچا۔ اب تم بتاؤ کہ اس بوڑھے پروفیسر کا کیا مقصد تھا؟"

"مقصد" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی "اچھا خیر سنو۔ زیرولینڈ کے کچھ آدمیوں نے بغاوت کی ہے۔ انہوں نے اپنی الگ تنظیم کر لی ہے۔ تمہارا ملک ان کا محور الگ ہے لیکن فی الحال زیادہ ہاتھ پیر نکالتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ وہ پروفیسر کو اٹھا لے جانا چاہتے تھے۔ اس لیے میں نے کیپٹن فیاض سے دوستی گانٹھی اور اس طرح پروفیسر کو ختم کرادیا۔ کیپٹن فیاض کی موجودگی کا علم ان لوگوں کو ہو چکا تھا۔ اس لیے دخل اندازی نہ کر سکے، اور میرے ہی آدمیوں نے پروفیسر کو ختم کر دیا۔ فیاض اگر عقلمندی سے کام لے تو ان لوگوں تک پہنچ سکتا ہے جو زیرولینڈ کے باغی ہیں کیونکہ جس سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کے ہم سایہ تھے وہ بظاہر تو زیرولینڈ کا وفادار ہے لیکن حقیقتاً اسی باغی گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ فیاض کو ملوث کرنے کا مقصد یہی تھا کہ تمہارے ملک کی پولیس اس باغی گروہ کے پیچھے لگ جائے۔!"

"قتل تم نے کیا ہے پھر وہ باغی گروہ کے پیچھے کیوں لگے گی۔!"

"میں ایسے حالات پیدا کرتی کہ فیاض کو یہی کرنا پڑتا۔ اپنے بیان میں فیاض سے ناواقفیت ظاہر کی تھی اور پروفیسر ہی سے اس کی شناسائی کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کے بعد میں حیرت انگیز طور پر غائب ہو جاتی اور فیاض میرے میزبان اسی فرسٹ سیکرٹری کو کریدنا شروع کر دیتا۔"

"خیر۔۔ خیر۔۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ لیکن فیاض

میں اتنے گٹس نہیں ہیں۔؟"

"میں جانتی ہوں کہ ایسی دشواریوں میں وہ قوت سے ضرور دیتا تو اس فرسٹ سیکرٹری کو کریدتے ہوئے ان لوگوں تک ضرور جا پہنچتے۔ لیکن تمہاری ہی دخل اندازی کی بنا پر پوری اسکیم تباہ ہو گئی۔"

"کافی پلانے کا وعدہ کیا تھا تم نے۔!"

"اس سے پہلے میں تمہیں ایک تماشا دکھاؤں گی!" وہ گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔

"دکھاؤ۔!" عمران نے بے بسی سے کہا۔

تھریسیا نے آواز دی۔

"اسٹوکس۔ اسٹوکس۔!"

ایک ڈیکشنڈ دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور تھریسیا کے قریب رک کر دم ہلانے لگا۔

تھریسیا نے پھر گھڑی پر نظر جما دی تھی۔!

دوسرے ہاتھ سے وہ کتے کا پٹہ پکڑے ہوئے تھی۔ دفعتاً کتا بھونکنے لگا۔

لیکن منہ کھولے بغیر۔۔۔ یہ انداز عمران کے لیے نیا نہیں تھا۔ اس سے پہلے ایک بندر کو بھی منہ کھولے بغیر آدمیوں کی طرح باتیں کرتے دیکھ چکا تھا۔

پھر بندر ہی کی طرح اس کے پیٹ سے بھی آوازیں نکلنی شروع ہو گئیں۔

"ہیرکنز۔۔۔ ہیرکنز۔۔۔ ہیرکنز۔۔۔!"

عمران نے بڑی تیزی سے جیب سے قلم نکالا اور میز پر پڑے ہوئے ایک رسالے کے سرورق کے سادہ حاشیے پر لکھنے لگا۔

آوازیں آتی رہیں "بایاں چار۔۔ دایاں دو۔۔۔ بایاں چھ۔۔ دایاں ایک بایاں سترہ۔۔ دایاں ایک بایاں ایک۔۔۔!"

اسی طرح دایاں اور بایاں کے ساتھ چند سے چلتے رہے اور ساتھ ہی عمران کا قلم بھی چلتا رہا۔!

تھریسیا اُسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ آخری بار بو پکنز کہنے کے بعد سناٹا چھا گیا۔!

عمران نے قلم روک کر طویل سانس لی اور تھریسیا کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔!

"اس میں دماغ لڑاؤ تو جانوں۔!" تھریسیا بولی۔

"پتہ نہیں اس کوڈ کا موجد اب زندہ ہے یا نہیں لیکن اس کا کام اب بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔"

"یعنی۔۔؟"

"ولیم ہاکنز۔۔۔ کرنل ولیم ہاکنز۔۔!"

"اوہ۔۔!" تھریسیا سنبھل کر بیٹھ گئی!

"کیوں۔۔؟"

"ولیم ہاکنز زندہ ہے۔" تھریسیا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "اور وہی باغی گروہ کی قیادت کر رہا ہے۔!"

عمران نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے اور خلا میں گھورتا رہا۔!

تھریسیا مضطرب سی نظر آنے لگی تھی۔!

"ہوں۔۔!" عمران کچھ دیر بعد بولا۔ "اور تم لوگ اس کوڈ سے نابلد ہو۔۔۔!"

"یہی بات ہے مجھے علم نہیں تھا کہ ہاکنز بھی کسی کوڈ کا موجد ہو سکتا

ہے۔! بہرحال اسی باغی گروہ کی وجہ سے مجھے پیغام رسانی کے لیے ناولوں کی عبارتوں میں حروف تہجی چھپانے پڑے تھے۔!"

"پھر ہاکنز کی کیا حیثیت تھی تمہارے یہاں۔!"

"میرے نائبین میں سے ایک وہ بھی تھا۔ الفانسے سے بھی زیادہ طاقتور اور دلیر آدمی ہے۔ الفانسے اس کا پاسنگ بھی نہ تھا۔"

"اس کے بارے میں اور کیا جانتی ہو۔!"

"دوسری جنگ عظیم میں وہ اتحادیوں کے ساتھ تھا۔ جاپان کے خاتمے کے بعد ریٹائرڈ لائف گزار رہا تھا کہ ہم لوگوں نے اُسے اچک لیا۔

"اس نے صرف ایک ہی بار پیغام رسانی کے لیے یہ کوڈ استعمال کیا تھا۔ مشرق بعید کی جنگ بند ہی ہو گئی تھی۔ سراغ نہیں پا سکا تھا یہ کوڈ۔!"

"تم واقف ہو اس سے۔!" تھریسیا نے پُرمسرت لہجے میں پوچھا۔

عمران نے پُرتفکر انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔

"اوہ۔۔!"

"کہو تو وہ پیغام بھی بتاؤں جو ابھی ابھی کسی کو بھیجا گیا ہے۔!"

"بتاؤ۔۔!"

"تھریسیا۔ آل باڈی میں ہے۔ جنوب مشرق سے پانچواں مکان۔ شب خون۔۔۔ تین بجے صبح۔۔!"

"خدا کی پناہ۔ عمران۔۔۔ اب شاید میری عمر بڑھ جائے۔!"

"اور میں جتنا ہوں اتنا ہی رہ جاؤں۔!" عمران نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر پوچھا۔ "کیا یہ جگہ آل باڈی کہلاتی ہے۔"

"ہاں۔ اور تم مطمئن رہو اس وقت تم اپنے ملک میں نہیں ہو۔!"

"میں تو خود کو اس وقت تخت سلیمان پر محسوس کر رہا ہوں۔ کافی کہاں رہ گئی۔۔!"

"ابھی لو۔۔!" تھریسیا نے فون کا ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ "بلیک کافی۔۔ فارٹی۔۔!"

ریسیور رکھ کر عمران سے بولی۔ "تین بجے وہ شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جنوب مشرق کی طرف سے یہ پانچواں ہی مکان ہے۔۔!"

"کیا تم خائف ہو۔۔؟"

"ہرگز نہیں۔۔" تھریسیا ہنس پڑی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "ڈیڈ بانگنز کو اب ختم ہی ہونا چاہیے۔!"

"تو ختم کر دو۔۔ تمہارے لئے کونسی بڑی بات ہے۔!"

تھریسیا کسی سوچ میں پڑ گئی۔۔!

بلیک زیرو کو حالات کا علم ہو گیا تھا اور اس نے بروقت ایکسٹو کی جگہ حال لی تھی۔ صفدر کی زبانی راحیل کے بارے میں فون پر تفصیلات معلوم کیں ور اس کی قیادت میں سفر کرنے کے لیے ایک ٹیم بنا دی جس میں خاور نعمانی صدیقی نویر اور جوزف شامل تھے۔ جولیا نے بہت سر مارا کہ اُسے بھی ٹیم میں شامل کر لیا یا جائے لیکن بلیک زیرو نے اجازت نہ دی۔

اور اب یہ قافلہ راحیل کی رہنمائی میں سفر کر رہا تھا۔

راحیل کے گاؤں میں پہنچ کر انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ اصل مہم شروع کرنے سے قبل کم از کم ایک دن آرام کریں کیونکہ اس سفر نے انہیں افی تھکا دیا تھا۔

شام کے جھٹپٹے میں وہ گاؤں پہنچے تھے۔ اور جوزف کو اپنی شراب کی فکر پڑ گئی تھی۔ راحیل نے اس کے لیے دیسی شراب کی کئی بوتلیں مہیا کیں اور ایک نئی اطلاع بھی لایا۔

"بڑی عجیب بات ہوئی ہے۔ میری عدم موجودگی میں" اس نے صفدر سے کہا۔

"کیا بات ہے۔!"

"وہ تصویر ۔ ۔ ۔ پھر دھند دکھائی دینے لگی تھی۔ کچھ لوگوں نے پہاڑ کے دامن تک پہنچنے کی کوشش کی اور انہیں وہاں سونے کے کچھ ٹکڑے پڑے ملے۔ دوسرے دن لوگ جوق در جوق سونے کے ٹکڑوں کی تلاش میں اُدھر جانے لگے۔ آج کی اطلاع ہے کہ اُن میں سے پچیس آدمی ابھی تک نہیں لوٹے۔ وہ دو دن ہوئے ہیں اور وہ تصویر آج بھی چوٹی پر دکھائی دی تھی۔ آج بھی کچھ لوگ گئے اور انہوں نے بھی سونے کے ٹکڑے راستے میں پڑے پائے۔"

صفدر کچھ دیر تک سوچتا رہا، پھر بولا۔ "لوگوں کو اُدھر جانے سے روکو!"

"اب تک ڈھیروں سنہرے ٹکڑے لوگوں سے جُڑے ہیں!" راحیل بولا۔ "تاوقتیکہ وہ لوگ واپس نہ آجائیں جو غائب ہوئے ہیں۔ دوسروں کو اس طرف نہ جانا چاہیئے!"

"مسٹر صفدر۔!" جوزف جمائی لے کر بولا۔ "نہ یقین کرو یا نہ کرو یہ خبیث روحوں کا چکر ہے۔!"

کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ بڑبڑاتا رہا۔ "سمجھانا میرا کام ہے لیکن اس سائنسی دور میں یہ بات کسی کی بھی سمجھ میں نہ آئے گی حالانکہ خود بھی تم ہی خبیث کو آدمی کی طرح باتیں کرتے سن چکے ہو اور تم نے یہ بھی دیکھا تھا کہ وہ دھماکے کے ساتھ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ آسمانی باپ میرے بچے کی حفاظت کرے!" اس نے ہاتھوں سے سینے پر کراس بنایا، اور پھر سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔

راحیل نے ان لوگوں کے لیے اپنے مکان کا ایک حصہ خالی کر دیا تھا۔ دوسری صبح انہوں نے اُس مہم کا آغاز کیا۔ فی الحال وہ اس غار کا جائزہ لینا

چاہتے تھے جہاں راحیل کو بندر ملا تھا۔!

آج بھی صبح سے مطلع ابر آلود رہا تھا اور اُن کی روانگی کے وقت تک خاصی گھٹا گھر آئی تھی۔!

"اب تو وہ ماہرِ موسمیات بھی ساتھ نہیں ہے۔!" راحیل ہنس کر بولا۔

اور وہ اسی چوٹی کی طرف چلتے رہے جس پر دھویں کی تصویر نظر آیا کرتی تھی!

"بڑی عجیب بات ہے!" راحیل کچھ دیر بعد بولا۔ "آج بھی موسم کچھ اسی قسم کا ہے۔!"

وہ بڑھتے رہے ۔ ۔ ۔ لیکن پہاڑ کے دامن تک پہنچنے سے قبل ہی انہیں تیز ہوا کے جھکڑوں نے آ لیا۔ پھر تو ایک قدم بھی اٹھانا محال ہو گیا۔

راحیل کا خیال تھا کہ انہیں جلد از جلد اس جگہ تک پہنچ جانا چاہیئے جہاں پناہ لینے کے لیے متعدد غار موجود تھے۔!

اس کی تجویز کے مطابق سب نے ایک دوسرے کی کمریں تھامیں اور قطار بنا کر چلنے لگے۔ اس طرح ہر ایک یہ محسوس کر سکا کہ اب اتنی تیز ہوا میں چلتے رہنا ممکن نہیں ۔ ۔ ۔ اگر کہیں ہوا کے ساتھ غبار بھی ہوتا تو اس طرح بھی آگے بڑھ سکنا محال ہوتا۔

کسی نہ کسی صورت سے وہ ایک غار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہوا بدستور اسی رفتار سے چل رہی تھی اور گہرے سیاہ بادلوں کے پرے کے پرے فضا پر پھیلتے جا رہے تھے!

"اب یہیں رُکنا ہے۔" راحیل بولا۔ "بارش ہونے والی ہے۔"

غار میں تاریکی تھی۔ بیک وقت کئی ٹارچیں روشن ہوئیں۔!

"اِدھر۔۔ وہ اُدھر کیا چیز چمکی ہے۔" صفدر بولا اور سبھی بیک وقت اس چیز کی طرف جھپٹے تھے۔ وہ اب بھی ٹارچ کی روشنی میں چمک رہی تھی۔

نعمانی اور صدیقی کے قدم بھی اسی طرف اٹھ گئے تھے۔!

"خدا رحم کرے۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "سو فیصد شیطانی کارخانہ معلوم ہوتا ہے۔!"

اور پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور کوئی دعا پڑھنے لگا۔

"راحیل۔!" دفعتاً صفدر کی آواز آئی۔ "یہاں بھی سنہرے نگینے ہیں!"

"اوہ۔ دیکھوں۔ میں نے صرف ذکر سنا تھا کسی نے نگینے مجھے دکھائے نہیں!"

اس نے صفدر کی ہتھیلی پر کئی چمکدار اور سنہرے نگینے دیکھے۔!

"یہ تو قدیم نگینے معلوم ہوتے ہیں۔!" اس نے کہا۔

"زبان کون سی ہو سکتی ہے۔!" نعمانی بڑبڑایا۔

وہ کافی دیر تک سر مارتے رہے لیکن سمجھ میں نہ آسکا کہ کس زبان کے حروف اُن پتھروں پر کندہ ہیں۔

"ایک وہ رہا!" خاور بولا اور ٹارچ کی روشنی میں ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔

غار بہت کشادہ تھا۔

"ارے کیوں عقلیں خبط ہوئی ہیں۔ ہوش میں رہو۔!" جوزف نے تنبیہ کی۔!

"تم اپنی بکواس بند ہی رکھو تو بہتر ہے۔!" تنویر جھلا کر بولا۔

"اے مسٹر۔ میں پاگل ہاتھیوں سے لڑا ہوں تم اپنی زبان بند رکھو۔ باس بھی موجود نہیں ہیں کہ مجھے روک لیں گے۔!"

"شٹ اپ۔!"

جوزف نے جھپٹ کر تنویر کی گردن پکڑ لی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔!" صفدر نے آگے بڑھ کر جوزف کی کلائی پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا لیکن تنویر کی گردن نہ چھڑا سکا۔

پھر سب ہی جوزف کے پیچھے پڑ گئے اور کسی نہ کسی طرح کھینچ کھانچ کر اسے تنویر سے الگ کیا۔ تنویر آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ راحیل اور صدیقی اسے دوسری طرف کھینچ کر لے گئے۔ وہ مسلسل چیخ رہا تھا۔

البتہ جوزف خاموش تھا اور کسی مینارے کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔

"اگر یہی حالت رہی تو سب کچھ جہاں تہاں رہ جائے گا!" صفدر نے بلند آواز میں کہا۔

"میں اپنی توہین کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتا!" تنویر ہانپتا ہوا بولا۔

"اور تم بڑی انسانیت برتتے ہو!" جوزف کا لہجہ پُرسکون تھا۔ "سب کی طرح مجھے بھی اظہار رائے کا حق حاصل ہے!"

"اب براہ کرم تم دونوں ہی خاموش رہو۔!" صفدر نے کہا۔

پھر کوئی کچھ نہ بولا۔ اس واقعہ کے بعد سے فضا مکدر ہو گئی تھی۔

راحیل آہستہ سے صفدر کے قریب کھسک آیا اور بولا۔ "کیا خیال ہے اِن نگوں کے متعلق۔!"

"یہ نگینے بہت پرانے نہیں ہو سکتے!" صفدر نے کہا۔

"لیکن یہ زبان۔ آخر کون سی زبان ہو سکتی ہے۔!"

"کچھ بھی ہو۔ یہ ابھی حال ہی میں ڈھالے گئے ہیں!"

"تو پھر۔ کون ہے جو اس طرح سونا لٹا رہا ہے!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ غار کے باہر سے بارش کا شور صاف سنائی دے رہا تھا۔ نعمانی نے ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالی اور بولا۔ "خاور۔ خاور کہاں گیا۔!"

کئی ٹارچیں اور بھی روشن ہوئیں لیکن خاور کا کہیں پتہ نہ چلا۔

"کہاں گیا؟" صفدر بولا۔

"باہر تو نہیں جا سکتے کیونکہ میں غار کے دہانے کی طرف رہا ہوں!" چوہان نے کہا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔!" جوزف صفدر کے قریب آ کر آہستہ سے بولا۔

"وہ ادھر گیا ہے۔!" دفعتاً صدیقی کی ٹارچ کی روشنی ایک دو ڈھائی فٹ چوڑی دراڑ پر پڑی۔ اور بقیہ ٹارچیں بھی اسی طرف اٹھ گئیں۔

"میاؤ آ۔۔۔!" جوزف جلدی سے بولا "میں نے مسٹر نادر کو اسی طرف جاتے دیکھا تھا۔!"

صفدر ہی سب سے پہلے دراڑ کی طرف بڑھا۔ اس میں ٹارچ کی روشنی ڈالی:

"اوہ۔۔!"

دوسرے اس کی تحیر زدہ سی آواز سن کر چونک پڑے اور صفدر ان کی طرف مڑ کر بولا "اسے تنہا نہ جانا چاہیے تھا۔"

دوسرے اس کے قریب پہنچ گئے تھے اور ٹارچ کی روشنیاں دور تک اس سرنگ نما راستے پر پھیل سی گئی تھیں۔!

جگہ جگہ سنہرے سکے سے بھی جڑے ہوئے ٹارچ کی روشنی میں چمک رہے تھے!

"یہ تو کھلا ہوا جال معلوم ہوتا ہے۔!" نعمانی آہستہ سے بولا۔

"آخر وہ تنہا کیوں چلا گیا۔" صفدر نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

"لیکن۔ لیکن مجھے حیرت ہے۔" راحیل آہستہ سے بولا۔

"کس بات پر حیرت ہے تمہیں۔!" صفدر کے لہجے پر جھنجلاہٹ کا عنصر غالب تھا۔

"یہ دراڑ میرے لیے بالکل نئی چیز ہے۔! میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

"کیا پہلے بھی یہاں آ چکے ہو۔!"

"کیوں نہیں۔! انہیں غاروں میں تو کھیل کھیل کر جوان ہوا ہوں۔ ان حصوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ یہاں اور کوئی نہیں جانتا۔"

"مجھے شبہ ہے۔!" تنویر بول پڑا۔

"کس بات پر۔۔؟"

"تم دیدہ و دانستہ ہمیں کسی مصیبت میں پھنسانا چاہتے ہو۔!"

"تنویر پلیز۔!" صفدر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"بھلا مجھے آپ لوگوں سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ آپ چند روز پہلے میرے لیے قطعی اجنبی تھے۔"

"تم کچھ خیال نہ کرو۔" صفدر نے اُسے دلاسہ دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "ایسے حالات میں تم بھی یہی سوچتے۔ قدرتی بات ہے۔"

"تو کیا آپ کو بھی مجھ پر شبہ ہے صفدر صاحب!"

"نہیں مجھے تم پر شبہ نہیں ہے۔!"

"لیکن اس قسم کی کوئی سرنگ چٹانوں میں تیار نہیں کی جا سکتی!" صدیقی بولا۔!

"میں کہتا ہوں۔۔۔ مجھے بھی حیرت ہے اسی پر!" راحیل نے کہا۔

"ان باتوں کو ختم کرو۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔!" صفدر بولا۔

"میں دیکھتا ہوں۔!" جوزف آگے بڑھ کر بولا "میری واپسی تک تم سب یہیں رکو۔۔۔ یقیناً یہ کسی آدمی ہی کی حرکت ہو سکتی ہے اور ہر قسم کے آدمیوں سے نپٹنا مجھے خوب آتا ہے۔!"

"نہیں تم تنہا نہ جاؤ۔" صفدر بولا۔

"تو پھر سب چلو۔!" جوزف نے پُراعتماد لہجے میں کہا "مسٹر راحیل آگے

چلیں گے سا۔"

"میں تیار ہوں۔!" اس بار ساتیل کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور دراڑ میں داخل ہوگیا۔ اس کے پیچھے جوزف تھا۔!

جوزف کے بائیں ہاتھ میں ٹارچ تھی اور داہنے ہاتھ سے اس نے ریوالور ہولسٹر سے نکال لیا تھا۔

جوزف کے پیچھے صفدر وغیرہ تھے۔

اب زمین پر پڑے ہوئے سکوں پر کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔!

تھوڑی دُور چلنے کے بعد سُرنگ کچھ اور کشادہ ہوگئی!

وہ خاموشی سے چلتے رہے۔!

دفعتاً۔۔ جوزف چلتے چلتے رُک گیا اور اُس نے ساتیل سے بھی رُکنے کے لیے کہا۔ یہاں سرنگ اتنی کشادہ تھی کہ وہ قریب قریب بھی کھڑے ہو سکتے تھے۔!

جوزف اس طرح نتھنے سکوڑ سکوڑ کر سانسیں لے رہا تھا جیسے کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔!

"کیا بات ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"مسٹر صفدر، یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی عبادت گاہ میں پہنچ گیا ہوں۔! کیا تم کسی قسم کی خوشبو محسوس نہیں کر رہے ہو۔؟"

"ہاں۔ نہیں تو۔!"

"اچھا آگے چلو۔ شاید محسوس کرو۔ صرف عبادت گاہوں ہی میں میں نے ایسی خوشبو محسوس کی ہے۔ جہاں بخوردانوں میں خوشبوئیں جلائی جاتی ہیں۔!"

"اچھا۔۔ اچھا۔۔ چلو۔۔۔!" صفدر بیزاری سے بولا۔

وہ آگے بڑھتے رہے پھر وہ خوشبو سبھوں نے محسوس کی! عجیب سی خوشبو تھی! کبھی جانی پہچانی سی لگتی اور کبھی ایسا محسوس ہوتا جیسے پہلے کبھی اس سے سابقہ پڑا ہو! بالآخر وہ اس جگہ پہنچ ہی گئے جہاں سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔!

یہاں سرنگ کا خاتمہ ایک بہت کشادہ غار میں ہوا تھا۔ یہاں اس کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ وہ ٹارچیں روشن رکھتے کیونکہ کئی بڑی شمعیں روشن تھیں اور بخوردانوں سے خوشبودار دھواں اُٹھ رہا تھا۔

انہوں نے غادر کو دیکھا جو فرش پر چت پڑا تھا۔ وہ سب اس کی طرف جھپٹے لیکن اس سے قریب بے خبر تھے کہ خود اُن کے ذہنوں پر بھی یہ دھواں آہستہ آہستہ اثر انداز ہو رہا ہے۔۔۔ اور اُن کے ہاتھ پیروں کی سکت رفتہ رفتہ زائل ہوتی جا رہی ہے!

"اوہ۔!" سب سے پہلے جوزف کو ہوش آیا اور وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "مم۔ میرا۔ خیال ہے کہ میں۔ کیا تم سب کے سر چکرا رہے ہیں؟"

وہ احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے ہوئے ڈھیر ہو گئے۔ کسی کو شعور نہ رہا کہ کہاں ہے۔!

عمران کو کافی پلا کر تھریسیا نے پھر اسی مکان میں بھجوا دیا جہاں وہ دوبارہ نہیں جانا چاہتا تھا۔!

عورت شاید بڑی بے صبری سے اس کا انتظار کر رہی تھی! دیکھتے ہی اس کی طرف لپکی۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"ایوا لے گئی تھی۔!"

"ارے تم اتنی بدتہذیبی سے اُس مقدس ہستی کا نام لیتے ہو کیا بھول گئے کہ وہ ماں کہلاتی ہے۔!"

"تمہاری ہی ہوگی۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"توبہ کرو۔ . . توبہ . . . ورنہ بلائیں نازل ہوں گی۔!"

"ہو رہی ہیں۔!"

"نہیں۔ میرے لیے سب سے بڑی مصیبت تمہاری جدائی تھی۔ ماں کی مہربانی سے تم مجھے مل گئے۔ . . ماں کا احترام کرو۔!"

"احترام ہی کر کے آرہا ہوں۔ اب میں کچھ دیر سونا چاہتا ہوں۔!"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم بچوں سے مہربانی سے نہیں پیش آتے انہیں تم سے شکایت ہے۔!"

"مجھے طریقہ بتاؤ مہربانی سے پیش آنے کا!" عمران بے بسی سے بولا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ ایک باپ کو بچوں سے کس طرح پیش آنا چاہئے!"

"اوہ! میں بالکل بھول گیا ہوں۔ پریکٹس نہیں رہی نا۔!"

"پتہ نہیں کیسی باتیں کرنے لگے ہو!" وہ ہنس کر جھلائی اور عمران نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔!

"کیا سوچنے لگے۔ تم مجھ سے دُور دُور کیوں رہتے ہو!"

"بچوں کے خیال سے . . .!"

"بچے کہاں ہیں مجھے جلدی سے بتاؤ۔ میں جلد از جلد مہربانی سے پیش آنا چاہتا ہوں۔!"

"نشست کے کمرے میں کیرم کھیل رہے ہیں۔!"

لیکن سٹنگ روم میں جانے کی بجائے اس نے بیڈ روم تلاش کر لیا اور دروازہ اندر سے بند کر کے پڑ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ خراٹے لینے لگا تھا۔!

پھر آنکھ کھلی تھی دروازہ پیٹنے کی آواز پر . . . اور وہ اس عورت کی آوازیں سن سن کر اپنی کنپٹیاں دبا رہا تھا۔!

بہرحال اٹھ کر دروازہ کھولنا پڑا۔

"یہ کیا ہے۔ اس طرح سو سو کر تم اپنی صحت تباہ کر لوگے! کچھ دیر پہلے ماں تمہیں پوچھنے آئی تھی۔ وہ تم پر بہت مہربان ہے۔ . ."

"ہاں . ہاں . . .!" عمران احمقانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔!

"شام کی چائے کا بھی ہوش نہیں تھیں!"

"ارے ہاں۔ اچھا۔۔ اچھا۔۔!"

"پہلے جاؤ۔۔ دانتوں کو برش کرو۔۔!"

"سب چلتا ہے۔۔۔!" عمران شانوں کو جنبش دے کر بولا۔

"ارے واہ۔ نہیں یہ نہیں چلے گی۔ تم جانتے ہو کہ میں ہمیشہ سے بااصول رہی ہوں۔۔!"

"اور میں۔۔؟"

"تم ہمیشہ سے ان باتوں پر لڑتے جھگڑتے آئے ہو!" وہ ہنس کر بولی۔

چائے کے بعد اس نے عمران سے کہا کہ اب وہ اپنے گھر جا سکتا ہے!

عمران نے گھڑی دیکھی سات بج رہے تھے۔!

باہر اندھیرا پھیل گیا تھا۔ وہ تھریسیا کے مکان کے گیٹ پر رکا اور گیٹ ہی کے کسی حصے سے آواز آئی: "اندر چلے آؤ۔ میں سٹنگ روم میں ہوں!"

عمران نے طویل سانس لی اور چل پڑا۔

وہ سٹنگ روم میں ایک آرام کرسی میں نیم دراز تھی اور ایک چھوٹا سا بڑے بالوں والا کتا اس کی گود میں تھا۔

"کہو کیسی نیند آئی۔۔؟" وہ کتے کی پشت پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔

"بہت شاندار۔۔!"

"بیٹھ جاؤ۔!"

"بیٹھ بھی گیا۔۔ اب تم بتاؤ کہ مجھے اس ویرانے میں کیوں گھسیٹ لائی ہو!"

"غیب کی باتیں بھی مجھے معلوم ہو جاتی ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی: "اگر نہ لاتی تو کل شب خون کا شکار ہونا پڑتا۔"

"یہ بھی محض اتفاق ہی ہے کہ میں اس کا متوقع تھا اگر نہ ہوتا تو؟"

"تب تھریسیا کو گڑبڑ کرنا پڑتا۔۔!" وہ پُرسکون لہجے میں بولا۔

"کیا وہ لوگ اتنے ہی خطرناک ہیں۔۔!"

"دشمن کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔۔!"

"اب تم کیا کرو گی۔۔؟"

"دو عمارتوں کے علاوہ اور ساری عمارتیں خالی کرائی جا چکی ہیں۔۔!"

"دو کون سی۔۔؟"

"ایک یہ جس میں تم بیٹھے ہو اور دوسری وہ جس میں تمہارے بال بچے مقیم ہیں۔۔!" وہ مسکرا کر بولی۔

"بال بچوں کو بھی بھجواؤ خدا کے لیے۔۔!" عمران اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

دفعتاً تھریسیا کی گود میں پڑے ہوئے فاکس ٹیریر کے جسم سے آواز آئی۔

"ہاکنز۔۔ ہاکنز۔۔۔ ہاکنز۔۔!"

اور عمران نے جھپٹ کر میز سے کاغذ پنسل اٹھائے اور لکھنا شروع کر دیا پھر آوازوں کے اختتام کے ساتھ ہی پنسل بھی رک گئی تھی۔!

"کیا بات ہے؟"

"کچھ عجیب وٹ پٹانگ سا پیغام ہے۔۔!"

"کیا ہے۔۔؟" تھریسیا مضطربانہ انداز میں بولی۔

"کے سکتھینی۔۔ پوائنٹ تھرٹی تھری۔۔ ایک بجے شب۔ بلیک کرانگ!"

تھریسیا نے کتے کو ایک طرف اچھال دیا اور خود فون کی طرف جھپٹی۔ انسٹرومنٹ سے لگے ہوئے ایک بٹن کو تین بار دبایا۔ اور ماؤتھ پیس میں بولی "ہیلو بی ون۔۔ بی ون۔ ہاں دیکھو۔ کیا آج ایک بجے شب کچھ پرواز کر رہے ہو۔۔ کہاں سے۔ ہوں۔ اچھا تو دیکھو! بلیک کرانگ کی بجائے پہاڑی علاقے سے روانہ کرو۔ عین وقت پر اس تبدیلی کا اعلان کرنا اور دیکھنا کہ اس تبدیلی سے تمہارے کیمپ کے

کتنے لوگ مضطرب ہوتے ہیں انہیں درخواست میں سے لینا۔ پھر میں دیکھوں گی۔“ وہ ریسیور رکھ کر پھر کرسی کی طرف پلٹ آئی۔ اور عمران کے استفسار پر بتایا کہ وہ حقیقتاً ٹیلیفون نہیں بلکہ ٹرانسمیٹر ہے اور صرف پچاس میل کے دائرے میں کام کر سکتا ہے۔ ویسے دنیا کا اور کوئی ٹرانسمیشن سسٹم اس کی آواز کو نہیں پکڑ سکتا۔

”چکر کیا ہے۔۔؟“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”عمران مجھے کوڈ سمجھاؤ۔۔!“

”سیر بھر کلاقند منگواؤ۔۔ باقاعدہ شاگرد بنو۔۔!“

”مذاق ختم کرو۔۔ دیکھو! ایکسٹو کو اب ننگا ہونا پڑے گا۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔۔!“

”دوستی! سلام ہے۔۔۔!“ عمران طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

”عمران جب بھی مدد کی للکار کر مدد دوں گی۔۔۔ اسے یاد رکھنا۔ کیا تم بھول گئے جس عمارت میں تم نے مجھے قید کیا تھا اس کے دروازوں کا کیا حشر ہوا تھا؟ کیا وہ سوختہ ہو کر فضا میں نہیں تحلیل ہو گئے تھے۔ کیا وہ حربہ اس وقت ذرا سا ہوگا جب تم اور جولیا نافٹز واٹر میرا بیان سن رہے تھے۔ صرف ایک گز کے فاصلے سے میں تم دونوں کو فنا کر سکتی تھی۔۔!“

”اس کو تمہی اور میری بیوگی پر رحم آگیا ہوگا۔“

”اس احسان کا بدلہ اس طرح چکاؤ کہ مجھے ایکسٹو والے کوڈ سے آگاہ کر دو۔“

”کیا تم نے خود اس پر غور نہیں کیا؟“

”بہت کر چکی ہوں۔۔۔ لیکن۔۔!“

”کون سا طریقہ آزمایا تھا؟“

”حروف تہجی والا۔ نہیں دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے حروف میں باری باری نمبر وار کر دیکھے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔۔!“

”انگریزی کے حروف تھے؟“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ کیونکہ پیغام انگریزی ہی میں ہوتا ہے۔۔!“

”بہت چالاک ہے ایکسٹو۔۔ یہ تو تم جانتی ہی ہو گی کہ تمہاری ہی طرح وہ بھی کئی زبانوں کا ماہر ہے۔ اُس نے اس کوڈ میں اردو کے حروف تہجی استعمال کیے تھے اُردو کی تقطیع سے ”ژ“، ”ء“ اور ”ے“ کو خارج کر کے سترہ سترہ حروف کی دو لائنیں بنائی تھیں اور اوپری لائن کی نمبرنگ دائیں جانب سے شروع کی تھی اور نیچے والی لائن کی نمبرنگ بائیں جانب سے کی تھی۔۔ یہ دیکھو۔“ عمران نے کاغذ پر لکھنا شروع کیا۔

ا	ب	پ	ت	ٹ	ث	ج	چ	ح	خ	د	ڈ	ذ	ر	ڑ	ز	س	ش
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸

ص	ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ق	ک	گ	ل	م	ن	و	ہ	ی
۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱

پھر اس نے کاغذ تھریسیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: ”چونکہ پیغام نشر کرنے والا انگریزی زبان میں نشر کر رہا ہے اس لیے ڈی کوڈ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔“

تھریسیا چند لمحے کاغذ پر نظر جمائے رہی۔ پھر خوش ہو کر بولی۔ ”میں سمجھ گئی بالکل سمجھ گئی اگر تمہارا نام لینا ہو تو کہیں گے بایاں بارہ، بایاں پانچ، دایاں چودہ، دایاں ایک، بایاں چار۔۔۔“

”ٹھیک۔۔۔ بالکل ٹھیک۔۔۔!“ عمران بولا۔

اور پھر ایک بلند آہنگ چہکار کمرے کی محدود فضا میں گونجی۔

عمران منہ بسور کر اپنا بایاں گال سہلا رہا تھا۔

تھریسیا پہلے تو ہنسی اور پھر جھنجھلا گئی۔

”تم اتنے گدھے کیوں ہو؟“ اس نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

"دو لڑکیوں نے بنا دیا ہے۔!"

"سچ بتاؤ تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"

"دکھ بھری داستان ہے!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا "ہماری طرف کی لڑکیاں فلمی ہیروئنوں کی نقالی کر کے اپنے اوپر تصنع طاری کرتی ہیں اور بے حد شائستہ اور مضحک نظر آتی ہیں لیکن جہاں غصہ آیا تصنع رخصت پھر ایسے کان پھاڑ نعرے لگاتی ہیں کہ شیطان کے کان بھی بہرے ہو جاتے ہیں۔!"

"غصہ بہت بُری چیز ہے کون کتنے پانی میں ہے یہ دیکھنا ہو تو اُسے غصہ دلادو۔!"

"دلاؤں غصہ۔!" عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"نہیں۔۔۔ فی الحال اُسے ویم ہاکر کے لئے محفوظ رہنے دو۔" تھریسیا نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی "میں نے تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔!"

"اس دوستی کی مدت کتنی ہوگی۔!"

"مدت . . تم کہو تو . . ."

"کہو . رک کیوں گئیں۔!"

"کچھ نہیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اپنے ملک میں قدم رکھتے ہی تم میرے دوست نہیں رہو گے۔!"

"بالکل۔!"

تھریسیا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی "فی الحال اپنے آدمیوں میں سے کسی پر اعتماد نہیں کر سکتی۔!"

"مجھ پر کیوں کر سکتی ہو۔!"

"بس کر سکتی ہوں۔ بحث نہ کرو۔ اٹھو۔!"

عمران کرسی سے اٹھ گیا۔ دونوں کمرے سے نکل کر بیرونی برآمدے میں آئے۔ باہر گہرا اندھیرا تھا۔

وہ ایک جانب چل پڑی عمران اس کے پیچھے تھا۔

تھریسیا کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ تقریباً ڈیڑھ فرلانگ چلنے کے بعد وہ جنگل میں داخل ہوئے۔ صرف ایک فٹ چوڑی شفاف پگڈنڈی ان کا راستہ تھی۔ اس پگڈنڈی کا اختتام دائرے کی شکل میں صاف کی ہوئی تھوڑی سی جگہ پر ہوا۔ یہاں ایک بہت بڑی گیند نظر آئی جو زمین پر ٹکی ہوئی تھی۔ اس کا قطر کم از کم بیس فٹ ضرور رہا ہوگا۔

"نے گلاز۔!" عمران ہنس پڑا۔

"کیوں۔ بھولی بسری یادیں آ رہی ہیں۔!" تھریسیا نے پوچھا۔

"بے چاری شی۔" جب سے ختم ہوئے آئی ہوئی ایک لڑکی سے جتنا پیار تھا اتنا کیل نگاز بھی اس میں موجود ہوں گے۔ ورنہ تمہاری زبان کیسے بھی جا سکے گی۔!"

"ڈاکٹر داور پر اب بھی ہماری نظر ہے۔!" تھریسیا بولی۔

"دیکھا جائے گا۔ ہاں تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو۔!"

"کچھ دیر فضا ہی کی سیر سہی۔!" تھریسیا نے گلاز کا دروازہ کھولتی ہوئی بولی۔ "اندر چلو۔!"

"تم مجھے کہیں بھی لے جاؤ . . اپنا پابند نہ رکھ سکو گی۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور اس گولے میں داخل ہو گیا۔

اندر خاصی گنجائش تھی۔ چاروں طرف گولائی میں آرام دہ نشستیں تھیں اور درمیان میں تھوڑی سی جگہ پر کنٹرول کے آلات تھے۔ دروازہ بند ہوتے ہی اندر روشنی ہوئی تھی۔ ہلکی نیلی روشنی جس سے ٹھنڈک کا احساس ہوتا تھا۔

"بیٹھ جاؤ . . ہمیں تین بجے تک نے گلاز ہی میں رہنا ہے۔!" تھریسیا بولی۔

"تو پھر میں سو جاؤں۔!"

"جیسا دل چاہے۔!"

"اور میرے خاندان والوں کا کیا ہوا ہوگا۔!"

"اب تک وہ بھی مکان خالی کر چکے ہوں گے۔ تم ان کی فکر نہ کرو۔ مگر وہ بوڑھی عورت اتنی ہی پسند آئی ہے تو دوبارہ بھی مہیا ہو سکتی ہے!"

"اس زندگی میں تو ممکن نہیں۔!"

"کیا تم واقعی سونا چاہتے ہو۔!"

"بہت کم سونا نصیب ہوتا ہے اب تو فرصت ہی فرصت ہے کیوں نہ موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔!"

تھریسیا اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں منہ چلانے لگا اور تھریسیا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی پھر اس نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

عمران طویل انگڑائی لے کر وہیں لیٹ گیا جہاں بیٹھا ہوا تھا۔

تھریسیا کنٹرول کی طرف متوجہ ہو گئی!

عمران نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔!

"تم خود کو اس قدر لاپرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو!" تھریسیا نے اونچی آواز میں کہا۔

"سویا ہوا آدمی جواب نہیں دے سکتا اس لیے مجبوری ہے!" عمران آنکھیں کھولے بغیر بولا۔

اور پھر وہ سچ مچ سو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے نے گراز کے اوپر اٹھنے کی وجہ سے اس کے ذہن پر غنودگی طاری ہو گئی ہو۔!

اور پھر اسے تھریسیا ہی نے جھنجھوڑ کر اٹھایا۔

"اٹھو... اٹھو.. پونے تین بجے ہیں۔ کھیل شروع ہونے والا ہے!"

"ٹکٹ مل گیا۔!" عمران نے بوکھلا کر پوچھا پھر آنکھیں مل کر بولا "لاحول ولا قوۃ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ ایک روپے والی کھڑکی پر لائن میں لگا ہوا ہوں۔!"

"ادھر آؤ۔!" تھریسیا وسط میں کنٹرولوں کے پاس پہنچ کر بولی۔

عمران آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور اس کے قریب جا کھڑا ہوا تھریسیا نے ایک روشن اسکرین کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ دیکھو۔!"

اسکرین پر کچھ دھبے دکھائی دیے اور عمران نے کہا "کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ہم دس ہزار فٹ کی بلندی پر ہیں۔ نے گراز فضا میں معلق ہے!"

"مطلب یہ کہ ہم فضا میں رک گئے ہیں۔!"

"بالکل۔ نے گراز گھنٹوں اسی طرح ایک جگہ معلق رہ سکتا ہے۔ اسکرین پر جو دھبے تم دیکھ رہے ہو یہ اسی بستی کے مکانات ہیں جہاں تم شام کو تھے!"

عمران خاموشی سے نظریں اسکرین پر جمائے رہا۔ کبھی کبھی گھڑی بھی دیکھ لیتا تھا۔

ٹھیک تین بجے اسکرین پر تین مزید دھبے نظر آئے۔ یہ متحرک تھے! پھر یہ متحرک دھبے روشنی کے جھماکوں میں تبدیل ہونے لگے۔

"وہ تین جہاز بستی پر بمباری کر رہے ہیں!" تھریسیا نے کہا اور ہنس پڑی!

"تو تم اس طرح بستی کی تباہی کا منظر دیکھتی رہو گی۔!"

"اب وہ ہمارے لیے بیکار ہو چکی ہے۔ انہیں کچھ دیر خوش ہو لینے دو۔!"

متحرک دھبے چند منٹ بعد قطار میں ایک طرف حرکت کرنے لگے!

"یہ دیکھو.. یہ گیا۔!" تھریسیا نے کنٹرول کے ایک بٹن پر انگلی رکھتے ہوئے

کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک متحرک دھبہ روشنی کے جھماکے میں تبدیل ہو کر غائب ہو گیا۔!

بقیہ دو دھبے ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر حرکت کرتے رہے!

تھریسیا بولی۔ "اب ان کا بھی حال دیکھو!"

اور پھر وہ دونوں متحرک دھبے بھی یکے بعد دیگرے روشنی کے جھماکوں میں تبدیل ہو کر اسکرین پر سے غائب ہو گئے!

اب اسکرین بالکل سادہ پڑا تھا!

"اب—!" عمران تھریسیا کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اب... اب کچھ بھی نہیں... ہم دوسری جگہ چلیں گے۔!"

"وہ جگہ میرے مکان سے قریب ہی ہونی چاہیے۔ ورنہ مجھ پر اختلاج قلب کا دورہ پڑ جائے گا۔؟"

"لے گراز حرکت میں آ گیا۔!"

"ہو سکتا ہے اب وہ کوڈ میں تبدیلی کر دے!" تھریسیا بڑبڑائی۔

"آخر کب سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔!"

"پچھلے ایک سال سے۔!"

"اب تک وہ تمہیں ہی نقصان پہنچاتا رہا ہے!"

"ہاں... کم از کم اس کے پچھتر فیصد حملے کامیاب ہوئے ہیں!"

"اور پچیس فی صد محض اتفاقاً کامیاب نہیں ہو سکے۔!"

"ہاں! اتفاق ہی کہہ لو۔!"

"تب تو اسے سوچنا پڑے گا۔!"

"ایک بجے جب تم سو رہے تھے اُسے اور بھی نقصان پہنچا چکی ہوں!"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ دوسرا پیغام۔ بلیک کراننگ والا یاد ہے۔"

"اوہ—ہاں... !"

"بس بلیک کراننگ پر میں نے اس کا جہاز تباہ کر دیا جو ہمارے مال پر ہاتھ ڈالنے والا تھا۔!"

"مال کیا ہے؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تھریسیا کچھ نہ بولی۔ عمران اسے جواب طلب نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

جب وہ کچھ نہ بولی تو عمران نے بھی اس موضوع کو نظرانداز کر کے کہا۔ "یہ تمہارا لے گراز اُوپر اُٹھ رہا ہے... یا کسی سمت جا رہا ہے!"

"شمال مشرق میں پرواز کر رہا ہے اور رفتار پانچ سو میل فی گھنٹہ ہے!"

"مگر ہم جا کہاں رہے ہیں۔!"

"شوگر بینک۔!" تھریسیا کا جواب تھا اور پھر اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔!"

سب سے پہلے صفدر کو ہوش آیا۔ اس کے دوسرے ساتھی ابھی لمبے لمبے لیٹے ہوئے تھے۔!

لیکن... وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ نہ مشعلوں کی روشنی تھی۔ نہ سر چکرا دینے والی خوشبوئیں... اور نہ وہ غار ہی تھا۔!

چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی... اور سر پر کھلا ہوا آسمان!

وہ ایک سرسبز وادی تھی۔ چاروں جانب حدِ نظر تک اونچے اونچے سرسبز پہاڑ نظر آتے تھے۔!

صفدر کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر اپنے ساتھیوں کو جگانے کی کوشش کی۔!

وہ بالکل اسی طرح جاگے تھے جیسے سوتے ہی سے ہوں... خود صفدر بھی ایسی ہی تازگی محسوس کر رہا تھا جیسے مناسب عرصے تک گہری نیند لینے کے بعد بیدار ہوا ہو۔!

"مہمان —!" جوزف بآوازِ بلند جماہی لے کر بولا "ہم کہاں ہیں؟"

کوئی کچھ نہ بولا — سب ہی متحیرانہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے!

"لیکن — راحیل — راحیل کہاں ہے؟" کسی نے کہا۔

اور وہ سب ہی بجانت بجانت کی بولیاں بولنے لگے۔ اس کا پہلے ہی [illegible] آیا اور سب ایک دوسرے پر الزام رکھنے لگے!

"اور یہ سب غیر ضروری ہے!" صفدر بولا۔

"جی —!" تنویر نے نتھنے پھلاتے "یہ سب کچھ آپ کے جگری دوست کے سبب ہوا ہے —!"

"تنویر پلیز — اب اس سے کوئی فائدہ نہیں" صفدر نے کہا — "فی الحال یہ سوچو کہ کہاں گئے کیا کیونکہ ہمارا سامان کہیں بھی نظر نہیں آتا!"

"سامان —!" خاور اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر آس پاس سامان کی تلاش شروع ہو گئی! جوزف سب سے الگ تھلگ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے صرف اس پر ہی نہیں، اس کے پورے خاندان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں۔ صدیقی جو اس کے قریب سے گذر رہا تھا۔ اس کا شانہ پکڑ کر بولا "تمہیں کیا ہوا ہے —!"

"کچھ نہیں —!" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ڈر لگ رہا ہے —!"

"نہیں —!" جوزف چیخ کر کھڑا ہو گیا۔

"تو پھر دماغ خراب ہو گیا ہو گا —!" صدیقی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا —!

"آہ... آہ... میں پاگل ہو جاؤں گا۔ ایک بوتل تھی میری جیب میں وہ بھی غائب ہو گئی —!"

"اچھی بات ہے... ہو جاؤ پاگل —!" صدیقی نے مڑے بغیر کہا اور ادھر ادھر پتھروں کی اوٹ میں سامان کی تلاش جاری رکھی —!

دور تک ڈھونڈھ آئے لیکن کہیں بھی کوئی چیز نہ ملی کسی سراغ کا کہیں پتہ نہ تھا۔!

صفدر اُن سے کہہ رہا تھا "غصے میں خواہ مخواہ انرجی برباد نہ کرو۔ اگر کسی دشواری میں پڑ گئے ہیں تو ہمیں اپنے اوسان بحال رکھنے چاہئیں!"

"جوزف ہاتھ سے جانے ہی والا ہے!" خاور نے کہا۔ "اسکی بوتل بھی غائب ہے۔" کوئی کچھ نہ بولا۔ سب کی اُچٹتی سی نظریں جوزف پر پڑی تھیں اور وہ سب پھر اُسی اُدھیڑبُن میں پڑ گئے تھے کہ وہ کہاں پھنس گئے ہیں، اور اب کیا ہوگا۔!

"مجھ سے پوچھو۔" صفدر بولا۔ "میں ایک بار اور بھی ایسے حالات سے دوچار ہو چکا ہوں۔۔۔" وہ کچھ دیر رُکا اور پھر کہنے لگا۔

"وہ عورت ایوا گرین یقینی طور پر تھریسیا تھی۔ عمران نے بندر کے توسط سے اس سے جو گفتگو کی تھی، اور جس انداز میں کی تھی اُسی سے میں تھریسیا ہی کے خدشے میں مبتلا ہو گیا تھا۔!"

"تو اب کیا کیا جائے۔" تنویر پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"ٹھہرو۔" دفعتاً صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اور پھر اسی ہاتھ کو پیشانی کے قریب لے جا کر اس طرح آنکھیں سکوڑیں جیسے بہت دور کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔!

"کیوں کیا ہے؟" نعمانی نے پوچھا۔

"وہ دیکھو۔۔۔ وہ چمک۔۔۔!"

"کہاں۔۔؟" وہ اس کے قریب ہوتا ہوا بولا۔

بہت دور ایسی ہی چمک تھی جیسے سورج کی شعاعیں کسی چمکدار دھات پر پڑ رہی ہوں۔!"

"وہ کیا ہو سکتا ہے۔" نعمانی بڑبڑایا۔

دوسروں نے بھی اُسے دیکھا۔۔۔ اور یہ طے کیا کہ نہیں اُدھر ہی چلنا چاہیے۔ لیکن جوزف اڑ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا اگر وہ اس شیطانی چکر میں پڑ کر وقت نہیں برباد کرنا چاہتا اسی جگہ بیٹھ کر عبادت کرے گا۔

"چھوڑو اسے۔" تنویر جھنجھلا کر بولا۔

اور وہ جوزف کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے! راستہ بنانے میں انہیں کوئی دشواری پیش نہ آئی کیونکہ زمین قریب قریب سپاٹ تھی۔ کہیں کہیں چٹانوں کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی نظر آتے تھے۔!

"یہ سوچے بغیر کہ فاصلہ کتنا ہے ہم چل پڑے ہیں۔!" صدیقی بولا۔

"وہیں بیٹھے رہ کر بھی کیا کرتے۔" صفدر نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر بولا "اب وہ بھی آرہا ہے لڑکھڑاتا ہوا۔ اسے ساتھ لا کر غلطی ہی کی۔!"

اُن سب نے مڑ کر دیکھا اور اپنے اپنے انداز میں اظہار خیال کر کے پھر چل پڑے! جوزف اُن سے ذرا فاصلے پر لڑکھڑاتا ہوا چلا آرہا تھا۔!

"ارے!" دفعتاً صفدر کی زبان سے نکلا۔ "وہ چمکدار چیز اوپر اٹھ رہی ہے۔"

اور پھر ان سبھوں نے چمکدار گول سی شے دیکھی جو آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہو رہی تھی۔!

صفدر سب سے آگے تھا اس نے دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر ان لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکا۔۔ کیونکہ پرواز کرنے والی وہ چمکدار شے سیدھی انہیں کی طرف چلی آرہی تھی اور آہستہ آہستہ اُس کی اونچائی بھی کم ہوتی جارہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اُن کے سروں سے ٹکراتی ہوئی دوسری طرف نکل جائے گی۔!

وہ بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گئے۔!"

وہ بہت بڑا گولا اُن سے آٹھ دس فٹ کی بلندی سے گذرتا چلا گیا۔

خدا کی پناہ! — ہوا کا کتنا شدید دباؤ ان پر پڑا تھا۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ خس و خاشاک کی طرح اڑ جائیں گے۔!

گولا شاید ایک فرلانگ آگے جا کر زمین پر ٹک گیا تھا۔

"ہوشیار رہو۔!" صفدر غرایا۔

"اتنی دیر سے ہوشیار تو پہلے ہی تھے۔!" تنویر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"فضول باتیں نہ کرو۔!" نعمانی بڑبڑایا۔

"ہمارے پاس رہ کیا گیا ہے۔ جس کے لیے ہوشیار رہنے کی ہدایت مل رہی ہے!" اتنے میں اس گولے میں ایک دریچہ سا نمودار ہوا اور دو آدمی اس پر سے کودے! گولے سے آواز آئی "تم لوگ خاموشی سے خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔!"

دونوں آدمی تیزی سے ان کی طرف بڑھتے آ رہے تھے۔ قریب پہنچنے پر انہوں نے اُن کے ہاتھوں میں عجیب سی بندوقیں دیکھیں جن کا رخ انہیں کی جانب تھا۔

وہ سب اٹھے اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔!

دونوں مسلح آدمیوں نے انہیں اُس گولے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا!

جوزف انہیں خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

لیکن اسے اپنے ساتھیوں کی تقلید کرنی ہی پڑی۔

اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ خالی ہاتھ ہی ان سے ٹکرا جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔!

انہیں اس گولے میں بیٹھنا ہی پڑا۔

کنٹرول سسٹم کے قریب ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا جو ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ چاروں طرف دائرے کی شکل میں نشستیں تھیں۔ وہ ان پر بٹھا دیئے گئے!

جھٹکے سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ گولا فوراً زمین سے اٹھ رہا ہے۔! صفدر نے ان دونوں مسلح آدمیوں کو مخاطب کرنے کی کوشش کی۔ لیکن انہوں نے اس کی طرف دھیان تک نہ دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے دوسرا جھٹکا محسوس کیا! اور ذہنوں پر سناٹا سا چھا گیا تھا۔ وہ گول غبارہ شاید دوبارہ زمین سے لگا تھا۔!

کنٹرول پر کھڑے ہوئے آدمی نے کسی بٹن کو چھیڑا اور غبارے کا دروازہ کھل گیا۔

سب سے پہلے ایک مسلح آدمی نیچے اترا اور بندوق کا رخ دروازے کی طرف کر کے کھڑا ہو گیا... دوسرے نے انہیں نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔!

اور پھر وہ ان کے پیچھے ہی پیچھے اترا تھا...!

یہ عجیب سی جگہ تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ پرواز کرنے والی مشین کسی بہت بڑے کنوئیں میں اتری ہو۔!

"ہر چیز گول ہے۔" جوزف چاروں طرف دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔ پھر منہ اوپر اٹھا کر آسمان دیکھنے کی کوشش کرنے لگا... ! اور آسمان اس گہرائی سے تارا نظر آ رہا تھا۔ انہیں اسی کنوئیں کے ایک دروازے سے گذرنا پڑا۔ مسلح آدمیوں میں سے ایک ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور دوسرا پیچھے چل رہا تھا۔

دروازے سے گذر کر وہ ایک بہت کشادہ سرنگ میں داخل ہوئے۔

اتنی کشادہ تھی یہ سرنگ کہ اس میں ایک جانب ایک خاصی چوڑی سڑک تھی اور دوسری جانب ریل کی پٹڑیاں بچھی ہوئی تھیں اور ان کا سلسلہ اس دروازے تک

چلا گیا تھا جس سے وہ سرنگ میں داخل ہوئے تھے۔۔ سبھوں کے ذہن اسی بری طرح الجھے ہوئے تھے کہ انہیں محسوس ہی نہ ہوسکا کہ وہ کتنی دیر سے پیدل چلتے رہے ہیں! سرنگ میں دن کی سی روشنی تھی۔ دونوں جانب دیواروں میں لاتعداد روشندان تھے جن سے روشنی پھوٹ رہی تھی! پتہ نہیں یہ سچ مچ سورج کی روشنی تھی یا اس کے لیے کوئی مصنوعی طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ دائیں جانب مڑ کر وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جو کسی صندوق سے مشابہ تھی! اور دروازہ بند ہو جانے کے بعد تو سچ مچ ایسا ہی لگا جیسے وہ کسی صندوق میں بند کر دیئے گئے ہیں۔

"کیوں نہ ہم دونوں ان پر ٹوٹ پڑیں؟" خاور نے آہستہ سے صفدر کے کان میں کہا۔

"میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔!" صفدر آہستہ سے بولا۔

خاور نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔ کچھ بولا نہیں!

"اسے یہ لفٹ معلوم ہوتی ہے!" تنویر اچھل پڑا۔

صندوق نما کمرہ اوپر جا رہا تھا اور دونوں مسلح آدمی دروازے کے دونوں طرف کھڑے ہوئے تھے! جوزف منہ اٹھائے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے لفٹ کے رکنے کا جھٹکا محسوس کیا۔!

ان سبھوں کا بھوک کے مارے برا حال تھا کچھ تو ایسی نقاہت محسوس کر رہے تھے! جیسے بستر علالت سے اٹھے ہوں۔!

دروازہ کھلا اور ایک مسلح آدمی ان سے پہلے ہی باہر نکل گیا اور دوسرے نے ان سے باہر چلنے کو کہا۔

جوزف نے بھاڑ سا منہ کھول کر جماہی لی اور اپنی قسمت کو کوسنے لگا۔!

عمران نے محسوس کیا کہ گلائیڈر نیچے اتر رہا ہے! تھریسیا کنٹرول پر کھڑی اسے دیکھے جا رہی تھی۔!

"تمہیں یاد ہے۔" دفعتاً وہ بولی "بیکراں سے واپسی۔ کیا تم لوگ میرے رحم و کرم پر نہیں تھے! میں کس طرح تم لوگوں کی گرفت سے نکل گئی تھی! جب تم لوگ دن بھر کے تھکے ہوئے گہری نیند میں ہوتے تھے کیا تمہارا خاتمہ نہیں کرسکتی تھی!"

"تمہاری سعادتمندی سے خوشی بھی ہوئی تھی کہ تم نے ایسا نہیں کیا تھا!"

"اس وقت بھی اگر چاہوں تو تم نیچے جا پڑو۔!"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ پتلون پیراشوٹ نہیں بن سکتی۔!"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تمہیں مار ڈالنا میرا مشن نہیں ہے!"

"تو پھر کیا چوہے پکڑواؤگی۔!"

"میں چاہتی ہوں کہ تم تھوڑی دیر کے لیے سنجیدہ ہو جاؤ!"

عمران کچھ نہ بولا۔

نے گراؤنڈ زمین پر اتر چکا تھا۔۔ عمران نے جھٹکا سا محسوس کیا۔

تھریسیا سیٹوں سے ہٹ کر اس کے قریب آ بیٹھی۔۔ اس کی آنکھیں کچھ عجیب سی ہو رہی تھیں۔ عمران نے خوفزدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور دوسری طرف کھسک گیا۔!

دفعتاً تھریسیا کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار نمودار ہوئے اور پھر شاید وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔!

”ہم اب کہاں ہیں۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”شوگر جیک پہنچ چکے ہیں۔۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی پُرتفکر لہجے میں بولی۔

”کیسے ٹی سنگر ہوگی مس جیک میں۔“ عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

تھریسیا مسکرائی اور بچے جی کے سے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ”ایک چھوٹی سی ندی کا ایک کنارہ شوگر جیک کہلاتا ہے۔! وہ دراصل ٹنگ کی کسی کان کے قریب سے پھوٹا ہوا چشمہ ہے جو ایک مسطح علاقے میں ندی کی شکل اختیار کر لیتا ہے! اس کا پانی بے حد کھاری تھا۔ بس یہ سمجھ لو کہ قابلِ استعمال نہیں تھا۔ ہم نے کان سے کئی میل دور ہٹ کر زمین کا طبقہ توڑا اور میٹھے پانی کا سوتا پھوٹ پڑا۔۔ بہت اعلیٰ پیمانے پر یہ کام کرنا پڑا تھا۔ سوتے کی دھار اتنی تیز تھی کہ اُس نے اس ندی کے سست رفتار پانی کو پیچھے ہٹا دیا۔ نتیجتاً دونوں پانی یکجا نظر آتے ہیں، اور وہ ایک ہی ندی ہے لیکن ایک کنارے کا پانی کھاری ہے اور دوسرے کنارے کا میٹھا۔۔۔ اسی کنارے کو ہم شوگر جیک کہتے ہیں!“

”لیکن اُسے ستارہ والے پیغامات میں استعمال کی کیا ضرورت تھی؟“ عمران نے پوچھا۔۔۔

”ہاپکنز کو بے بسی کا احساس دلانے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس کا شوگر جیک کے نام پر وہ پیغام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوگا اور پھر سمجھ پانے پر پیچ پریشانیاں نوچتا ہوگا۔۔“

”بس۔۔ اتنی سی بات۔۔۔؟“ عمران بولا۔

”ہاں۔۔ بس۔“

”تم کچھ بھی ہو جاؤ۔۔ لیکن فطرت سے باز آنا ممکن نہیں۔!“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”ساری دنیا کی عورتوں کو جلانے اور کڑھانے میں عالی تمہی کی لذت محسوس ہوتی ہے۔۔ بسا اوقات تو وہ اپنوں کو بھی نہیں بخشتیں۔!“

”تمہیں کس طرح جلایا کڑھایا جا سکتا ہے۔“

”میرے سامنے تیز مرچ کی ڈش کھانا شروع کر دو۔ کافی ہے!“

”خیر ان باتوں کو چھوڑو۔“ وہ سنجیدگی اختیار کرتی ہوئی بولی۔ ”میں تم سے یہ کہہ رہی تھی کہ کسی حال میں تنہا رہ گئی ہوں۔ اپنے آدمیوں میں سے ایک کے علاوہ اور کسی پر اعتماد نہیں کر سکتی۔۔۔ اور وہ آدمی تمہارے ملک میں رہ گیا ہے۔۔ مجھے اس طرح نہ دیکھو۔۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہاں وہ تمہارے ملک کے مفاد کے خلاف کچھ نہیں کر رہا۔۔!“

”پھر پروفیسر گرین کا قتل میری آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔۔“

”اس کا تمہارے ملک سے کوئی تعلق نہیں۔۔!“

”لیکن اس قتل کا ہاتھ نہ جانے میرے ملک کسی دوسرے ملک کو تراپیدہ رہے گا۔۔“

”اس وقت اس قصے کو اٹھا رکھو۔۔ اُسے پھر دیکھیں گے۔“

"تھریسیا ڈوارنگ ہماری طرف صبح کو کھانے پینے کا بھی رواج ہے!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اوہو... ہاں... اچھا ٹھہرو۔!" تھریسیا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اس نے ایک الماری کھول کر کوئی چیز نکالی اور پھر عمران کی طرف پلٹ آئی۔!

"یہ لو... صرف ایک ٹکیہ کافی ہوگی۔ تم محسوس کرو گے کہ تم نے چائے سمیت پورا ناشتہ کیا ہے..." وہ اس کی طرف سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی ٹکیہ بڑھاتی ہوئی بولی۔!"

"یہ تو میں اس ٹکیہ کے بغیر بھی محسوس کر سکتا ہوں۔!"

"کھالو۔ زہر نہیں ہے... ادھر دیکھو... میں بھی کھا رہی ہوں!"

اس نے دوسری ٹکیہ اپنے منہ میں ڈال لی اور اسے کچلتی ہوئی بولی۔

"خلائی سفر میں یہ چیز بڑی کارآمد ثابت ہوگی۔"

"تم مجھے شوگر بینک کیوں لائی ہو۔!"

"ہاکنز کو ختم کرنے میں میری مدد کرو۔ میں اپنے کسی آدمی پر اعتماد نہیں کر سکتی۔!"

"کیا ہاکنز کو ختم کر دینے سے وہ تحریک ختم ہو جائے گی جس کی سربراہی وہ کر رہا ہے۔!"

"اس کے ختم ہونے سے وہ لوگ پھر چپ چاپ ہم سے آملیں گے جو اس کے بہکانے میں آگئے ہیں۔ بہتیرے جو ہماری نظروں میں نہیں ہیں جہاں تہاں روپوش ہو گئے۔!"

"کیا ہاکنز کے علاوہ اور کوئی ان کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔!"

"قطعی نہیں... مجھے یقین ہے...!"

"تھریسیا... ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی!"

"کون سی بات...."

"یہی کہ تم تنہا ہاکنز کو ختم نہیں کر سکتیں!"

"عمران —! حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ تھریسیا بھی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور دوبارہ کنٹرول پر جا کھڑی ہوئی۔ عمران جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔ تھریسیا کنٹرول سے متصل اسکرین پر کچھ دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً بولی۔

"ادھر تو آنا۔!"

"کیا بات ہے؟" عمران اٹھ گیا۔

"یہ دیکھو" اس نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ تمہارے ساتھی معلوم ہوتے ہیں۔!"

عمران نے دیکھا کہ صفدر، تنویر اور جوزف کدالیں چلا رہے ہیں — صدیقی اور خاور ایک بڑے سے پتھر کو اس کی جگہ سے ہٹا دینے کے درپے نظر آرہے ہیں۔!

"کیا ہو رہا ہے؟"

"شاید تمہاری تلاش میں آئے تھے پکڑے گئے!"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں مزدوروں کی بھی ضرورت ہوتی ہے!"

"یہاں کیا کر رہے ہو... تم لوگ۔!"

"جو کچھ بھی کر رہے ہیں، ابھی تک اس میں خسارہ ہی ہوا ہے!"

"اُپکہ کی وجہ سے۔۔!" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تھریسیا کچھ نہ بولی۔ اس نے اسکرین سے متعلق دوسرا سوئچ آن کیا اور منظر بدل گیا۔۔۔ یہ ایک ڈرائنگ روم تھا۔ سامنے مسہری پر ایک آدمی کہنی کے بل نیم دراز تھا اور ایک عورت کسی مشروب کا گلاس اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔

تھریسیا کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں اور اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔۔۔

"یہ آدمی۔۔!" عمران تھریسیا کو گھورتا ہوا بولا۔ "کیا یہ بھی تمہارے ایجنٹوں میں سے ہے۔!"

"نہیں۔۔ کیا تم اسے پہچانتے ہو۔!"

"کیوں نہیں۔۔ وہ بندہ اسی کے توسط سے تو مجھ تک پہنچا تھا۔"

"اوہ۔۔!"

"تم غصے میں معلوم ہوتی ہو۔!"

"ہاں۔۔!"

عمران نے پھر کچھ نہ پوچھا۔۔ جیبوں میں چیونگم کے پیکٹ تلاش کرنے لگا۔

"اچھا۔۔" تھریسیا بولی۔ "اب ہمیں اترنا چاہئے۔!"

عمران اٹھ گیا۔ باہر نکل کر اسے محسوس ہوا جیسے یہ وہی جگہ ہے جہاں سے اڑے تھے۔ دائرے کی شکل میں جنگل کا تھوڑا سا حصہ صاف کیا گیا تھا۔

"کیا ہم یہیں جہاں سے چلے تھے!" عمران نے تھریسیا سے پوچھا

"نہیں یہ دوسرا اسٹیشن ہے۔! آؤ" تھریسیا ایک طرف بڑھتی ہوئی بولی

عمران اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک پتلی سی پگڈنڈی پر ہو لیا۔

دونوں طرف گھنی اور قد آدم سے بھی اونچی جھاڑیاں تھیں۔!

"ذرا ہوشیاری سے۔" تھریسیا مڑے بغیر بولی۔ "یہاں سانپ کثرت سے ہیں۔!"

"بین تو میں گھر ہی بھول آیا ہوں۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

دو ڈھائی فرلانگ چلنے کے بعد وہ ایک بڑے سے جھونپڑے تک پہنچے ایک مفلوک الحال سے آدمی نے اُن کا استقبال کیا۔ یہ بھی غیر ملکی ہی تھا۔

"گھوڑے۔!" تھریسیا نے اس سے کہا۔

وہ جھونپڑے کے اندر چلا گیا۔۔ واپسی پر اس نے دو گھوڑوں کی لگامیں تھام رکھی تھیں۔!

"جانی۔ یہاں کہیں چیونگم بھی مل سکے گی۔" عمران نے اس سے پوچھا اور وہ سوالیہ انداز میں تھریسیا کی طرف دیکھنے لگا۔

"فضول باتیں نہ کرو۔" تھریسیا نے عمران سے اردو میں کہا اور گھوڑوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ عمران سر کھجانے لگا تھا۔

سفر کی دوسری قسط گھوڑوں پر شروع ہوئی!

راستہ دشوار گذار تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس گھنے جنگل میں وہ راستہ حال ہی میں بنایا گیا ہو! اس میں اتنی کشادگی تھی کہ دو گھوڑے برابر سے چل سکتے تھے۔!

"کیا تم مجھے میٹھا پانی پلانے لے جا رہی ہو۔!" عمران بولا۔

"نہیں فی الحال میں اس عورت کو سزا دینا چاہتی ہوں۔۔!"

"کس عورت کو۔!"

"جسے ابھی تم نے گراف میں دیکھا تھا۔!"

"اوہ — لیکن کیوں —؟"

"اس نے ایک قیدی کو مزدوری پر لگانے کی بجائے ذاتی آمدنی کا ذریعہ بنایا ہے —!"

"یہ واقعی بڑی بری بات ہے —!" عمران بولا۔ "میرے ساتھی تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں اور وہ نامعقول — استغفراللہ —!"

"تمہارے ساتھیوں کو وہی اس سمت دھکیل لایا ہوگا جہاں اُسے بند لا تھا۔"

"آخر یہاں ہو کیا رہا ہے؟ تم بتاتی کیوں نہیں —!"

"یہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس کے لیے انہیں مزدوروں کی ضرورت ہے اور ہم مختلف طریقے اختیار کر کے مزدور حاصل کرتے ہیں —!"

"اگر تم مجھے یہاں اس لیے لائی ہو کہ میں کسی معاملے میں تمہاری مدد کروں تو میرے ساتھی بھی کسی ایسے کام پر نہیں لگائے جا سکتے جو ان کے شایانِ شان نہ ہو . . . !"

"سب ٹھیک ہو جائے گا تم مطمئن رہو —!"

عمران نے محسوس کیا کہ گھوڑوں کی ٹاپیں زمین پر بے آواز پڑ رہی تھیں۔

"سائیلنسر لگے ہوئے ہیں ان گھوڑوں میں؟" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"یہاں قدم قدم پر خطرات ہیں — اس لیے ان کے سموں پر نمدے کے غلاف چڑھا دیے گئے ہیں —!"

"ہائیں خطرے —!"

"ہاں — کہیں بھی اس کے آدمیوں سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے —!"

"اور تم اس سے خائف نہیں ہو!"

"گھوڑے مر جائیں گے، تم مر جاؤ گے — لیکن میں زندہ رہوں گی —!"

"کیا تم میرے بغیر پیدل چل سکو گی —!" عمران نے بڑے دردناک انداز میں پوچھا . . .

تھریسیا اُسے حیرت سے دیکھنے لگی پھر ہنس پڑی۔

"منزلِ مقصود پر پہنچ کر میں تمہیں بھی اہمیت دوں گی —!"

"نروان ہی کی تلاش میں تو یہ دربدری ہے!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن کچھ تو . . . کہ وقتِ ضرورت اپنا بچاؤ کر سکوں ورنہ اگر بروزِ قیامت گھوڑوں کے ساتھ اٹھایا گیا تو میرے والد صاحب کو بڑی خوشی ہوگی۔"

"کچھ بھی نہیں عمران — منزلِ مقصود پر پہنچے بغیر میں کچھ بھی کر سکوں گی —!"

"تب تو میں کھینچتا ہوں لگام —!" عمران نے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے کہا اور گھوڑا رک گیا۔

"دیکھو! یہاں میں کچھ بھی نہیں کر سکتی!"

"میرے پاس تو ایک ریوالور بھی نہیں ہے!"

"ریوالور . . . !" تھریسیا نے مضحکانہ انداز میں کہا اور ہنس پڑی . . . پھر جین کی جیب سے ایک چھوٹا سا چپٹا اور چمکدار پستول نکال کر عمران کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ "یہ دیکھو! یہ ہمارا بہت معمولی سا حربہ ہے —!"

عمران اُسے گھورتا رہا . . . اور کچھ دیر بعد بولا۔ "ترکیبِ استعمال؟"

"وہ . . . اس درخت کے تنے کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دو —!" تھریسیا نے کافی دور کے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا۔

"اس سے کیا ہوگا۔؟" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"خود ہی دیکھ لوگے۔!"

جیسے ہی عمران نے ہدایت پر عمل کیا درخت کا تنا اسی جگہ سے ٹوٹ کر جہاں کاٹ نہ بنایا گیا تھا دوسری طرف ڈھلکتا چلا گیا۔ بجلی سی گرج کی آواز بھی فضا میں گونجی تھی . . . . اور یہ گرج بادلوں کی گرج سے مشابہ تھی!۔

"سبحان اللہ۔ کیا کھلونا ہے!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"مذاق اڑا رہے ہو۔!"

"خود تو لے گرانہ! باقی پھر رہی ہو اور مجھ سے مذاق اڑانے کا حق بھی چھین لینا چاہتی ہو۔!"

"چلو۔ اب مجھ پر فائر کرو۔!" تھریسیا نے اپنی پشت پر پڑا ہوا خول سر پر چڑھاتے ہوئے کہا۔

یہ خول گردن کے قریب جیکٹ سے جا ملا تھا۔ اس میں آنکھوں کی جگہ دو شیشے لگے ہوئے تھے! عمران نے پستول کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "ایک ہی فائر کا مسالہ رہا ہوگا اس میں۔!"

"ایک بار پھر کسی درخت پر فائر کر کے دیکھ لو۔!" تھریسیا کی آواز آئی۔ "لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ گرا ہوا درخت ہماری راہ میں حائل نہ ہو سکے۔"

عمران نے ایک درخت کا نشانہ لے کر پھر فائر کیا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا!

اور پھر اس نے پستول کا رخ تھریسیا کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔

تھریسیا ہل کر رہ گئی! عمران کو ایسا لگا تھا جیسے وہ گھوڑے کی پشت سے گرتے گرتے سنبھل گئی ہو . . . .

"بس۔!" وہ ہنس کر بولی۔ "مجھ پر اس سے زیادہ اثر نہیں ہوگا!"

عمران احمقانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اب اپنی بھی ترکیب استعمال بتاؤ۔!"

"چلو۔ آگے بڑھو۔" وہ اپنے گھوڑے کو ایڑ سی لگاتی ہوئی بولی۔

سفر پھر شروع ہو گیا۔ تھریسیا کہتی جا رہی تھی! "میرا یہ لباس خاص قسم کے ریشوں سے تیار کیا گیا ہے۔ . . اس پر اس حربے کا اثر نہیں ہو سکتا۔!"

"تم لوگ بیسویں صدی میں بھی طلسمات کی فضا قائم کئے ہوئے ہو!" عمران بولا۔

"تم نے ہر میدان میں ترقی کی ہے عمران۔ کیا تمہیں وہ چغد یاد نہیں جو کیمیات سے متعلق لٹریچر سے دلچسپی رکھتا تھا۔"

"اوہو۔ وہی! یاد نہ ہوگا۔!"

"ایک آپریشن نے اُسے اس قابل بنایا تھا اور وہ دن بھی دور نہیں جب ہم بندروں کو قوت گویائی بھی عطا کر دیں گے۔!"

"فلمی گیت گاتے پھریں گے گلی کوچوں میں اور مجھے خودکشی کرنی پڑے گی۔!"

"چلتے رہو۔ باتیں نہ بناؤ۔ کیا تم پیچھے رہ جانا چاہتے ہو۔ میں پھر متنبہ کرتی ہوں کہ میرے بغیر تم ساری زندگی یہیں بھٹکتے رہ جاؤ گے۔"

"میں احمق ضرور ہوں . . . لیکن پاگل نہیں . . . اطمینان سے چلتی رہو۔"

"ہاں . . کیا تمہارا یہ کھلونا واپس کردوں . . !"

"نہیں . . اپنے ہی پاس رکھو . . . !"

گھوڑے اب خاصی تیز رفتاری پر آمادہ نظر آرہے تھے! ایسا لگتا تھا، جیسے انہیں منزل مقصود کا خود ہی علم ہو۔

تھریسیا کا گھوڑا آگے تھا اور عمران کا گھوڑا اس سے چند قدم پیچھے چل رہا تھا . .

دفعتاً ایک تیز ترکی سیٹی سے پورا جنگل گونجنے لگا۔

گھوڑے بدک گئے . . !

"اترو . . گھوڑے سے کود جاؤ . . !" تھریسیا ہاتھ ہلا کر چیخی!

عمران پہلے ہی سے پابہ رکاب ہو چکا تھا۔ گھوڑے سے کود کر تھریسیا کی طرف جھپٹا۔ وہ گھوڑے سے اتر چکی تھی۔ اس نے عمران کا ہاتھ پکڑا اور گھنے جنگل میں گھس پڑی۔

عمران خاموشی سے اس کے ساتھ دوڑتا رہا۔ سیٹی کی آواز کان پھاڑے دے رہی تھی۔ تھریسیا اس کا ہاتھ پکڑے بڑی پھرتی سے گھنی جھاڑیوں کے درمیان راستہ بناتی دوڑی جا رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی گلہری اپنے جانے پہچانے راستوں پر پھدکتی پھر رہی ہو! بالآخر اس نے عمران سمیت ایک گڑھے میں چھلانگ لگائی!

"ہائے . . . !" عمران داہنے پیر کے بل گر کر کراہا۔ "تیرے ولینڈ میں بیوہ یا شوہر کہلاتی ہوں گی . . !"

ٹھیک اسی وقت اس نے محسوس کیا جیسے وہ سیٹی گرجتی ہوئی ان کے سروں پر سے گذر گئی ہو!

"اس آفت کا نام شریف . . !" عمران نے تھریسیا کا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"جاسوسی طیارہ . . !" تھریسیا ہانپتی ہوئی بولی اور اس نے چہرے سے خول ہٹا دیا . . .

"ہر چیز نئی ہے . . . ارے جاسوس طیارے کو تو بالکل بے آواز ہونا چاہئیے . . ."

"یہ ہماری حیرت انگیز ایجاد ہے . . . ایکو ریڈار . . . اس آواز کی لہریں جس چیز سے ٹکراتی ہیں اُسے طیارے میں لگے ہوئے ایک اسکرین پر منعکس کر دیتی ہیں . . !"

"تو ہم دونوں پیش ہو چکے ہوں گے . . !"

"یقیناً . . اوہ . . . آواز بند ہو گئی . . تم دیکھ لینا آتے ہیں ہیلی کوپٹر . . مجھے دو . . . !"

"ان صاحب سے میری واقفیت نہیں ہے . . !"

"یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔" تھریسیا جھلا کر بولی "پستول . . ."

اور پھر اُس نے اپنا چہرہ دوبارہ خول سے ڈھک لیا۔

"تھریسیا ڈارلنگ . . . اسے میرے ہی پاس رہنے دو . . تم اس کی وجہ سے محفوظ رہو گی۔ لیکن مجھے تو اس وقت قلندر شاہ کا تعویذ بھی میسر نہیں جو دافع بلیات ہو . . !"

"اچھا خاموش رہو . . !" تھریسیا نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔ وہ شاید کسی آواز کی طرف کان لگائے بیٹھی تھی . . !

اب جنگل پر ایسا سناٹا طاری تھا جیسے صدیوں سے اُس نے کسی

کے پیروں کی چاپ تک نہ سنی ہو۔

وہ ایک گڑھے میں گری تھی جس کی گہرائی سات آٹھ فٹ ضرور رہی ہوگی اور یہاں کی مٹی سخت نہیں تھی ورنہ کم از کم عمران کے تو ضرور چوٹیں آئی ہوتیں کیونکہ وہ تھریسیا کے اشارے سے بے خبر ہی تھا۔ وہ جس طرح گرے تھے اسی پوزیشن میں پڑے رہے۔

"طیارہ انہوں نے کہیں آس پاس ہی اتارا ہے!" تھریسیا آہستہ سے بولی۔

"چلو — ادھر چل کر —؟"

"ہو سکتا ہے — یہ طیارہ ہمارا ہی ہو —!"

"تب تو اسے سر پہ اٹھائے اٹھائے پھریں گے —!"

دفعتاً اوپر سے گرجدار آواز سنائی دی۔ "جیسے ہو اسی حالت میں رہو —!"

عمران نے سر اٹھا کر دیکھا۔ . . گڑھے کے کنارے تھریسیا ہی کے سے لباس میں کوئی کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ویسا ہی چمکدار پستول نظر آیا۔

"کون ہو —؟" اوپر سے پوچھا گیا۔

"تھریسیا . . . بمبل بی —!" تھریسیا نے جواب دیا۔ لیکن اس کی آواز عمران کو حیرت انگیز طور پر مردانہ لگی تھی۔ کسی چڑچڑے اور جھنجھلاتے آدمی کی سی۔

"دوسرا کون ہے —؟"

"گرے ہوئے آدمی کے بارے میں پوچھنے کا تمہیں حق نہیں پہنچتا!"

"ٹھیک ہے . . . اوپر آؤ —!"

تھریسیا دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے سیدھی کھڑی ہو گئی! اور اسی دوران میں عمران نے اپنے ایکٹروگس کا ٹریگر دبا کر اندازے سے اوپر کھڑے ہوئے آدمی کے ایکٹروگس کا نشانہ لیا تھا۔ ایکٹروگس اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلتا چلا گیا . . .

ایکٹروگس پر لگنے والا جھٹکا اتنا ہی شدید تھا کہ وہ توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بنا پر منہ کے بل گڑھے میں آ گرا۔

تھریسیا بھوکی شیرنی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑی۔

اس کا ایکٹروگس بھی غار میں گرا۔ عمران اندازہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ کتنی اونچائی تک گیا ہوگا . . .

تھریسیا کی کراہ سن کر وہ چونکا۔ نہ صرف چونکا بلکہ حملہ آور پر چھلانگ لگا دی کیونکہ اس نے تھریسیا کو اچھال دیا تھا اور گڑھے کی ایک سائڈ سے ٹکرا کر کراہ اٹھی تھی —!

حملہ آور کمزور نہیں تھا عمران کو پہلے ہی ہلے میں اس کا احساس ہو گیا! تھریسیا اب بھی اسی جگہ کھڑی تھی جہاں گری تھی —!

عمران نے اپنے حریف کو اٹھنگے میں لے کر دھوبی پاٹ مارا اور وہ کسی وزنی شہتیر کی طرح دھم سے زمین پر چلا آیا —!

وہ بڑی پھرتی سے اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔

"ٹھہرو . . . " تھریسیا اپنی اصلی آواز میں بولی "یہ گلاسٹ گمر ہے" اور وہ اس کے قریب آئی۔ حریف اب بھی اٹھ بیٹھنے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا لیکن عمران نے اُسے کسی اکٹوپس ہی کی طرح جکڑ لیا تھا —!

تھریسیا نے جھک کر اُس کے چہرے سے سوٹ ہٹا دیا۔

"اوہ — بلیک کارا! ارے تو... !" اُس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تت... تم کون ہو—؟" حریف بھرائی ہوئی آواز میں ہکلایا۔

"تمہاری موت... !"

"اوہ... ایرا—!" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

"ایکسٹو کہاں ہے—؟"

"ایرا — ایرا... مادام... میں نہیں جانتا... یقین کرو—!"

"گلا گھونٹ دو اس کا—!"

"مم — مادام... خر... خرخر... نہیں... خپ... !"

وہ ساکت ہو گیا۔ عمران نے اپنے ہاتھوں کو آخری جھٹکا دیا اور اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔

"یہ ہماری ہی جسامت کا آدمی ہے!" تھریسیا بولی "اس کا لباس اُتار کر پہن لو—!"

"تم اُدھر منہ کر کے کھڑی ہو جاؤ—!" عمران نے جیسے بچکانہ انداز میں کہا۔

"میں کہتی ہوں وقت ضائع نہ کرو—" وہ جھنجھلا گئی—!

"ممی اور ڈیڈی کو معلوم ہو گیا تو میری چمڑی اُدھیڑ دیں گے" عمران منہ بسور کر بولا اور پھر دو منٹ کے اندر ہی اندر اس کا لباس تبدیل ہو گیا۔

"اب تم تھری بگسٹی ایٹ ہو — تھریسیا کے معتمد خاص" تھریسیا بولی۔

عمران نے مرنے والے کا ایئروکس اٹھا لیا۔ جو عجیب سی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا—!

"یہ بیکار ہو چکا ہے—!" تھریسیا بولی "میں ایک دو منٹ سمجھانے کی مہلت دوں گی... اسے یہیں پڑا رہنے دو اور میرا ایئروکس مجھے دو!"

پھر وہ کسی سوچ میں پڑ گئی!

"کیا سوچ رہی ہو—؟" عمران بولا۔

"پتہ نہیں انہوں نے طیارہ کہاں اتارا ہو... اچھا تم اپنا اتارا ہوا لباس اس لاش کو پہنا کر اوندھا ڈال دو—!"

"ایرا ڈارلنگ کیا کیا کراؤ گی مجھ سے — یہی ایک کام باقی بچا ہے۔"

"جلدی کرو عمران — پلیز—!"

عمران نے دوبارہ پھرتی دکھائی — لیکن کسی لاش کو شریف آدمی بنانے میں خاصی دیر لگتی ہے!

"اب اس گڑھے سے نکلنے کی کوشش کرو—!" تھریسیا نے کہا۔

"سب کچھ میں ہی کروں—!" عمران کراہا۔

تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ گڑھے سے باہر آ گئے!

تھریسیا چند لمحے خاموش کھڑی رہی پھر بولی "طیارے تک پہنچنے کے لیے ہمیں ایکٹنگ کرنی پڑے گی اب تم مردہ آدمی کا رول ادا کرو گے اور میں قیدی عورت کی ایکٹنگ کروں گی... اور اسے میری پشت سے لگا کر کھڑے ہو جاؤ—!"

تھریسیا نے جیب سے ایک سیٹی نکالی اور اُسے تین بار بجا کر پھر جیب میں ڈال لیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑی رہی۔

دوسرے ہی لمحے میں سیٹی کا جواب ملا۔

"چلیں یہیں کھڑے رہو!" تھریسیا آہستہ سے بولی۔

دفعتاً ایک آدمی سامنے والی جھاڑیوں سے برآمد ہوا اس کے جسم پر بھی انہیں کا سا لباس تھا۔ انہیں کی طرح اس کے چہرے پر بھی غلاف تھا۔!

"دوسرا کہاں ہے؟" اس نے قریب آکر پوچھا۔

عمران نے بائیں ہاتھ سے گڑھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے آگے بڑھ کر گڑھے میں جھانکا اور پلٹ کر پوچھا "مر گیا؟"

عمران نے سر کو اثباتی جنبش دی۔!

آنے والا پھر انہیں جھاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ جن سے برآمد ہوا تھا۔ تھریسیا اس کے پیچھے چل رہی تھی اور عمران اس کی کمر سے ایکولاڈوگن لگائے ان دونوں کی تقلید کر رہا تھا۔

بالآخر جاسوس طیارے کی ہیئت بھی عمران کے سامنے آگئی۔۔۔ یہ کسی ایسی عمودی رکاب کی شکل کا تھا جس پر سرپوش بھی موجود ہو۔!

کچھ دیر بعد یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تیسرا آدمی اس طیارے کا پائلٹ تھا اور اس طیارے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔۔۔

عمران ایک سیٹ پر بیٹھ گیا! تھریسیا کھڑی رہی۔!

دفعتاً پائلٹ نے عمران سے کہا "بڑی عجیب بات ہے تم نے مجھے اس کا چہرہ نہیں دکھایا۔!"

"کس میں اتنی جرأت ہے کہ میری مرضی کے خلاف کوئی کام کر سکے!"

تھریسیا غرائی اور اپنا چہرہ بے نقاب کر دیا۔!

"سان فرانسسکو۔۔۔ یہ تم ہو مادام۔!" پائلٹ کے لہجے میں حیرت اور خوف کے ملے جلے آثار تھے۔!

"تم اپنا ناپ تو شاذ۔!" تھریسیا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

بالکل ایسا ہی لگا جیسے اس آدمی نے غیبی طور پر اپنا سرپوش ہٹا دیا ہو۔!"

"ہوں۔ تو۔۔۔ تم بھی ہو۔!"

"میرے ساتھ اتفاق نہیں ہوا تھا مادام۔!"

"ایکسٹو نے الگ ہونے سے پہلے خود ہی ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ ہم لوگوں کو اتفاق نہ ہونے کا احساس ہونے لگے وہ سارے حالات اسی کے پیدا کردہ تھے۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ تھریسیا کہتی رہی "یقیناً سمجھو کہ پچھتانا ہی پڑے گا۔ ایک دن۔۔۔ ایکسٹو۔۔۔ مجھ سے ٹکرا کے فنا ہو جائے گا۔"

"ہم سمجھتے ہیں مادام۔۔۔ ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔!"

"اس کے باوجود بھی تم تباہی کی طرف جا رہے ہو۔"

"کیا کوئی ایسی بھی صورت ہے کہ ہم تباہ نہ ہوں۔"

"مجھے ایکسٹو کی کمین گاہ سے آگاہ کر دو۔!"

"مادام یہ تو شاید یہ بھی نہ بتا سکے۔!" پائلٹ نے عمران کی طرف اشارہ کیا۔!"

"ہوں۔!" تھریسیا اسے گھورتی ہوئی بولی "اس وقت کس مہم پر نکلے تھے۔!"

"آپ ہی کی تلاش میں۔ لیکن یقین نہیں تھا کہ یہ آپ ہی ہوں گی۔"

"اچھا تو اب تم مجھے کہاں لے جاؤ گے۔!"

"جہاں آپ کہیں مادام۔!" پائلٹ نے کہا، اور عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔"

"اُس کی بات نہ کرو۔ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ مجھے بے نقاب کرنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا" تھریسیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں اس کی مخالفت کے باوجود بھی آپ ہی کے حکم کا پابند ہوں گا۔"

تھریسیا غضبناک انداز میں ہنس کر بولی "بے چارہ۔"

"میں نہیں سمجھا مادام۔" پائلٹ نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"تم اس طیارے کے پائلٹ ہو لیکن اس کے بارے میں بہت سی باتیں نہیں جانتے۔!"

"میں اس پر اتھارٹی ہوں مادام!" پائلٹ نے پُراحتجاج لہجے میں کہا۔

"اچھا بتاؤ تم اس بلب کے متعلق کیا جانتے ہو!" تھریسیا نے ایک روشن بلب کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"یہ ایک بلب ہے جو اس چیمبر کو روشن رکھتا ہے!"

"تم نہیں جانتے۔!" تھریسیا مسکرائی۔

"مادام کا شکر گزار رہوں گا اگر مجھے اس راز سے آگاہ کیا جائے!"

پائلٹ گھگھیایا!

تھریسیا نے اُسے بتایا کہ وہ ایسی روشنی پھیلاتا ہے جو اس چیمبر کے ماحول کو بہت دور کسی اسکرین پر منعکس کر دیتی ہے۔!

"اوہ۔ تو کیا اس وقت ہم کہیں دیکھے اور سنے جا رہے ہوں گے!"

پائلٹ کے لہجے میں سراسیمگی تھی۔

"ہاں! اور میں اسے جتا دینا چاہتی ہوں جو ہمیں دیکھ اور سن رہا ہے کہ اس کا انجام قریب ہے۔!"

عمران نے محسوس کیا جیسے پائلٹ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔ اُس نے اُٹھ کر اُسے سہارا دیا اور تھریسیا بولی "اوہ تم بہت زیادہ خائف معلوم ہوتے ہو۔ ذرہ برابر بھی پروا نہ کرو۔ طیارے کو اُڑاؤ اور میری ہدایت کے مطابق پرواز جاری رکھو۔ تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اوپر اٹھو اور جنوب مشرق کی طرف چل پڑو۔ . . میں تمہیں کسی محفوظ مقام پر پہنچا دوں گی۔!"

وہ بمشکل تمام کنٹرولز تک پہنچ سکا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران نے محسوس کیا کہ طیارہ اوپر اُٹھ رہا ہے۔!

"جنوب مشرق۔ اچھی طرح یاد رکھنا۔!" تھریسیا نے کہا۔ پائلٹ کچھ نہ بولا۔ بڑے انہماک کے ساتھ کمپاس کی طرف متوجہ رہا۔ عمران بھی دیکھ رہا تھا کہ اس کی سوئی جنوب مشرق ہی بتا رہی ہے۔ تھریسیا بھی قریب کھڑی ہوئی تھی اور اس کی نظر بھی کمپاس ہی پر تھی۔!

اس نے کچھ دیر بعد پائلٹ سے کہا "بس تم چپ چاپ چلو۔ میں دفاعی نظام کو دیکھوں گی۔ اگر کسی نے ہماری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی نہ بچے گا۔"

عمران نے دیکھا کہ تھریسیا پیچھے ہٹ کر ایک جگہ جا بیٹھی۔ یہاں بھی کچھ سوئچ اور کچھ بٹن موجود تھے۔!

عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا اور اس کی نظر کمپاس ہی پر جمی ہوئی تھی۔!

پائلٹ کی گھگھیاہٹ اُسے مطمئن نہیں کر سکی تھی۔! دفعتاً اُس نے محسوس کیا کہ کمپاس کی سوئی آہستہ آہستہ اپنی سابقہ پوزیشن بدل رہی ہے ساتھ ہی

اُس نے پائلٹ کے انداز میں بھی کچھ غیر معمولی پن محسوس کیا۔

"مادام —" پائلٹ کی کانپتی ہوئی آواز آئی: "یہ میرے قابو سے باہر ہو گیا ہے کنٹرول کام نہیں کر رہا —"

"کیا —!" تھریسیا تیز لہجے میں بولی: "میں جانتی تھی کہ تم دھوکا دو گے —!"

"مادام میرا کوئی قصور نہیں ہے —! آپ خود دیکھ لیجئے —!" وہ کنٹرول بورڈ کے پاس سے ہٹ گیا۔

تھریسیا آگے بڑھ کر کنٹرول بورڈ پر جا کھڑی ہوئی۔ اُس نے بھی بہت کوشش کی کہ پرواز کی سمت جنوب مشرق ہی رہے لیکن کمپاس کی سوئی آہستہ آہستہ شمال کی طرف سرکتی رہی —!

"یہ شمال کی طرف جا رہا ہے مادام —!" پائلٹ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا —!

"ہاں ... میں بھی دیکھ رہی ہوں —!" تھریسیا نے کہا۔ اُس کے چہرے پر فکرمندی کے آثار تھے۔ "کنٹرول بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن پھر بھی —" دفعتاً طیارے میں ایک بھاری بھرکم قہقہہ گونجا اور کوئی کہتا سنائی دیا ...

"مادام ٹی تھریسیا بی —! ابھی آپ نے اس غدار کو طیارے کے ایک راز سے آگاہ فرمایا تھا ... لیکن طیارے کی موجودہ اڑان وہ راز ہے جس سے آپ بھی واقف نہیں ہے —!"

"تم کون ہو — سامنے آؤ —!" تھریسیا غرائی۔

"مجھ سے بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔" درشت لہجے میں کہا گیا۔ "میں تم

سے سینکڑوں میل دور ہوں لیکن یہ اڑان تمہیں میرے پاس ہی لے آئے گی —!"

تھریسیا کچھ نہ بولی۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے —!

آواز پھر آئی: "میں تمہاری طرح احمق نہیں ہوں تھریسیا ... تم میں تنظیم کو سنبھالنے کی اہلیت نہیں ہے ... اب بھی میری بالادستی تسلیم کر لو۔ جھگڑا ختم ہو جائے گا —!"

تھریسیا کچھ کہنے ہی والی تھی کہ عمران نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اوہ گنگا رس —!" آواز پھر آئی۔ "تو اُسے بولنے سے روک رہا ہے۔ کیا میری قوت سے واقف نہیں۔ کیا تجھے معلوم تھا کہ میں اس طیارے کی پرواز میں دخیل ہو سکتا ہوں —!"

"نہیں —!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا تو نہیں جانتا کہ میں ہر جگہ اور ہر وقت تجھے فنا کر سکتا ہوں۔ اگر میں چاہوں تو یہ طیارہ ابھی کسی پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے —!"

"چھوڑ یار —!" عمران ہنس کر اردو میں بولا: "نہ میں گنگا رس ہوں اور نہ تم ایسا کر سکتے ہو —!"

"اوہو — تب پھر تم کون ہو —!" لہجے میں بہت زیادہ حیرت تھی —!

"پہچانو —!" عمران نے چہک کر کہا۔

"نقاب ہٹاؤ —!"

"صورت سے تو تم نہ پہچان سکو گے کیونکہ پلاسٹک سرجری نے میری شکل ہمیشہ کے لیے تبدیل کر دی ہے —! ہائے [illegible] پیارے تم ہر دو کو بھول گئے ... ذرا سوچو اور یہ عورت تمہارے [illegible]

وقت آپ — ڈی تھرٹی بلیک تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں! تھریسیا غرائی —!

"بکواس ۔ ۔ ۔!" نادیدہ آدمی کی آواز آئی۔ "یہ بحث بیکار ہے۔ تم لوگ بہت جلد مجھ تک پہنچنے والے ہو۔ یہ اور بات ہے کہ تھریسیا خودکشی کی سوچے وہ طیارے کو تباہ کر سکتی ہے۔!"

"اوہ خدا ۔ ۔ ۔!" تھریسیا گردن جھٹک کر بولی۔ "ڈی تھرٹی بی — اور خودکشی عنقریب وہ تمہاری کہاں آ رہے گی۔!"

قہقہہ پھر سنائی دیا۔ خدا مضحکہ اڑانے والا تھا۔!

"مجھے افسوس ہے ڈیم۔!" عمران بولا۔ "تمہارا آدمی گگارس لاما کے ہاتھوں مارا گیا۔!"

"تم فکر نہ کرو۔!" آواز آئی۔

اور پھر سناٹا چھا گیا۔

پائلٹ اب زیادہ وحشت زدہ نظر آ رہا تھا۔ تھریسیا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم اس کی فکر نہ کرو کہ میرے اس ساتھی نے بھی غداری کی۔ تھریسیا — تھریسیا ہے — میری شکل میں اکسٹر نے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔!"

عمران پھر اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔ اب وہ ایسا مطمئن نظر آ رہا تھا جیسے سچ مچ مائیکل بروڈو ہی ہو اور اپنے جگری دوست ڈیم اکسٹر سے متوقع ملاقات کے بارے میں خوش کن باتیں سوچ رہا ہو۔ تھریسیا اس کی طرف سے منہ موڑ کر پائلٹ کی دلجوئی میں لگ گئی تھی۔!

"تم بالکل نہ گھبراؤ۔!" وہ اس سے کہہ رہی تھی۔ "تمہارا بال بھی بیکا نہ

ہوگی۔ کیونکہ میرے اور تمہارے علاوہ کون واقف تھا اس سے۔!"

"تو تم ۔ تم زندہ ہو مائیکل بروڈو۔!"

"میں بھی زندہ ہوں اور تم بھی ۔ یہ بات مجھے اس عورت سے معلوم ہوئی ۔ ورنہ میں تو تمہیں کبھی کا مردہ سمجھ چکا تھا۔!"

"اپنی شکل دکھاؤ۔!"

"دیکھو۔!" عمران نے سر پوش اٹھا کر پشت پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "لیکن میری شکل تمہارے لئے بیکار ہے ۔ شخصیت آج تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہے۔!"

"بروڈو ۔ بروڈو ۔ بروڈو ۔!" لہجے میں خوشی اور اضطراب تھا۔

"تو تم نے بھی دھوکا دیا۔" تھریسیا دانت پیس کر بولی۔

"سنو مادام ایلا۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تمہارا حریف ڈیم اکسٹر میرا جگری دوست ہے تو میں کبھی تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوتا ۔ ۔ ۔! تم نے مجھے کب بتایا تھا۔!"

"تم سب کتے ہو ۔ ۔ ۔!" تھریسیا غرائی۔ "میں نے تمہیں خاک سے اٹھا کر آسمان پر پہنچایا ۔ اور تم ۔ ۔ ۔ اور تم ۔ خیر دیکھ لوں گی۔!"

"آپ خفا ہو رہی ہیں مادام ایلا ۔ ۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کے اور اکسٹر کے درمیان کیا معاملہ ہے ۔ لیکن میں آپ کے احسانات کا بدلہ پہلے ہی ادا کر چکا ہوں ۔ اگر میں اس کوڈ کا مفہوم آپ کو نہ سمجھاتا تو آپ اپنے نادیدہ دشمن کی بیماری کا شکار ہو جاتیں — کاش مجھے پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ آپ کا وہ دشمن میرا دوست ہے! پھر بھی اکسٹر آپ کو چھوٹ دے سکے گا اگر آپ اس کی بالادستی تسلیم کر لیں۔!"

ہوگا۔ طیارے میں وائرلیس کنٹرول کا اضافہ ہائیکنزی کی اپنی اُپج ہے اور اسی سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اُسے دوسروں پر بالکل اعتماد نہیں ہے۔!

ہارٹ کچھ نہ بولا۔ اُس کے چہرے پر بدستور مردنی چھائی رہی۔

عمران اب خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔ اور تھریسیا کی نظر اُسی پر تھی۔

دفعتاً ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

"بروفو ہوشیار رہو۔ اب تھریسیا تمہارے قریب نہ آنے پائے تمہارے جسم کے کسی حصے کو ہاتھ نہ لگانے پائے۔!"

"میں ہوشیار ہوں دوست!" عمران بولا "کیا مادام کے ہاتھ لگانے سے میں پگھل جاؤں گا۔"

"تمہاری ساکھ کا بھی پتہ نہ چلے گا۔!"

"میرا یہ حربہ حقیر آدمیوں کے لئے نہیں ہے!" تھریسیا زہریلے لہجے میں بولی "یہ تو میں تم پر بھی استعمال نہیں کروں گی۔!"

"مادام۔!" دفعتاً ہارٹ کانپتی ہوئی آواز میں بولا "اب ہم نیچے جا رہے ہیں۔!"

تھریسیا نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور عمران کو گھورتی رہی۔!

"مادام! آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں!" عمران بولا "میں انتہائی کوشش کروں گا کہ آپ دونوں صلح کر لیں۔ آپ نے مجھے بہت متاثر کیا ہے آپ سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا!"

"اپنی زبان بند رکھو... میری نفرت کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ...!"

مجھے صفات پوری نہ ہونے دی— طیارہ غالباً لینڈ کر چکا تھا۔!

تھریسیا نے آگے جھک کر ایک پُش سوئچ پر انگلی رکھ دی اور ہارٹ سے کہا "میں نے دروازہ مقفل کر دیا ہے! تم خاموش بیٹھو گے۔"

اور پھر اُس نے اپنے چہرے پر خول چڑھا لیا۔

"تم جہاں ہو وہیں بیٹھے رہو گے۔ ورنہ سچ مچ فنا کر دوں گی۔" اس نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔!" عمران پیر پٹخ کر بولا اور اُس نے بھی اپنے سر پر خول منڈھ دیا۔

"کیا مطلب۔!"

"آپ مجھے اس بات پر مجبور نہیں کر سکتیں مادام۔!"

"تھریسیا... دروازہ کھول دو۔!" نادیدہ آواز آئی۔

"یہ میری اسکیم میں شامل نہیں ہے!" تھریسیا نے زہرخند کے ساتھ کہا۔

"پچھتاؤ گی۔!"

"ظاہر ہے کہ خوشحالی کی توقعات مجھے یہاں نہیں لائیں۔!"

"پھر کہتا ہوں...!"

"اب میں جواب نہ دوں گی۔!"

"بہتر۔!" آواز آئی "الیکٹروگن سے دروازے پر فائر کر دو۔!"

عمران نے جھپٹ کر الیکٹروگن نکال لیا۔ لیکن تھریسیا اس کے اور دروازے کے درمیان آتی ہوئی بولی "میں سچ مچ تمہیں مار ڈالوں گی۔!"

"اتنی خوبصورت خاتون کے ہاتھوں موت بڑی شاندار ہوگی!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اچھا تو مر کر کے دیکھو۔"

عمران نے ایک طرف ہٹتے ہوئے تھریسیا کے بائیں پہلو پر ٹھوکر دی وہ لڑکھڑاتی ہوئی دوسری طرف ہٹی اور عمران نے دروازے پر فائر کر دیا۔

دروازہ زبردست کھڑکھڑا کر نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔

"خبیث میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گی۔" وہ عمران پر بے تحاشہ جھپٹ پڑی اور عمران نے اُسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔

"میرا بایاں ہاتھ مضبوطی سے پکڑو۔!" وہ آہستہ سے اس کے کان میں بولی۔

لیکن اس کی نوبت آنے سے قبل ہی وہ عمران سے الگ کر دی گئی! دو آدمیوں نے اسے پکڑ کر عمران سے الگ کیا تھا۔!

اور پھر وہ ایک گنبد نما بہت بڑے ہال میں داخل ہوئے اور یہ ہال کسی بیرونی سمت سے نہیں جڑا تھا۔ وہ اپنے ہی جیسے چند نقاب پوشوں کے نرغے میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں عجیب وضع کی چھوٹی چھوٹی بندوقیں تھیں!

دفعتاً ایک دروازے سے ایک قدآور آدمی داخل ہوا۔ اس کے جسم پر بقیہ لوگوں جیسا ہی لباس تھا لیکن چہرے پر نقاب نہیں تھی۔! جبڑے بھاری تھے اور آنکھیں سپاٹ۔ شاید ہی اُن سے کسی جذبے کا اظہار ہوتا رہا ہو۔!

"دونوں کے نقاب ہٹاؤ!" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

دو آدمیوں نے اُن کی نقابیں اتار دیں... پاخت تو پہلے ہی سے بے نقاب تھا... اس کی حالت بہت ابتر تھی ایسا لگتا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون ضائع ہو گیا ہو!

"ڈیئر تھریسی۔!" آنے والا استہزائیہ انداز میں بولا۔ "میں زلزلہ... پھر۔!"

تھریسیا اُسے گھورتی رہی۔!

عمران کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ کھلا پڑ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کہ اس آدمی سے بغل گیر ہو جائے گا لیکن وہ تو اس کے لیے ایسا بن گیا تھا جیسے اس کے وجود کا احساس ہی نہ ہو۔ بس تھریسیا ہی کو گھورے جا رہا تھا!

دفعتاً اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ "تمہیں میری برتری تحریری طور پر تسلیم کرنی پڑے گی۔!"

"میں موجود ہوں۔!" تھریسیا کا لہجہ پرسکون تھا۔ "تسلیم کراؤ اپنی برتری۔!"

"تھریسیا میں جو کچھ بھی کہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔!"

"بہت دنوں سے تمہاری تعلیاں سن رہی ہوں..!"

"ڈیئر مجھے تو بھوک لگ رہی ہے بھئی..." عمران بڑی بے تکلفی سے بولا۔

"ہوں..!" اب اس کی نظر عمران پر جا پڑی۔ "بلڈی۔!"

"اے ڈیئر۔ مجھے ایسی نظروں سے نہ دیکھو۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ مقابلہ تم سے ہے ورنہ میں تو کبھی کا تم سے آملتا۔"

"تھریسیا! یہ کون ہے۔؟" ولیم ہاکنز نے تھریسیا کی طرف دیکھا

"مائیکل برڈلو۔!"

"بہر حال۔!" ہاکنز نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "میں ایک مشترکہ دشمن کا خیر مقدم کروں گا۔!"

"دشمن۔ یہ کیا کہہ رہے ہو ڈیئر۔!" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"دشمن آپ۔۔ ڈیئر اولڈ۔۔ کیا میں نہیں سمجھتا ہوں۔ تمہارے مسخرے پن نے بہت نام کمایا ہے۔۔۔ لیکن اب میں کسی بے بس چوہے کی طرح مار ڈالوں گا۔!"

"یار پلاسٹک سرجری۔!"

"تھریسیا۔" ہاکنز تھریسیا کی طرف مڑا "کیا یہ تنظیم سے غداری نہیں ہے! تم نے ایک ایسے آدمی کا تعاون حاصل کیا ہے جو تنظیم ہی کا دشمن ہے۔!"

"مائیکل برڈلو۔" تھریسیا کے لہجے میں حیرت تھی!

"تم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتیں!"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی!"

"اچھی بات ہے۔ میں پہلے اس کی ہڈیاں توڑ دوں پھر دوسری بات کروں گا۔!"

"ویسے تم جانتے ہو کہ میں فن کشتی گیری کا ماہر ہوں۔" عمران یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔!

"میں اچھی طرح جانتا ہوں۔۔۔ مسخرے۔!" ہاکنز نے استہزائیہ انداز میں کہا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔ "اسے میرے قریب لاؤ۔!"

"دیکھو میں کہتا ہوں کہ قریب سے شعل زنی کی کوشش مت کرنا۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ لیکن ایک آدمی کی بندوق اس کی کمر سے لگ چکی تھی۔ اس نے اسے دھکیل کر تھریسیا کے پاس سے ہٹا دیا۔

"تھریسیا۔!" ہاکنز بولا۔ "تم یہیں خود کو علیحدہ ہی بے بس محسوس کرو۔ تمہاری [illegible] بھی یہاں کسی کام نہ آسکے گی۔ اس چھت کے نیچے وہ بالکل بیکار ہو چکی ہے۔ یقین نہ آئے تو آزما دیکھو۔ میرے سائنسدانوں نے ان سارے حربوں کا توڑ کر لیا ہے جنہیں تم تنظیم کے غداروں کے خلاف استعمال کرتی رہی ہو۔"

عمران نے پہلی مرتبہ تھریسیا کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے دفعتاً عمران نے تھریسیا سے اردو میں کہا۔ "تم بالکل پریشان نہ ہو۔۔ میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر۔ میری کلائی کا تعویذ بندھا ہوا ہے۔ تعویذ کے ہوتے ہوئے ایسی ذہنی یلغار کریں گے کہ یہ لوگ چوکڑی بھول جائیں گے۔ ہم لوگوں نے روحانی سائنس میں بڑی ترقی کی ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم میرے دوست مائیکل برڈلو کے قاتل ہو!" ہاکنز عمران کو قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "یہ تو میری اختراع تھی اور صرف مائیکل برڈلو ہی اس سے واقف تھا۔"

"اگر وہ زندہ ہوتا تو تمہیں بتاتا کہ میرا کتنا احسان مند تھا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں نے اس وقت اس کی مدد کی تھی جب وہ دو دن کے فاقے سے تھا۔ پھر ہم دونوں گہرے دوست ہو گئے تھے۔ اور میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مر چکے تو بعد اس نے مجھے [illegible] کے بارے میں بتایا،

ڈاکینز ہونٹ بھینچے اُسے گھورتا رہا۔ عمران پھر بولا "یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو میرے داہنے بازو پر بندھا ہوا تعویذ اُسے تباہ کر دے گا۔!"

تھریسیا دم بخود کھڑی تھی! اور اُس کے جسم پر چاروں طرف سے بندوقوں کی نالیں تنی ہوئی تھیں۔ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتی تھی۔!

"تھریسیا — سچ مچ تمہارا سورج غروب ہونے والا ہے۔!" ڈاکینز تھریسیا کی طرف مڑ کر بولا "تم ایک ایسے آدمی کو لائی ہو میرے مقابلے پر جو توہمات کا شکار ہے۔۔۔ کسی ترقی یافتہ ملک کے کسی فرد کی حمایت حاصل کی ہوتی۔ یقیناً تمہاری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے بھی تم تنظیم کی سربراہی کے لیے مناسب نہیں ہو۔!"

"دیکھو۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا "میں اس معاملے میں بہت سنٹی مینٹل ہوں۔ اگر کوئی بات تمہاری شان کے خلاف میرے منہ سے نکل گئی تو پھر نہ کہنا۔!"

"میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔۔۔ مدد مانگنا شروع کر دو اپنے تعویذ سے۔!"

عمران نے بائیں بازو پر ہاتھ رکھ کر ہانک لگائی "یا بابا جھنگ گرداسپوری۔!"

"اس کے کپڑے اتار دو۔!" ڈاکینز نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"وارننگ۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "میں انڈرویئر پہننے کا عادی نہیں ہوں۔!"

عمران کا جیکٹ اتار دیا گیا۔ قمیص پھاڑ دی گئی! [illegible] اس کے

بازو پر تعویذ بندھا ہوا تھا۔ عمران نے اس پر ہاتھ رکھ دیا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا "اگر کسی نے بھی اس تعویذ کو ہاتھ لگایا تو غارت ہو جائے گا۔!" اور سنو جب تک بابا جھنگ کا یہ تحفہ میرے پاس موجود ہے تھریسیا کا سورج غروب نہیں ہو سکتا۔۔۔!"

"کھینچ لو — اس کے بازو سے۔!" ڈاکینز غرایا۔

ایک نے عمران کی کمر پکڑی اور دوسرا اُس کے بازو پر سے تعویذ کھول لے گیا۔! عمران چیختا رہا نہیں بڑا اچھا کہتا رہا۔

ڈاکینز کپڑے کی اس پٹی کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا جس کے وسط میں ایک موٹی سی گرہ لگی ہوئی تھی۔!

پھر وہ استہزائیہ انداز میں ہنس ہنس کر اس گرہ کو کھولنے لگا۔

"اس مسخرے کو ساتھ لیے پھر رہی تھیں تم۔" وہ تھریسیا کی طرف دیکھ کر بولا۔ پھر اپنے آدمیوں سے کہا "ان دونوں کی جامہ تلاشی لے کر سب کچھ نکال لو۔!"

دونوں کے لباس ٹٹولے جانے لگے لیکن تھریسیا یا عمران نے جامہ تلاشی لینے والوں کی طرف توجہ نہ دی۔ تھریسیا ڈاکینز کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔ اس کی آنکھوں سے کسی جذبے کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔!

ڈاکینز نے گرہ کھول ڈالی تھی اور اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ پھر شاید اُسے قریب سے دیکھنے کے لیے اوپر اٹھایا ہی تھا کہ سبھوں کی آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی!

عجیب سی آواز ڈاکینز کے حلق سے نکلی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں دبائے منہ کے بل فرش پر آ رہا تھا۔

اس کے کئی ساتھی اس کی طرف جھپٹے۔ ادھر عمران نے ایک کے ہاتھ سے بندوق چھین لی۔!

"جبرتی... عمران..." تھریسیا چیخی...

عمران نے بندوق سے لگی ہوئی چرخی کا ہینڈل پکڑ کر گھما دیا۔

تڑاتڑ گولیاں نکل کر چاروں طرف بکھرنے لگیں۔ اس افراتفری میں تھریسیا دشمنوں کے نرغے سے نکل گئی۔

عمران نے وہاں موجود لوگوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ چند سیکنڈ میں دس بارہ لاشیں فرش پر پڑی نظر آ رہی تھیں۔!

ہاکینز اپنی آنکھیں دبائے اب بھی کسی زخمی شیر کی طرح دہاڑے جا رہا تھا۔!

تھریسیا نے بھی ایک بندوق اٹھائی اور دروازے کی طرف جھپٹی جس سے وہ ہاکینز داخل ہوا تھا۔

"ماما ماما!" طیارے کا پائلٹ کانپتی ہوئی آواز میں پکار کر بولا۔ "یہاں اب اور کوئی نہیں... اتنے ہی آدمی تھے۔ میں نے یہیں سے طیارہ اڑایا تھا لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ بھی یہیں موجود رہے!"

یہ سن کر تھریسیا پھر ہاکینز کی طرف پلٹ آئی جو اب دو گھٹنوں میں سر دیئے اکڑوں بیٹھا تھا۔

"اب کیا خیال ہے ہاکینز۔" تھریسیا حقارت سے بولی۔

ہاکینز کچھ نہ بولا۔

تھریسیا نے عمران سے پوچھا۔

"اسے کیا ہو گیا ہے؟"

"یا ملنگ گرو داسپوری جائیں۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ "یہ لوگوں کی سانس پر تو وہی حاوی ہو سکتے ہیں۔ تمہیں بھی ایسا ہی ایک تعویذ دلوا دوں گا۔ اسی روپے نذرانے کے بدلے میں... اور جمعرات کو ایک فقیر کو کھانا کھلوا دینا... بس کافی ہے۔"

"میں پوچھتی ہوں کہ وہ چمک کیسی تھی اور اسے کیا ہو گیا ہے۔"

"اندھا ہو گیا ہوگا... تعویذ کی بے حرمتی کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے۔!"

"ہاکینز... تمہیں... کیا ہوا ہے۔!" تھریسیا جھنجھلا کر بولی۔

"میری... آنکھیں... درد ہے... پھٹی جا رہی ہیں۔"

اس نے کہا اور پھر کسی مرتے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکارنے لگا۔!

جاسوس طیارہ ایک بار پھر فضا میں پرواز کر رہا تھا اور اب پائلٹ کے چہرے پر مُردنی نہیں تھی۔!

تھریسیا اور عمران ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ایگنز بندھا پڑا تھا۔

"تو کیا اب یہ بھی نہ دیکھ سکے گا۔!" تھریسیا نے عمران سے پوچھا۔

"بابا سگ ...!"

"شٹ اپ ٹھیک ٹھیک بتاؤ تم نے اپنے بازو پر کیا چیز باندھ رکھی تھی۔"

"تت ... تعویذ ...!"

"نہیں۔ مجھے چاہیے تھا کہ اُسے کھول کر دیکھتی۔ تمہاری برین واشنگ کے دوران جب تمہیں بے ہوشی کے انجکشن دیئے گئے تھے، میں نے اس وقت بھی تمہارے بازو پر بندھا دیکھا تھا اور تم لوگوں کی ضعیف الاعتقادی پر ہنسی بھی تھی کہ اس ایٹمی دور میں بھی تم جیسے تعلیم یافتہ توہمات کے

سہارے زندگی بسر کر رہے ہیں۔!"

"اگر وہ تعویذ نہ ہوتا میرے بازو پر تو دونوں ہی زندگی بسر کر چکے ہوتے۔ بابا سگ گرداسپوری کا کرم ہے کہ ..."

"بتاؤ ۔۔۔ وہ کیا چیز تھی۔"

"پہلے تم اپنی انگشتری کا راز بتاؤ ۔ جس کے بیکار ہو جانے کی اطلاع مسٹر ڈیوپاکنز نے دی تھی۔!"

"اوہ ۔ کاسمک رنگ ... !" تھریسیا اپنے بائیں ہاتھ پر نظر ڈالتی ہوئی بولی جس کی ایک انگلی میں سیاہ نگینے والی انگشتری پڑی ہوئی تھی ...

"ہم اسے کاسمک رنگ کہتے ہیں۔" کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا "اسی کی مدد سے میں تمہاری قید سے نکل جاتی تھی اور اسی کی مدد سے جولیانافٹز واٹر کے مکان میں تم پر بھی قابو پائی تھی۔ یہ ہمارا سب سے مختصر تباہ کن حربہ ہے۔"

"ہونہہ! تو سلیمانی انگوٹھی والی بات۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"یہ جادو نہیں ... سائنس ہے! اس انگشتری کا نگینہ سورج کی ... شعاعوں کو ایک مدت تک جذب کر کے اپنے نیچے لگی ہوئی ایک ننھی سی مشین تک پہنچاتا ہے اور مشین انہیں محفوظ کر کے زیادہ سے زیادہ تباہ کن بناتی رہتی ہے ... اور بوقت ضرورت ایک مخصوص ایکشن انہیں نگینے سے خارج کر دیتا ہے۔ نگینے سے ان کا اخراج اصل شعاعوں سے کئی ہزار گنا زیادہ موثر ہوتا ہے۔ تم نے اس عمارت کے دروازوں کا حشر تو دیکھا ہی تھا۔!"

"لیکن اسی انگشتری کی وجہ سے میں صرف اپنے حواس کھو بیٹھا تھا اس رات کو جب جولیا کے مکان میں تم سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔!" عمران بولا۔

"اس میں ریکارڈر بھی موجود ہے!" تھریسیا نے کہا "بوقت ضرورت اس سے کام لیا جا سکتا ہے۔ کہو تو ابھی اسی سے تمہیں خاک بھی کر دوں۔"

"میرا تعویذ ضائع ہو گیا ورنہ بتاتا تمہیں۔!"

"خیر — خیر — اب تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ!"

"ہماری ایجادات کا سلسلہ بھی بہت طویل ہے! مثنوی زہر عشق سے لے کر میرا جی کی شاعری تک ہم نے بھی کشتوں کے پشتے لگا دیئے ہیں! اور "چکنے گھڑے" کا محاورہ بھی ہماری ہی ایجاد ہے۔ باتیں بنانے کی مشینیں ہم خود بن کر رہ گئے ہیں۔ کہو تو ابھی تمہیں بھس کے ڈھیر میں دفن کر دوں۔"

"عمران —!" تھریسیا نے آنکھیں نکالیں۔!

"تم نے اُسے کھول کر نہیں دیکھا تھا اس لیے آنکھوں والی کہلاتی ہو! فقیر کی بخشی ہوئی گولی ہے۔ موم جامے میں لپیٹ کے بازو پر باندھی جاتی ہے۔! جس کے باندھی جاتی ہے اس کے لیے نافع زکام و نزلہ و دافع بواسیر ہو۔ اور دشمن کا چہرہ جھلس دے یا کور چشم بنا دے اس وقت جیسا بھی موڈ ہو بابا ملنگ گورداسپوری کا۔!"

"فارمولا معلوم کئے بغیر تمہیں نہیں جانے دوں گی۔!"

"تھریسیا ڈارلنگ مجھے اپنے ساتھیوں کی فکر ہے!"

دفعتاً تھریسیا نے پائلٹ سے کہا "جہاں ہم دونوں تمہیں ملے تھے! وہاں پہنچ کر پرواز کا رخ جنوب مشرق میں کر دینا۔ اور ٹھیک چالیسویں میل پر طیارہ نیچے اتار دینا۔!"

"بہت بہتر مادام۔!" پائلٹ نے بڑے ادب سے کہا۔

"اس کا کیا ہوگا۔؟" عمران نے ایکنز کی طرف اشارہ کر کے پوچھا

"میں اُسے اپنے ترتیب دیئے ہوئے عجائب گھر میں رکھوں گی!" تھریسیا بولی۔!

ایکنز کراہا... کچھ دیر کراہتا رہا پھر بولا "عمران... میرا تم سے کوئی جھگڑا نہیں تھا... یہ تمہیں ساتھ لائی... ورنہ... ورنہ... !"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو...!" عمران نے آگے جھک کر نرم لہجے میں پوچھا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمہارا شکار ہوں۔ مجھے اس کے حوالے نہ کرو... میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں تمہارے ملک کو نقصان پہنچا رہا ہوں... میرے آدمی آج بھی وہاں سرگرم عمل ہیں۔!"

"تم سن رہی ہو۔!" عمران نے تھریسیا کو مخاطب کر کے کہا۔

"ہاں سن رہی ہوں۔! تو پھر۔؟"

"یہ میرا شکار ہے... بہت عرصے سے اس کی فکر میں تھا۔ فٹ راٹ والے کوڈ میں عرصے سے اس کے پیغامات سنتا اور سمجھتا رہا ہوں۔ اسی کی فکر میں تھا کہ تمہارا موسیقی کا تخت آ ٹکرایا۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو!"

"یہ میری حکومت کا قیدی ہے۔!"

"جھگڑے والی بات ہے!" تھریسیا کچھ سوچتی ہوئی بولی "یہ ناممکن ہے...!"

عمران بھی چپ ہو رہا... ایکنز پھر کراہنے لگا تھا...!

"مادام۔! ہم وہیں ہیں۔!" پائلٹ کی آواز آئی۔

"جنوب مشرق میں موڑ دو۔!" تھریسیا "پھر ٹھیک چالیسویں میل پر لینڈ کرنا۔!"

یہ وقفہ بھی جلدی گذر گیا۔ مشکل سے دس منٹ لگے ہوں گے۔ جھٹکے کے ساتھ ہی پائلٹ کی آواز آئی۔ "اٹ لینڈس۔!"

وہ نیچے اترے۔ پائلٹ نے ہاکنز کو بڑی بے دردی سے کھینچ کر باہر ڈال دیا۔!

"عمران... میں درخواست کرتا ہوں...!" ہاکنز گڑگڑانے لگا۔ "مجھے گولی مار دو ورنہ یہ بے رحم عورت مجھے سالہا سال سسکائے گی۔!"

تھریسیا ہنس پڑی اور بولی۔ "اگر میں تمہارے قابو میں آ جاتی تو تم کیا کرتے؟"

"میں صرف اپنی بالادستی کرانا چاہتا تھا تم سے۔ اور کچھ نہیں۔!"

"میں تمہاری بالادستی تسلیم کرنے کے لیے یہاں لائی ہوں تمہیں۔!"

تھریسیا پھر بڑی بے دردی سے ہنسی۔!

عمران خاموش تھا... خاموش ہی رہا... ویسے اس کی آنکھوں سے گہری سنجیدگی ظاہر ہو رہی تھی۔!

اس جگہ بھی طیارہ جنگل ہی میں اترا تھا... اور مختلف سمتوں سے کئی آدمی اس طرح طیارے کی طرف لپکے تھے جیسے اُس کے گرد گھیرا ڈالنا چاہتے ہوں۔

تھریسیا نے کسی ایسی زبان میں انہیں مخاطب کیا جو عمران کے لیے بالکل نئی تھی۔!

ان لوگوں نے ہاکنز کو اٹھایا اور ایک طرف چلے گئے! ہاکنز بُری طرح چیخ رہا تھا۔ تھریسیا نے عمران سے پھر پوچھا "کیا وہ سچ مچ ہمیشہ کے لیے اندھا ہو گیا۔؟"

"تمہارے پاس تو بہترین قسم کے ڈاکٹر اور سرجن بھی ہوں گے۔ انہیں

سے فٹ کرا لینا۔ بابا جگ گرداسپوری کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔!"

"وہ آخر تھی کیا چیز۔؟"

"گولی۔! جو موم جامے سے نکلنے کے بعد پل پل نئے رنگ بدلتی ہے۔ اسی تبدیلی کو دیکھنے کے لیے وہ اس گولی کو اپنے چہرے کے قریب لایا تھا جیسے ہی اس کی سانس میں شامل کاربن ڈائی آکسائیڈ اس سے مس ہوئی وہ چمک کے ساتھ پھٹ گئی۔ دراصل لوگ مجھے لاوارث سمجھ کر جیسا برتاؤ چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں اسی لیے ایک آدھ چٹکلہ پڑا ہی رہتا ہے میری جیب میں!"

"اچھا چلو۔!" تھریسیا نے ایک سمت اشارہ کیا۔!

پے در پے چار چھ چھینکیں آئیں اور وہ جاگ پڑا... پھر عجیب سی بُو ناک میں سمائی۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کے چاروں طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں اور کسی جگہ آگ روشن تھی... جس سے خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں عجیب دھندلا دھندلا ماحول تھا۔!

لیکن... لیکن وہ تو ایک بڑی پُرتکلف خوابگاہ میں سویا تھا اور یہاں پتھریلا فرش تھا... چھت کی طرف نگاہ گئی تو ایسا لگا جیسے وہ کوئی غار ہو۔!

نیند اور بیداری کی اس درمیانی کشمکش میں دفعتاً عمران کو یاد آیا کہ سابقہ تجربہ کیا ہے اور وہ پوری طرح بیدار ہو گیا۔

چاروں طرف بکھری ہوئی لاشیں خود اس کے اپنے ساتھی ثابت ہوئے جو بے خبر سو رہے تھے۔ ان میں راحیل بھی نظر آیا۔ سب سے پہلے اس نے جوزف کو بیدار کیا اور اسے بیدار کرنے کے سلسلے ہی میں اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ کتنی گہری نیند سو رہے تھے۔!

"باس یہ تم ہو۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر اچھل کر اٹھ ہی کھڑا ہوا۔

"یہ تو وہی غار ہے جہاں ہم بے ہوش ہوئے تھے!" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور بلا تکان اپنی کہانی دہرانی شروع کر دی عمران خاموشی سے سر ہلاتا رہا۔!

"اور باس—!" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا اور پھر بولا۔ "بڑی سخت محنت کرنی پڑتی ہے پہاڑوں کی کھدائی ہو رہی ہے وہاں لیکن بیچارے میرا بڑا خیال رکھتے ہیں ایسی عمدہ قسم کی شراب میرے لیے مہیا کی ہے کہ بس کیا بتاؤں۔ لیکن باس وہ لنڈا ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ کیا نام راحیل... ارے... وہ... وہ تو... وہ رہا... وہ بھی سو رہا ہے... اس نے ہمیں پھنسایا تھا... اسے ہرگز بخشنا باس...!"

عمران خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تمہارے بیان کے مطابق اگر یہ وہی غار ہے جہاں تم لوگ بے ہوش ہوئے تھے تو راحیل کا گاؤں یہاں سے نزدیک ہو گا۔!"

"ہاں باس! وہ زیادہ دور نہیں۔!"

"تب تو ہم اپنے ہی ملک کی حدود میں ہیں۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور حسب عادت چیونگم کے لیے جیبیں ٹٹولنے لگا لیکن چیونگم کے بجائے سبز رنگ کا ایک لفافہ ہاتھ آیا۔ اس کے جیب سے نکلتے ہی عجیب قسم کی خوشبو کا احساس ہوا جو غار میں گونجنے والی خوشبو پر بھی حاوی تھی۔!

عمران نے پراسرار انداز میں سر ہلاتے ہوئے لفافہ چاک کیا۔۔۔ برآمد ہونے والے خط کا مضمون تھا...

"عمران ڈیئر۔۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ تمہیں اطلاع نہیں دے سکی۔ حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ ہاگنز نے جو کچھ بنایا تھا اُسے مجھے کاٹنا پڑ رہا ہے۔ ویسے عام طور پر حالات میرے موافق ہی سازگار رہے ہیں۔ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم سے ایسے حالات میں مڈبھیڑ ہوگی اور اس طرح تم میرے کسی کام آسکو گے۔۔ تمہارے ساتھی تمہارے سپرد کئے جاتے ہیں! مجھے افسوس ہے کہ تمہاری [illegible] کر کے ہاگنز کو تمہارے حوالے کر دیتی۔۔! مجھے توقع رکھنی چاہیے کہ اس سلسلے میں تم سے کوئی بڑی حماقت سرزد ہوگی۔ میں تمہیں ایک بار پھر یقین دلانا چاہتی ہوں کہ ہم تمہارے ملک کی حدود میں نہیں ہیں۔ ہاگنز کے جو آدمی تمہارے ملک میں موجود ہیں وہ بھی وہاں سے ہٹا لیے جائیں گے کیونکہ اب ان کی کمانڈ بھی میرے ہی ہاتھوں میں ہے۔۔! تم کبھی پتہ نہ لگا سکو گے کہ ہم کچھ دیر پہلے کہاں تھے لہٰذا دوبارہ مجھ تک پہنچنے کی کوشش میں وقت نہ ضائع کرنا۔

ہزاروں پیار
تھریسیا۔۔"

عمران خط پڑھنے میں مشغول تھا اور جوزف ایک ایک کو جگاتا پھر رہا تھا۔ وہ سب عمران کے گرد جمع ہو گئے اور چاروں طرف سے سوالات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ عمران لفافہ جیب میں رکھتا ہوا بولا "یہ ایک ہی جواب ہے ساری باتوں کا۔ مکئی کی کاشت کرنے گئے تھے ہم لوگ اب فصل پر بیٹھے بھٹے بھوننے چلیں گے!"

تنویر نے راحیل کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا۔ عمران ان دونوں کو الگ کرنے کی کوشش میں لڑکھڑایا اور منہ کے بل فرش پر آرہا۔

بہر حال وہ بڑی دشواریوں سے اُن کو باور کرا سکا تھا کہ راحیل بے قصور ہے۔۔!

ختم شد